بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا

ممالک غیر سے

قسم اول

سات شلنگ

قسم دوم

پانچ شلنگ

[illegible] اعلیٰ

([illegible])

قسم دوم کاغذ معمولی

([illegible])

فہرست مضامین

جلد ۶ | ماہنامہ الفرقان بریلی بابتہ ماہ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ | نمبر ۱

ایک ضروری انتباہ

بمبئی کے ایک صاحب کی اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ اب سے قریباً ایک سال پہلے (ذی الحجہ ۵۶ھ اور محرم ۵۷ھ میں) دو صاحب بمبئی پہنچے اور انھوں نے اپنے کو الفرقان کا ایجنٹ ظاہر کیا اور خریداران الفرقان سے چندہ وصول کرنے کی کوشش کی، حالانکہ اُس زمانہ میں اور اس سے پہلے بھی کبھی کسی صاحب کو دفتر الفرقان کی جانب سے ایجنٹ نہیں مقرر کیا گیا، بہر حال اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو وہ لوگ یقیناً دھوکے باز ہونگے، معاونین الفرقان کو معلوم رہنا چاہیے کہ الفرقان کا کوئی ایجنٹ نہیں ہے، اگر بالفرض آئندہ کبھی اسکی ضرورت ہوئی اور کسیکو ایجنٹ مقرر کیا گیا تو الفرقان میں اسکا اعلان کر دیا جایا کریگا — و نیز جہاں جہاں انکو بھیجا ہوگا وہاں کے خاص دوستوں کو پرائیویٹ خطوط بھی دفتر سے بذریعہ ڈاک بھیجے جائینگے اسکے بغیر کسی شخص کو الفرقان کا ایجنٹ تسلیم نہ کیا جائے، اور نہ اسکو کوئی پیسہ الفرقان کے حساب میں دیا جائے ورنہ دفتر الفرقان ہرگز ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا — خبردار شو! — ہشیار باش!

آپ نمبر خریداری کیوں نہیں لکھتے؟ ہمیشہ آپ حضرات سے عرض کیا جاتا ہے کہ خط و کتابت یا ترسیل زر کے وقت اپنے نام کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔ مگر افسوس کہ بعض احباب پھر بھی توجہ نہیں فرماتے ہیں۔

خاکسار، ناظم الفرقان بریلی

باسمہ سبحانہ حامداً و مصلیاً

نگاہِ اوّلین

افتتاح جلد ششم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ٥

حق جل مجدہ کے فضل و کرم سے الفرقان کے سفر کی پانچ منزلیں بخیر و خوبی طے ہو گئیں اور آج وہ چھٹی منزل کی طرف اپنا پہلا قدم اٹھا رہا ہے، جس مسبب الاسباب اور محافظ حقیقی نے اتنا سفر طے کرایا اسی سے یہ التجا ہے،

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ٥

خداوندا! توفیق دے کہ تیرے پاک دین کی حمایت اور تیری پسندیدہ ملت کی خدمت کا جو کام صرف تیری ہی اعانت کے بھروسہ پر کیا جا رہا ہے، ہم اسکو صحیح طور پر انجام دے سکیں۔

الہ العلمین! نیتوں میں اخلاص، ارادوں میں عزیمت، اور کوششوں میں برکت دے۔

مولا! راستہ کی مشکلات کو آسان فرما اور شیاطین الجن و الانس کے شر و فریب سے بچا۔

غفور و رحیم! جو کوتاہیاں ابتک ہوئیں انکو معاف فرما اور توفیق دے کہ آئندہ بھی کوئی کام تیری مرضی کے خلاف نہو ——

رب کریم! ہم پر رحم و کرم فرما، ہم [illegible]موں کے فتنے سے بچا، ہم کمزور ہیں، آزمایش کے لائق نہیں، عاجز ہیں امتحان کے قابل نہیں، گنہگار ہیں بخشدے، خطاکار ہیں معاف کر! —— موت و حیات کے مالک! ہم جبتک زندہ رہیں تیرے دین پر قائم، تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنتوں پر عامل رہیں اور انھی کی ملت بیضا پر ہمارا خاتمہ ہو —— رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥

یکم محرم الحرام ۱۳۵۸ھ

موعظۃ و ذکریٰ

[اس سلسلہ کی اس سے پہلی قسط میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اعجاز قرآن کی بحث کی گئی تھی آج کی صحبت میں ایک دوسرے پہلو سے اسی موضوع پر کچھ عرض کرنا ہے]

قرآن مجید کی ایک اعجازی حیثیت یہ بھی ہے کہ اس نے مستقبل کے متعلق بعض نہایت ہی محیر العقول اور بعید از قیاس پیشینگوئیاں کیں اور وہ حرف بحرف پوری ہوئیں، اس قسم کی پیشینگوئیاں قرآن حکیم میں بکثرت ہیں، یہاں انمیں سے صرف دس پیش کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید کی اپنے متعلق دو زبردست پیشینگوئیاں

(۱) قرآن حکیم نے اپنے متعلق بالکل نرالی قسم کی ایک پیشینگوئی یہ کی کہ سارے جنّ و انس ملکر بھی بھری ایک سورت کے مثل بنلانے سے عاجز رہینگے، چنانچہ سورہ بقرہ ہی میں اس اعلان کے بعد کہ" اگر تمکو قرآن کے کتاب الٰہی ہونے میں شک ہو تو اپنے یاروں مددگاروں کو جوڑ کے ایک ہی سورت اسکی جیسی بنالاؤ، ارشاد فرمایا گیا ہے،۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ (الآیہ)	اور اگر تم یہ نہ کر سکو (اور ہم پیشینگوئی کرتے ہیں) کہ تم ہرگز ایسا نہ کر سکوگے تو پھر آتش دوزخ سے ڈرو اور اس سے بچنے کی فکر کرو۔ الخ

ذرا الفاظ کی شوکت پر نظر کیجئے کہ منکروں کیلئے یہ کیسا رسوا کن اعلان ہے اور کیسے یقین کے ساتھ پیشینگوئی کی جا رہی ہے، دوسرے موقعہ پر اس سے زیادہ قوت کیساتھ اعلان کیا جاتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ه	اے رسول! آپ پکار کر کہدیں کہ اگر سارے جن و انس بھی جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی امداد و اعانت بھی کریں اور پھر اپنی اس اجتماعی طاقت سے وہ قرآن کے مثل کوئی کتاب بنانا چاہیں تو ہرگز ایسا نکر سکینگے۔

غور کیجئے کن کے سامنے اور کن کو مخاطب کر کے یہ اعلانات کئے جا رہے ہیں، اور کن کو ان پیشینگوئیوں سے للکارا جا رہا ہے، انکو جو فصاحت و بلاغت کے بادشاہ ہیں، میدان کلام کے شہسوار ہیں، جنکے فصیح

بلیغ قصائد ہرن کی جھلیوں پر آب زر سے لکھے جاتے اور موسم حج میں خانہ کعبہ پر آویزاں کئے جا[تے]
بے زبان عجمی ہی نہیں بلکہ زبان والے "عرب العربا، جادو بیان مانے ہوئے ہیں، پھر انہیں سے ہر ایک قرآن
کو پیش کرنیوالے نبی امی کی مخالفت اور تکذیب پر تلا ہوا ہے اور اسکے سامنے اسوقت سب سے بڑی [بات]
کہ کسی طرح اس "مدعی وحی و نبوت" کو معاذ اللہ جھوٹا ثابت کر دے، اسکے بعد بھی ہر زمانے میں اسکے اور اسکے
دین کے ایسے مخالفین ہزاروں لاکھوں دنیا میں رہے جو اپنے اپنے عہد میں عربی زبان و ادب کے زبردست
ماہر مانے گئے۔ اور آج بھی مصر، شام، دمشق، بیروت اور فلسطین وغیرہ میں بیشمار ایسے عیسائی اور یہودی موجود
ہیں جنکی مادری زبان عربی ہے، جو عربی کے بہترین انشا پرداز مانے جاتے ہیں، جنکی ادارت میں بہت سے اخبارات
وجرائد عربی زبان ہی میں نکل رہے ہیں، اور انہی میں سے بعض نے تو عربی لغت کی المنجد، المحیط اور اقرب الموارد
جیسی کتابیں بھی لکھی ہیں جو انکی اعلیٰ ترین عربی دانی کا روشن ثبوت ہیں، اسکے باوجود قرآن حکیم کی یہ پیشگوئی
بالکل اپنی جگہ پر ہے اور نہایت جاہ و جلال کے ساتھ چودہ سو برس سے پوری ہو رہی ہے، کہ اس کی مثل نہیں لایا
جاسکیگا ——— کیا کوئی معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی کہہ سکتا ہے کہ محض اتفاقی چیز ہے۔

(۲) قرآن مجید نے ایسی ہی ایک محیر العقول پیشگوئی اپنی حفاظت کے متعلق کی ہے:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ (حجر ۱) — ہاں ہمنے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ضرور بالضرور ہم ہی اسکی حفاظت کرنیوالے ہیں

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○ — اسمیں (قرآن میں) باطل نہ آگے سے داخل ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ تو لائق حمد اور حکمت والے خدا کا نازل کردہ ہے۔

حفاظت قرآن کی اس پیشگوئی کی حیرت انگیزی کا اندازہ کرنے کے لئے ان واقعاتی حقائق کو پیش نظر رکھیے
کہ ——— قرآن حکیم کا لانیوالا (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ "امی" ہے جسنے مدۃ العمر کبھی قلم بھی اپنے ہاتھ میں نہیں پکڑا، خود قرآنی
الفاظ میں "مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ"[1] اسکا حال، اور "وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ"[2] اسکی شان ہے ——— اور اسلئے
قرآن کا ایک نسخہ بھی اُنکے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں، نہ کسی نسخے پر آپکے تصدیقی دستخط ثبت ہوئے نہ کسی نسخہ کی
آپنے تصحیح کی کہ یہ کام پڑھے لکھے ہی لوگ کر سکتے ہیں ——— پھر وہ جنہیں قرآن لیکر آئے وہ بھی عموماً امی ہی
ہیں (قرآن شاہد ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا (الآیہ) ——— پھر جس شہر میں قرآن کا نزول ہوا
وہاں لکھے پڑھے معدودے چند ہی ہیں ——— اُس علاقہ میں تو کیا ہوتا اس سے باہر بھی روئے زمین پر اُسوقت

[1] اے رسول! آپ تو جانتے بھی نہ تھے کہ کتاب کیا ہے ۱۲ منہ [2] آپ اسکو اپنے ہاتھ سے لکھتے بھی نہیں ۱۲ م

کاغذ کا کوئی کارخانہ نہیں اگر کہیں نجی طور پر بنتا بھی ہے تب بھی نایابی ہی کے حکم میں ہے ــــــ اور اسی وجہ سے قرآن مجید کے بعض حصص حضور کے زمانہ میں پتوں پر لکھے جاتے ہیں بعض چمڑے کے ٹکڑوں پر بعض کسی درخت کی چھال پر بعض ہرن بکری یا اونٹ کی جھلی پر۔

بھلا جس کتاب کی ابتدائی تاریخ یہ ہو، کیا ہر قسم کی تحریف و تبدیل سے اسکا محفوظ رہنا اساڑھے تیرہ سو سال کے طویل عرصہ میں تیار ہونے والے اسکے لاتعداد نسخوں میں ایک لفظ ایک حرف بلکہ ایک زیر زبر کا بھی فرق نہ ہونا قدرت الٰہی کا کوئی معمولی نشان ہے؟

قرآن مجید کے متن کی یہ حفاظت یقیناً فہم انسانی سے بالاتر ہے اور بیشک اس پیشینگوئی کا اسطرح پورا ہونا خدا کی قدرت کی زبردست نشانی اور قرآن پاک کے من اللہ ہونیکی روشن ترین دلیل ہے۔

(۳) مہاجرین مظلومین کے متعلق ایک حیرت انگیز پیشینگوئی

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (نحل ۶۶)

اور جن لوگوں نے صرف اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑا بعد اسکے کہ انپر ظلم کیا گیا ہم ضرور بالضرور انکو دنیا میں اچھا ٹھکانا دینگے۔

مشرکین مکہ کے بے انتہا جور و ستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے وطن چھوڑنا شروع کیا اور یکے بعد دیگرے ان کے چند قافلے حبشہ اور مدینہ گئے، ٹھیک اسوقت جبکہ ہجرت کا یہ سلسلہ جاری تھا اور مظلوم مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر کئے جا رہے تھے، اور بظاہر اسکی کوئی توقع نہیں کیجا سکتی تھی کہ جنکو اہل وطن اور کنبے قبیلے والوں نے چین سے اپنے گھر میں نہیں بیٹھنے دیا انکو کہیں دوسری جگہ چین مل سکیگا، بالخصوص ایسی حالت میں کہ مکہ سے باہر کہیں انکے ہم مذہبوں (مسلمانوں) کی کوئی آبادی بھی نہ تھی اور ساری دنیا مخالفین مذہب ہی سے بھری پڑی تھی اس خوش آیند امید کیلئے یقیناً کوئی گنجائش بھی نہ تھی اور قیاس بھی یہی کہہ رہا تھا کہ بیچارے یہ پردیسی "عمر بھر ادہر ادہر کی ٹھوکریں ہی کھائینگے، ہاں تو اسی وقت قرآن پاک نے عقلوں کو چکرا دینے والی یہ پیشنگوئی کی کہ "ان بے گھروں کو اچھے گھر دئے جائینگے" ــــــ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ یہی مظلوم مہاجرین چند ہی دنوں کے بعد سارے عرب، اور عجم کے بھی بڑے حصہ کے حکمراں ہوئے اور مدینہ کو تاریخی عظمت اور بین الاقوامی شہرت انہی کے قدموں سے حاصل ہوئی۔

(۴) کفار کی مغلوبیت کے متعلق ایک پیشنگوئی

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ (آل عمران ۲۶)

اے رسول آپ کافروں سے کہدیجئے کہ تم عنقریب مغلوب ہوگے، اور مسلمانوں سے شکست کھاؤ گے

جسوقت یہ آیت نازل ہوئی ہے خود عرب میں مسلمانوں کی جمعیت غیر مسلموں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھی اور انکی تعداد اور طاقت کو اونکی شمار اور قوت سے کوئی نسبت نہیں تھی اور کسی طرح یہ قیاس میں نہیں آتا تھا کہ مسلمان ان تمام اہل کفر پر غالب آسکینگے، لیکن دنیا والوں نے دیکھہ لیا کہ قرائن اور قیاسات کے برخلاف مسلمانوں کو کفار پر عام غلبہ حاصل ہوا اور قرآن مجید کی یہ پیشینگوئی اپنے پورے جلال کیساتھ پوری ہوئی

(۵) اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ (قمر ع ۳)

یہ لوگ (کفار مکہ) کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب ہی رہینگے، سو عنقریب یہ جماعت شکست کھائیگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگینگے۔

کفار مکہ کے متعلق شکست کھانے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی یہ پیشینگوئی ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں اُسوقت شائع ہو چکی تھی جبکہ مسلمان ہر طرح سے دبے ہوئے نہایت مظلومیت اور مغلوبیت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی کو یہ وہم وگمان بلکہ اسکا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کبھی یہ کفار مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست کھا سکینگے، اور پھر خاص بدر کیدن جب دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوئیں اور کفار کی ایک ہزار مسلح سپاہ کے مقابلہ میں تین سو تیرہ کمزور اور خستہ مسلمان (جنمیں سے بہت سوں کے پاس تلوار اور ڈھال بھی اپنی نہ تھی) میدان جنگ میں آئے تو کون کہہ سکتا تھا کہ ساز وسامان والے یہ ایکہزار ان تین سو تیرہ بے سر وسامانوں سے شکست کھا سکینگے، لیکن نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت بھی اپنے دلی یقین اور اعتماد تام کے ساتھ یہی آیت پڑھ رہے تھے "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" (مشرکوں کی یہ فوج ابھی ابھی شکست کھائیگی اور میدان چھوڑ کر بھاگے گی) لیکن دیکھنے والی آنکھوں نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ یہی اور بالکل یہی ہوا۔

(۶) کعبۃ اللہ اور مسجد حرام پر مسلمانوں کے اقتدار کی پیشینگوئی

ہجرت کے چھٹے سال جب مسلمانوں کی معتد بہ جمعیت ہو چکی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غیبی اشارات کی بنا پر عمرہ کی ادائیگی کا ارادہ فرمایا۔ اور قریباً ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپ مکہ کو روانہ ہوئے۔ لیکن مکہ والوں نے آپکو مکہ میں نہیں داخل ہونے دیا اور آپ بظاہر نہایت ہی مغلوبانہ صلح کر کے مقام حدیبیہ سے واپس آگئے۔ مشرکین مکہ کی اس چیرہ دستی وسینہ زوری، اور مسلمانوں کی اس کمزوری اور پسپائی کو پیش نظر رکھکر کیا کسی کو وہم بھی ہو سکتا تھا کہ کسی وقت (بلکہ چند ہی روز بعد) کعبۃ اللہ اور مسجد حرام پر مسلمانوں کی نگرانی ہوگی، اور جن چیرہ دستوں نے انکو بلا عمرہ کئے حدیبیہ سے واپس لوٹ جانے پر مجبور کیا وہی پھر مسجد حرام میں بے خوف وخطر داخل ہو سکینگے، لیکن قرآن حکیم نے ٹھیک اسی وقت جبکہ کسی کو اس انقلاب حال کا خطرہ بھی نہیں گذر سکتا تھا اعلان

کیا کہ :-

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

ان سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اسکا ذکر کئے جانے سے روکتے ہیں اور اسطرح انکی بے رونقی و ویرانی کی کوشش کرتے ہیں نہیں ہے انکے واسطے یہ کہ وہ داخل ہوں اسمیں مگر ڈرتے ڈرتے انکو دنیا میں رسوائی مقرر ہے اور آخرت میں انکو بڑا عذاب ہونا ہے ۔

اس آیت میں مسلمانوں کو داخلۂ حرم سے روکنے والے کافروں کے متعلق عذاب آخرت کے علاوہ دو پیشینگوئی کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ مسجد حرام میں بلا روک ٹوک اور بے خوف و خطر داخل نہ ہوسکا کرینگے، بالفاظ دیگر مسجد حرام اونکے زیر اقتدار نہ رہیگی بلکہ مسلمانوں کے قبضہ و اقتدار میں آجائیگی، دوسری یہ کہ یہ لوگ دنیا میں بھی رسوا ہونگے، یہ پیشینگوئی بھی باوجود خلاف قیاس ہونے کے جسطرح حرف بحرف پوری ہوئی اوسکی شہادت تاریخ کے اوراق میں آج بھی موجود ہے ۔

(۷) فتح مکہ کی پیشینگوئی

جس حال میں مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور پھر ہجرت کے ابتدائی سالوں میں جس حالت میں وہ رہے اوسکے پیش نظر کسی طرح یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ یہ "ضعفا" کسی وقت مکہ کے فاتح ہونگے ــــ لیکن قرآن حکیم نے فتح مکہ سے بہت پہلے یہ اعلان کردیا تھا،

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (صف ۲۶)

اور اے مسلمانو! ایک اور نعمت تمکو ملنی ہے جسکو تم بہت چاہتے ہو (یعنی) اللہ کی مدد اور قریبی فتحیابی اور اے رسول آپ ایمان والونکو اسکی بشارت سنادیجئے

اور الحمدللہ کہ یہ بشارت بھی باوجود بعید از قیاس ہونیکے نہایت جاہ و جلال کیساتھ پوری ہوئی ۔

(۸) خلافت ارضی اور تمکین دین کی محیر العقول پیشینگوئی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ؕ

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے اُنسے خدا کا وعدہ ہے کہ ضرور بالضرور انکو خلافت ارضی (سلطنت) دیگا جیسے کہ اونسے پہلونکو دی تھی اور انکے لئے اُسنے جس دین کو پسند کیا ہے اسکو (یعنی دین اسلام کو) استحکام دیگا، اور اُنکے خوف و خطر کو امن و اطمینان سے بدلدیگا وہ صرف میری ہی پرستش کرینگے، اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائینگے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے جان نثار صحابہ جب اپنا قدیمی وطن مکہ مکرمہ چھوڑکر مدینہ میں پناہ گزین

ہوئے تو یہاں بھی دشمنوں نے اطمینان وچین سے نہ بیٹھنے دیا، کفار مکہ تو پہلے سے خون کے پیاسے تھے ہی لیکن یہاں پہنچکر منافقین اور یہود دو نئے خطرناک دشمن اور پیدا ہوگئے، اس تثلیث نے مسلمانوں کو ایک مستقل اور دائمی مصیبت میں مبتلا کر دیا جسکی وجہ سے صحابہ کو ہر لمحہ کفار کے حملہ یا منافقین کی دغا کا خطرہ رہتا تھا، اس حالت سے تنگ آکر ایک روز بعض صحابہ نے بڑی حسرت سے کہا کہ "ابھی تک کے دن تو بڑی پریشانی اور بے اطمینانی سے گذر رہے ہیں کیا ایسا بھی کوئی وقت آئیگا جب ہم ان تمام خطرات سے مطمئن ہونگے اور خدا کے سوا ہمکو کسی کا ڈر نہ ہوگا، ٹوٹے دل کی یہ صدا بے اثر نہ رہی اسی وقت وعدہ کی یہ آیت نازل ہوئی جسمیں مسلمانونکو تین عظیم الشان بشارتیں سنائی گئیں۔

(۱) ایک یہ کہ تمکو، ہاں تمہیں کو زمین کی خلافت (سلطنت وحکومت) دیجائیگی۔

(۲) تمہارے دین کو ایسا مستحکم اور مضبوط کر دیا جائیگا کہ باطل کی کوئی طاقت اسکو برباد نہ کر سکے۔

(۳) تمہارا موجودہ خوف قطعی بےخوفی اور کامل امن و اطمینان سے بدلدیا جائیگا جسوقت یہ بشارتیں قرآن حکیم نے سنائی تھیں کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ یہ "ضعفا" اور گھر سے بےگھر کئے ہوئے مظلوم جو مدینہ میں اسطرح زندگی کے دن گذار رہے ہیں کہ ہر چہار طرف سے انکو دشمنوں کی طاقتیں گھیرے ہوئے ہیں، یہ بھی کبھی زمین کے وارث ہوسکینگے، انکا دین بھی فروغ پاسکیگا، کسی وقت انکو بھی چین واطمینان کی حاکمانہ زندگی حاصل ہوسکیگی ـــــــ لیکن یہ سب کچھ ہوا اور بہت تھوڑی مدت میں اس شان سے یہ تینوں وعدے پورے ہوگئے کہ انسانی عقل آجتک اسکے اسباب کی تلاش میں سرگرداں ہے اور بجز حیرت کے اسکے ہاتھ کچھ نہیں لگتا۔

ربّ العزت کے حضور میں انس بن النضر کی قربانی

(از جناب مولانا محمد عرفان صاحب بہرائچی نوری فاضل نور العلوم بہرائچ)

اسلام و کفر کا پہلا زبردست معرکہ (جنگ بدر) جسکو خود حضرت حق جل مجدہ نے "یوم الفصل" کا خطاب دیا، اور جسمیں کام کرنے والے مجاہدین کو دنیا میں "اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم" کا مژدہ سنا دیا گیا، برپا ہوا اور گذر گیا —— اور اسلام نے باوجود اپنے سپاہیوں کی اقلیت اور ساز و سامان کی قلت کے نیزہ و تلوار، تیر و تبر سے آراستہ اور زرہ و بکتر سے پیراستہ اکثریت پر بالکل معجزانہ انداز میں پہلی فتح حاصل کی —— مگر انس رض ان دنوں باہر تھے، واپسی پر انھوں نے دوستوں سے حق و باطل کے اس معرکہ خیز جنگ کی روداد سنی —— اپنی عدم موجودگی اور محرومی کا بڑا سخت رنج اور افسوس ہوا اور اسی عالم میں انکی زبان سے نکلا:۔

لئن اشھدنی اللہ قتالا لیرین اللہ ما اصنع

کہ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب اگر خدا نے مجھے بقید حیات رکھا اور کسی جنگ کا موقعہ آیا تو بس وہی دیکھیگا کہ اسکا بندہ اسکی راہ میں کس طرح اپنی قربانی پیش کرتا ہے۔

معلوم نہیں کسطرح گن گن کے "انس" نے سال کے دن پورے کئے، ۳ھ کا رمضان گذر رہا تھا کہ دوسرے زبردست معرکہ کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور ۷ شوال کو احد کے میدان میں پھر معرکہ کارزار گرم ہوا، ابتداءً مسلمانوں کی فتح ہوئی، لیکن اس فتح ہی کے نشہ میں بعض مسلمانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نافرمانی ہو گئی جسکے عتاب میں حاصل شدہ فتح شکست سے بدل دی گئی، اور بالآخر کافروں کی جانب سے مسلمانوں پر اس شدت کا ایک حملہ ہوا کہ یہ اپنے کو سنبھال بھی نہ سکے، پیر اکھڑ گئے اور بڑے بڑے آزمودہ کار بہادر میدان چھوڑ گئے —— عین اسی وقت یہ "انس" شوق شہادت میں بے تاب انس، شجاعت و جرأت کا پتلا انس، اٹھتا ہے پہلے خدا کے حضور میں عرض کرتا ہے:۔

اللھم انی ابرأ الیک مما جاء بہ ھؤلاء (یعنی المشرکین) واعتذر الیک مما صنع بہ ھؤلاء (یعنی المسلمین) . . . .

بار الہا! ان مشرکین نے تیرے سچے دین اور تیرے پیارے رسول کیساتھ جو سلوک کیا ہے میں اس سے اپنی کامل بیزاری ظاہر کرتا ہوں اور خداوندا ان مسلمانوں سے جو یہ لغزش ہو گئی ہے اسکی معذرت پیش کرتا ہوں

اور تلوار ہاتھ میں لے تن تنہا احد کی جانب چل پڑتا ہے اور راستہ میں ایک رفیق سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

والذی نفسی بیدہ انی لاجد ریح الجنۃ دون احد واھا لریح الجنۃ:۔	اس ذات گرامی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے احد کے پاس سے جنت کی خوشبو آرہی ہے واہ! واہ! کیسی عمدہ خوشبو ہے جنت کی۔

انس رضؓ نشۂ شہادت میں مست و بیخود انسؓ، اس خوشبو کے رُخ پر اُحد کی طرف بڑھا چلا جارہا ہے اور خدا کے دشمنوں کے جرگہ میں گھس پڑتا ہے، پھر کیا ہوتا ہے؟ اور اس مبتلائے عشق پر کیا گذرتی ہے؟ اس کا صحیح حال تو بس اُسی کو معلوم ہے جس سے انسؓ نے کہا تھا کہ "اگر تیرے نام پر مرنے کا وقت پھر آیا تو دیکھیگا کہ انس کیا کرتا ہے" ——— دنیا والوں نے تو انھیں جب تلاش کیا تو انکی نعش مبارک مقتولین و شہداء کے ڈھیر میں ایسے حال میں پائی کہ انکے جسم میں، تلواروں، نیزوں، اور تیروں کے ۸۰ سے زیادہ زخم تھے، اور طاغوتی فوج کے سپاہیوں نے انکا مثلہ بھی کر ڈالا تھا اور کوئی عضو بھی ایسا نہ چھوڑا تھا جسکو دیکھکر کوئی انکو پہچان سکے، انکی شناخت میں بڑی دقت ہوئی اور انکی بہن نے انکی ایک انگلی کے کسی خاص نشان سے انھیں پہچانا، رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ——— صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے کہ آیت کریمہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ "ایسوں ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے"۔ عہ

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(کنز العمال)

عہ ایمان والوں میں وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسکو پورا کردیا ۱۲

دار العلوم دیوبند

(۲)

از رئیس التحریر حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ دکن

علماء دیوبند اپنی پون صدی کی عمر میں دار العلوم کے سند یافتوں کی تعداد کہاں تک پہونچ چکی ہے، افسوس ہے کہ اسکی صحیح تعداد معلوم نہیں ہوسکی ہے۔ گذشتہ مجلس شوریٰ میں خاکسار نے علماء دیوبند کی ایک ڈائرکٹری تیار کرانیکی تحریک کی ہے جو منظور ہوچکی ہے اس سے صحیح اندازہ ہوسکیگا، کہ اب تک اس مدرسہ نے کتنے علماء[1] پیدا کئے اور انھوں نے کیا خدمتیں انجام دیں یا دے رہے ہیں، سرسری طور پر اندازہ کرنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہوسکتا ہے، کہ اسوقت ہندوستان کے کسی صوبہ کا کوئی قابل ذکر ایسا اسلامی قصبہ بمشکل ہی نکل سکتا ہے جس میں ہزار دو ہزار مسلمانوں کی آبادی ہو، اور وہاں دار العلوم دیوبند کا کوئی طالب علم موجود نہ ہو، آخر جب ہر سال اس مدرسہ سے سو سو سوا سو طلبہ سند فراغ لے کر باہر نکل رہے ہیں، تو اسکا یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہیے، صرف اس سال طلبہ کی تعداد تقریباً بارہ ساڑھے بارہ سو ہے، اور یہ تعداد ان مقامی طلبہ کے سوا ہے، جو اس مدرسہ کے تحتانی درجوں میں فارسی وغیرہ پڑھتے ہیں، بہر حال دار العلوم سے جو طلبہ فارغ ہوکر نکلتے ہیں، خدمات اور کام کے لحاظ سے انکی ایک اجمالی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جیسا کہ عرض کرچکا ہوں، جدید تعلیمگاہوں کی تقلید میں مدرسہ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے، ایک

---

[1] برادر عزیز مولانا محمد طیب صاحب مہتمم عصر نے اکدفعہ اپنی ایک تخمینی رپورٹ میں تین ہزار مقدار بتائی تھی اور مدرسہ کے تمام گذشتہ حسابات کو سامنے رکھکر انھوں نے اس نتیجہ کا اعلان کیا تھا، کہ دار العلوم نے ابتک فی عالم (۱۶۹) روپیے خرچ کئے میرا خیال ہے کہ مستفیدین و فارغین کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، اسوقت انشاء اللہ تعالیٰ اس نتیجہ کا استعجاب اور بھی بڑھ جائیگا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

تحتانی درجات، دوسرے اعلیٰ درجے، گویا تحتانی درجے کی تعلیم گاہ کو دارالعلوم کا اسکول خیال کرنا چاہئے اور اعلیٰ درجات کی حیثیت کالج کی ہے، اسکول سے فارغ ہونیوالے طلبہ کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو معمولی اردو، فارسی، حساب، نوشت وخواند کی تعلیم دیجاتی ہے، جو لوگ یہاں سے پڑھکر نکلتے ہیں، ان میں بعض کالج میں داخل ہو کر اپنی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل میں مصروف ہوجاتے ہیں، اور بعض اسی پر اپنی تعلیم کو ختم کرکے عام پیشے تجارت و ملازمت وغیرہ میں لگ جاتے ہیں، اس ذریعہ سے دارالعلوم خاموشی کیساتھ مسلمانوں کے ایسے ادنیٰ معاشی طبقے جن کے والدین بمشکل تین چار روپیہ ماہوار کما سکتے تھے، ان کے بچوں کو وہ اس قابل بنا دیتا ہے کہ باسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں شریک ہوکر پندرہ بیس روپیہ کمانے کے قابل ہوجاتے ہیں، چونکہ ان کی تعلیم وتربیت دارالعلوم کے ماحول میں ہوتی ہے، اس لئے باوجودیکہ وہ عالم فاضل تو نہیں ہوتے، لیکن ان کی زندگی پر مذہبی رنگ غالب رہتا ہے۔

اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اسکول کے شعبہ حفظ قرآن اور قرات وتجوید میں داخل ہوجاتے ہیں اور یہاں سے قرآن مجید حفظ کرکے یا کم از کم قاری ہوکر نکلتے ہیں، پھر ان کو کسی مسجد کی امامت وغیرہ مل جاتی ہے، یا کسی دوسرے مدرسہ میں حفظ وقرات وتجوید کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہ حال تو ادنیٰ درجات کے تعلیم یافتوں کا ہے، لیکن جو لوگ کالج میں داخل ہوکر عربی زبان کے ذریعہ سے علوم کی تحصیل کرتے ہیں، فارغ ہونے کے بعد عموماً دینی خدمات کے چار سلسلوں میں سے کسی ایک سلسلہ میں شریک ہوکر مذہب کی خدمت کرتے ہیں، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ اس قسم کے طلبہ میں بعض بہترین دل و دماغ کے جو لوگ ہوتے ہیں، ان کی قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی روح تک دارالعلوم کے خاص ماحول میں بتدریج رسائی حاصل ہوجاتی ہے اس قسم کے لوگ علاوہ ظاہری علوم کے اپنے اپنے عہد کے خاص روحانی بزرگوں کے زیر تربیت باطنی مشاغل کی بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور یہ دیوبند کی خاص خصوصیت ہے کہ دن کو اگر آپ اسکے گوشہ گوشہ میں درس وتدریس کتاب وقال کا چرچا سنینگے، تو رات کو اسکے مختلف زاویوں سے خصوصاً تہجد کے وقت ذکر کی آوازیں بلند بلند ہوکر اسکے فضا میں ایک خاص روحانی کیفیت پیدا کرتی ہیں، اس قسم کے طلبہ کی تعداد اگرچہ اب بہت تھوڑی ہوتی ہے، لیکن ان میں ایک ایک ہزاروں پر بھاری ہوتا ہے، یہ لوگ جب مدرسہ سے اپنا کام پورا کرکے عملی میدان میں داخل ہوتے ہیں، تو ہزار ہا ہزار مسلمانوں کو ان کی طرف قدرتی کشش پیدا ہوتی ہے، اور زیادہ دن نہیں گذرتے کہ ان کے ارد گرد ہزاروں بلکہ بعض

بعض لوگوں کے ساتھ لاکھوں آدمیوں کا مجمع جمع ہو جاتا ہے، لوگ انکے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، اور اپنی روحانی و اخلاقی علاج ان سے کراتے ہیں، خدا کا یہ فضل ہے کہ ابتدار قیام دار العلوم سے اسوقت تک اس قسم کے لوگ دار العلوم سے ہمیشہ نکلتے رہے ہیں، اور اسوقت بھی ایسے لوگ موجود ہیں، ان ہی میں ایک مشہور ہستی حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی کی ہے جنکے مریدوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، حال ہی میں اس سلسلہ کے ایک بڑے بزرگ کا انتقال ہوا، انکا نام مولنا شاہ وارث حسن صاحب اور مستقر لکھنو تھا، یہ قطعاً مبالغہ نہیں ہے، کہ حضرت مولنا وارث حسن صاحب کے مریدوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی، اور ان کی عجیب خصوصیت یہ بھی کہ زیادہ تر انگریزی خواں طبقہ کے اعلیٰ تعلیمیافتہ لوگ انکی طرف زیادہ متوجہ تھے، بہار، یوپی کے زیادہ تر مسلمان حکام اور عہدہ داران کے مرید تھے، حیدر آباد میں بھی ان کے مریدوں اور معتقدوں کی خاصی جماعت ہے جن میں نواب ذوالقدر جنگ بہادر جیسی ہستیاں بھی شریک ہیں، ان ہی کے ایک مرید مولنا ابو الاعلیٰ مودودی ہیں جنھوں نے پنجاب سے ایک جدید تحریک "دار الاسلام" کی ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے اٹھائی ہی پہلے حیدر آباد ہی سے یہ ترجمان القرآن نامی رسالہ نکالتے تھے؎ الغرض دار العلوم کے اس قسم کے فیض یافتوں کی ایک خاصی جماعت ملک کے طول و عرض میں پائی جاتی ہے اور انکا سلسلہ ہندوستان سے آگے بڑھکر سرحد، کابل، عرب وغیرہ میں بھی پھیلا ہوا ہے۔

دوسرا طبقہ جو ان سے کم درجہ کا ہوتا ہے انہیں بعض لوگ تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے ہیں اور آپکو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ دار العلوم کے فیض یافتوں میں اسوقت ایسے مصنفین بھی ہیں جنکی تالیفات کی تعداد ہزار تک پہونچی ہوئی ہے، ان میں بعضوں کی کتابیں مصر و شام سے بھی شائع ہوئی ہیں، اور ہوتی رہتی ہیں اور بعض لوگ درس و تدریس کے مشغلہ میں مصروف ہو جاتے ہیں اور یہ فارغین کا تیسرا طبقہ ہے اسوقت ہندوستان کا مشکل ہی سے کوئی ایسا تعلیمی ادارہ ہوگا جس میں دیوبند کے ایک دو عالم مدرس نہوں خود ہماری جامعہ میں بھی اسوقت تین آدمی دیوبندی کے سند یافتہ ہیں، اضلاع کے کالجوں اور اسکولوں میں بھی ان کی خاصی تعداد ہے یہ حال تو ان لوگوں کا ہے جو قدرتی طور پر نمایاں ذہن و ذکاوت کے مالک ہوتے ہیں:۔

لیکن جو ادنیٰ درجہ کے نفوس ہوتے ہیں، ان کا سب سے آسان مشغلہ وعظ گوئی کا ہوتا ہے، یہ لوگ کسی شہر یا گاؤں کی مسجد میں امامت وغیرہ کا کام اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، اور اس علاقہ کے مسلمانوں کو اپنے مواعظ سے فائدہ پہونچاتے رہتے ہیں، اور یہی اس گروہ کا چوتھا طبقہ ہے، اگرچہ دیوبند کے سند یافتوں کے سلسلہ میں

؎ اب مولنا کا مستقر شہر لاہور کے مضافات میں ایک بستی ہے پتہ یہ ہے:۔ دفتر ترجمان القرآن یوچھرو روڈ مبارک پارک لاہور

اس طبقہ کا مقام بہت پست خیال کیا جاتا ہے، لیکن چونکہ انکے عقائد و اعمال کی اصلاح دارالعلوم کے ماحول میں ہوتی ہے، اس لئے واقعہ یہ ہے، کہ ان سے مسلمانوں کی اصلاح کا کام زیادہ مقدار میں انجام پاتا ہے، ہندوستان کے مسلمان مذہبی جہالتوں کی وجہ سے غیر اقوام کی صحبت میں عموماً مشرکانہ رسوم، اور واہمی روایات میں مبتلا ہو کر صحیح اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں، جہانتک سعی و کوشش مواقع بہم پہونچا رہے ہیں، دیوبند کے ان علماء کے ذریعہ سے بہت کچھ اصلاح ہو رہی ہے، لیکن افسوس ہے، کہ مذہبی پیشہ وروں کا ایک خاص طبقہ جنکی زندگی کا دارومدار محض عوام کے جاہلانہ خیالات پر مبنی ہے، وہ ہمیشہ ان بیچاروں کے راہ میں حائل ہوتا ہے اور عام طور پر ان لوگوں کو وہابی کے رسوا نام سے بدنام کیا جاتا ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ دیوبند کی تعلیم کی عملہ اور خصوصیتوں کے ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ طلبہ کو حنفی مذہب میں بہت پختہ بنانیکی کوشش کیجاتی ہے اور اس لئے جو لوگ واقعی وہابی ہیں یعنی کسی امام کی اسلامی تشریح کو نہیں مانتے اور خود اجتہاد کے مدعی ہیں وہ دیوبندیوں کے سخت مخالف ہیں، لیکن مشرکانہ رسوم اور قبری کاروبار کے چونکہ وہ لوگ بھی مخالف ہیں اس نقطۂ اشتراک کیوجہ سے دیوبندیونکو بھی وہابی کے نام سے بدنام کیا جاتا ہے، اسی کے ساتھ ایک بات یہ بھی ہے کہ عام طور پر پبلک کے سامنے وعظ گوئی وغیرہ کی شکل میں دیوبند کے جو علماء پیش ہوتے ہیں، سوجھ بوجھ کی کمی، اور یا حالات کا صحیح اندازہ نہ کرنے کی وجہ سے بعض معمولی معمولی جزئیات پر زیادہ سختی سے کام لیتے ہیں اور بدنام کرنیوالوں کے لئے انکا یہ طرز عمل ایک ہتھ کنڈا بنجاتا ہے، بطور لطیفہ کے دیوبندیوں کا نام عام مسلمانوں میں گلابی وہابی ہے، یعنی پورے پختہ رنگ کے وہابی نہیں، بلکہ ہلکے رنگ کے وہابی ہیں، اور اس لطیفہ کا ذمہ دار زیادہ تر ہمارا یہی طبقہ ہے، اگرچہ اب بتدریج ان میں تبدیلی پیدا ہو رہی ہے، اور انکی وہ سختیاں نرمی کے ساتھ بدل رہی ہیں۔

آپ کا وقت ضائع ہو رہا ہے اور بات میں بات نکلتی جاتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عام طور سے دیوبند کے علماء کے یہی چار طبقے ہیں، سب سے اعلیٰ طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اصحاب رشد و ہدایت بیعت و طریقت ہیں، دوسرا طبقہ مصنفین کا ہے، تیسرا مدرسین کا، چوتھا واعظین اور ائمہ کا، عام طور پر ان ہی چار سلسلوں میں سے کسی ایک سلسلہ میں یہاں کے علماء شریک ہو جاتے ہیں، پہلے تو نہیں، لیکن خلافت کی تحریک کے بعد کچھ لوگ اب خبر نلیزم (صحافت) میں بھی داخل ہوئے ہیں، اور اسوقت دہلی، لاہور، کلکتہ، بریلی وغیرہ سے بعض روزنامے اور ماہنامے اچھی صورت میں ان ہی لوگوں کی ادارت میں نکل رہے ہیں، جسکی وجہ سے ہندوستان کی اسلامی

صحافت پر مذہب کا بھی نمایاں قبضہ ہے۔

بہت قلیل طبقہ ان لوگوں کا بھی ہے جنھوں نے بجائے کسی علمی و دینی خدمت کے کوئی دنیاوی مشغلہ اختیار کر لیا ہے، لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے، مدرسین کے سلسلہ میں ایک جماعت ان لوگوں کی بھی ہے جنھوں نے دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد سرکاری یونیورسٹیوں کی مشرقی امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور اسکے بعد سرکاری اسکولوں میں مولوی ہیڈ مولوی کی خدمت پر مقرر ہیں، لیکن علمی حلقوں میں ان لوگوں کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا،

خلاصہ یہ ہے کہ دیوبند کا مدرسہ اگرچہ خالص مذہبی مدرسہ ہے لیکن چونکہ مدرسہ طلبہ کے تمام مصارف کا عموماً متکفل ہوتا ہے، اس لئے مسلمانوں کے نہایت غریب اور مفلوک الحال گھرانوں کے بچوں کی یہ اچھی پناہ گاہ ہے، اور اسلئے اسمیں زیادہ تر غرباء ہی کے بچے تعلیم پاتے ہیں، فارغ ہونیکے بعد اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے گذشتہ بالا سلسلوں میں سے کسی نہ کسی سلسلہ میں وہ ضرور شریک ہو جاتے ہیں، اس لئے یقیناً ان کی معاشی حالت اپنے والدین کی معاشی حالت سے بہتر ہو جاتی ہے۔ اور اس لحاظ سے دار العلوم دیوبند میرے خیال میں مسلمانوں کی دنیوی خدمت بھی انجام دے رہا ہے، اور ایسے لوگوں کے معاش کا دروازہ کھول رہا ہے جنکی انگریزی تعلیم گاہیں اپنے مصارف کے لحاظ سے قطعاً کسی قسم کی دستگیری نہیں کر سکتی ہیں، چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد آٹھ نو کروڑ تک پہونچی ہوئی ہے، اس لئے ان خدمات کے لئے ابھی ان کی بہت مانگ ہے، اسکا یہ نتیجہ ہے، کہ دیوبند کے سند یافتہ لوگ بہت کم بے کاری کے شکار ہوتے ہیں ایک طرف انکی طلب بہت زیادہ ہے، دوسری طرف اپنے خاندانی حالات نیز دار العلوم کی خاص درویشانہ تربیت کی وجہ سے انکا پیٹ بھی زیادہ بڑا نہیں ہوتا، عموماً تیس چالیس کی ماہوار ان کے لئے انتہائی فراغت کا سبب بنجاتی ہے اس سلسلہ میں اگرچہ بات طویل ہوگئی، لیکن چونکہ عموماً عربی مدارس کے طلبہ کو بے قدری کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اسلئے جی چاہا کہ انکا ملک میں جو اصلی مقام ہے، وہ جناب کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

ذرائع آمدنی عرض کر چکا ہوں کہ دار العلوم کے بانیوں نے اسکی بنیاد توکل پر رکھی ہے، اس لئے واقعہ یہ ہے کہ اس مدرسہ کی امداد کی مستقل شکلیں بہت کم ہیں، تاہم اس ستر پچہتر برس کی طویل زندگی میں اسکو جو مستقل اعانت مل گئی ہے، ان میں کچھ تو اسلامی ریاستوں کا حصہ ہے، اور خدا کا شکر ہے کہ اس

سلسلہ میں سب سے بڑی اعانت دار العلوم کو حکومت آصفیہ سے مل رہی ہے، یعنی ماہوار ایک ہزار کلدار کی گرانٹ دی جاتی ہے، اسکے سوا عید اور بقر عید کے موقعوں پر خسرو دین پناہ خلد اللہ ملکہ کی جانب سے ہر سال طلبہ کو بطور عیدی کے ڈہائی ڈھائی سو روپیہ بھی بھیجا جاتا ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی حکومت کی اعانت خاص ہے کہ ہر سال حیدر آباد سے تین نمایندے مجلس شوریٰ (جس کا ذکر آگے آتا ہے) کی شرکت کے لئے سرکاری مصارف سے بھیجے جاتے ہے، اور سال دو سال میں ایک تعلیمی عہدہ دار وہاں کے حسابات اور نظم و نسق کی پڑتال کے لئے بھی سرکاری طور پر بھیجے جاتے ہیں، نیز دار العلوم کے مہتمم صاحب اور چند خاص مدرسین کو بھی امور مذہبی کی جانب سے پچاس پچاس بعضوں کو چالیس روپیہ ماہوار کا وظیفہ بھی دیا جاتا ہے، لیکن یہ شخصی وظائف ہیں، دار العلوم کی خدمت سے انکو کوئی تعلق نہیں ہے،

حکومت آصفیہ کی یہ اعانتیں زیادہ تر عہد عثمانی کے برکات ہیں، ورنہ پہلے حیدر آباد سے کل مدرسہ کی امداد ڈہائی سو روپیہ ماہوار تھی، حیدر آباد کے بعد بھوپال سے سالانہ پندرہ سو روپئے بھاولپور سے پانچ سو روپئے سالانہ کی امداد ملتی ہے، ان کے سوا بعض چھوٹی ریاستوں سے بھی سالانہ سو ساٹھ ستر روپئے ملتے ہیں، اور اوقاف کی مد سے بھی سالانہ سات آٹھ ہزار کی آمدنی ہو جاتی ہے، بس مستقل آمدنی اس مدرسہ کی کل اتنی ہے، اسکے سوا مد زکوۃ چرم قربانی اور عام چندوں کے ذریعہ سے اسکی آمدنی ہوتی رہتی ہے، اسوقت تک اسکی آمدنی ستر پچہتر ہزار تک پہونچی ہے، البتہ اس سال اندازہ کیا گیا ہے کہ انشاء اللہ اسکی تعداد اسی ہزار تک پہونچیگی یہ آمدنی کس طرح ہوتی ہے، یہ ایک بالکل معمہ ہے،

دار العلوم کی جانب سے چندہ وصول کرنے والے سفرا کی تعداد ڈو تین سے کبھی زیادہ نہیں رہی اور وہ بھی کبھی سفر ار رہتے ہیں اور کبھی نہیں رہتے، لیکن بغیر کسی خاص تحریک کے وقت پر خدا ہی جانتا ہے کہ کہاں کہاں سے دار العلوم میں روپیہ پہونچ جاتا ہے، روپیہ بھیجنے والوں میں صرف ہندوستان ہی کے لوگ نہیں ہیں، بلکہ افریقہ جزائر شرق الہند، مارشیش وغیرہ سے بھی کافی رقمیں آجاتی ہیں۔

بعض منی آرڈروں پر خاکسار نے خود دیکھا ہے کہ بھیجنے والا لکھتا ہے کہ میں اس مدرسہ سے واقف نہ تھا، رات میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ نے ہدایت کی دیوبند کی امداد کرو، صبح کو لوگوں سے دریافت کرنے کے بعد پتہ معلوم ہوا اور یہ رقم ارسال کر رہا ہوں،

اطراف و جوانب کے اضلاع سے کبھی کبھی غلہ بھی آجاتا ہے، اور رمضان کے مہینہ میں مختلف ارباب خیر

افطاری سحری کے لئے مستقل رقم بھیجتے ہیں، گرمیوں کے دنوں میں بعض بعض لوگوں نے روزانہ دار العلوم میں دش دش من برف بھی ہے۔

سب سے زیادہ دلچسپ مدان کتابوں کی ہے جن کی سالانہ ہزارہا کی تعداد میں ضرورت ہوتی ہے درس میں چورانوے ۹۴ کتابیں داخل ہیں، ہر طالب العلم کو یہ کتابیں عاریۃً دی جاتی ہیں، ایک ایک جماعت میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر طلبہ بلکہ کبھی کبھی ڈیڑھ ڈیڑھ سو دو دو سو تک ہوتے ہیں، ان کے لئے کتابوں کا فراہم کرنا سخت دشوار تھا لیکن یہ ایک عام رسم ہوگئی، کہ دیوبند سے دلچسپی رکھنے والوں کے یہاں جب کوئی موتی ہوجاتی ہے تو اسکی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے لوگ کبھی بخاری شریف کے دس نسخے از یں قبیل مختلف کتابوں کے متعدد نسخے بھجوادیتے ہیں، اور یوں کثرت استعمال سے جو کتابیں ضائع و فرسودہ ہوتی رہتی ہیں، انکی تکمیل ہوتی رہتی ہے، تعمیرات کے سلسلہ میں بھی لوگ اپنے اپنے ناموں یا اپنے بزرگوں کے نام سے کمرے بنوا دیتے ہیں جنکی پیشانی پر انکا نام درج کردیا جاتا ہے، الغرض اللہ کے بھروسہ پر اس سخت ترین ناموافق آب وہوا میں یہ دار العلوم بچہتر سال سے چل رہا ہے، اور الحمد للہ کہ اتبک مقروض ہونیکی نوبت نہیں آئی ہے۔

دار العلوم کا نظم دار العلوم کے کاروبار کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے، ایک تعلیمی شعبہ دوسرا انتظامی، تعلیمی شعبہ کی صدارت صدر مدرس کے سپرد ہے، اور انتظامی شعبہ کے لئے ایک ادارہ کا اہتمام ہے جسمیں صدر مہتمم، مہتمم، نائب مہتمم ایک مستقل عملہ کے ساتھ کام کرتے ہیں، ادارہ اہتمام کے ماتحت مدرسہ کے تمام انتظامی صیغے ہیں۔ یعنی کتب خانہ محاسبی، اقامت خانہ، خزانہ وغیرہ، ہر شعبہ میں ایک مستقل عملہ ہے، اور سارا کاروبار یعنی تعلیمی وانتظامی دونوں ایک مستقل مجلس نگرانی میں کام کرتے ہیں، اور اسکے سامنے ذمہ دار ہیں، اس مجلس کا نام مجلس شوریٰ ہے، جسکے ارکین (۲۴) ہیں،

ان ارکین میں اس کا خیال کیا گیا ہے کہ دو ثلث علماء میں سے ہوں، اور ایک ثلث غیر علماء سے ہوں، انتخاب میں اسکی کوشش کیجاتی ہے، کہ ہندوستان کے تمام صوبے اور وہ تمام اسلامی ریاستیں جن سے دار العلوم کو امداد ملتی ہے اور جہاں کے طلبہ دار العلوم میں تعلیم پاتے ہیں، ان کے ایک ایک نمایندے حتی الوسع ضرور ہوں، اس مجلس کا اجلاس چونکہ سال میں ایکدفعہ یا بالضرورت دو دفعہ ہوتا ہے، اس لئے کاروبار کو جاری رکھنے کے لئے اس نے مجلس شوریٰ کے چند ارکین کی ایک مجلس انتظامی یا مجلس عاملہ بنادیا ہے، اور تعلیمی ضرورتوں کے لئے اسی کی ماتحتی میں ایک مجلس تعلیمی بھی ہے، علاوہ اس وصیت نامہ کی

جو لبطور اساسی دستور کے دار العلوم کی روئیہ وروش کا ضامن ہے مجلس شوری مختلف اوقات میں اس دار العلوم کے لئے دستور العمل بناتی رہتی ہے جسمیں حسب اقتضار زمانہ رو بدل بھی ہوتا رہتا ہے پچھلے چند سالوں میں بعض ایسے ناگزیر حالات پیش آئے، کہ حکومت آصفیہ نے اپنے چند نمایندوں کو بھیجکر دار العلوم کے لئے ایک دستور العمل کا خاکہ تیار کیا تھا، اور اب گذشتہ دستور العملوں نیز آصفی دستور العمل کو پیش نظر رکھکر اراکین شوری ایک ٹھوس اور جامع حاوی دستور العمل بنا رہے ہیں جس کے ایک حصہ کی خواندگی بھی ہو چکی ہے، اور مجلس شوری اسے منظور کر چکی ہے، ابھی بعض اجزار اسکے زیر ترتیب ہیں، امید کیجاتی ہے کہ آئندہ مجلس میں یہہ دستور العمل بالکل مکمل ہو جائیگا، اور اسکے بعد دار العلوم اسی دستور العمل کے تحت کام کریگا۔

دار العلوم کے ملحقہ مدارس

ظاہر ہے کہ دار العلوم ایک مقامی ادارہ ہے، اور اسکی حیثیت اسوقت تک جامعہ کی نہیں ہے، لیکن خود اپنی رضامندی سے ملک کے بعض عربی مدارس انکو دار العلوم سے اگر ملحق کرنا چاہتے ہیں، تو اسکی منظوری دیدی جاتی ہے، اور اس الحاق کا مطلب صرف اسقدر ہوتا ہے کہ سالانہ دار العلوم کے مدرسین ان مدارس میں جاکر طلبہ کی تعلیمی حالت کو جانچتے ہیں، اور تقریری امتحانوں کے ذریعہ سے اُس مدرسہ کی تعلیمی نقص یا بھلائی کا اندازہ کرکے مدرسہ کے ذمہ داروں کو مشورہ دیتے ہیں، اس قسم کے مدارس کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے، اگر انکی کافی تعداد ہو گئی، تو اس وقت یہہ مسئلہ قابل غور ہو جائیگا کہ کیا ان کو دار العلوم سے صحیح معنوں میں ملحق کر لیا جائے، ہو سکتا ہے کہ اسوقت دار العلوم ایک الحاقی جامعہ کی شکل اختیار کر لے۔

دار العلوم کے متعلق بعض اصلاحات کا مطالبہ

زمانہ کی ضرورتوں کا اندازہ کرکے مختلف گوشوں سے دار العلوم کے متعلق بعض اصلاحات کا مطالبہ ہوتا رہتا ہے جنمیں سب سے اہم تین مطالبے ہیں۔

ایک تو یہ کہ ذہنی و دماغی و روحانی تربیت کے ساتھ طلبہ کی جسمانی نشوونما کا بھی خیال کرنا چاہیے، دار العلوم نے گذشتہ سال ملک کے اس مطالبہ کو مان لیا ہے، اور مغربی ورزشوں کی تو بوجہ کثیر المصارف ہونے کی گنجائش نہ تھی اس لئے سر دست مشرقی ریاضتوں کا شعبہ باضابطہ شکل میں کھولدیا گیا ہے ایک خاص ماہر مقرر کیا گیا ہے، جو فرصت کے اوقات میں طلبہ کو بنوٹ لاٹھی، مگدر، ڈنڈ، کبڈی وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے۔

دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ بعض صنعتی شعبوں کو بھی طلبہ کی معاشی اعانت کے لئے کھولا جائے، اس مطالبہ کو بھی ایک حد تک منظور کر لیا گیا ہے، اور عنقریب بعض صنعتی چیزیں یہاں داخل کی جائینگی۔

تیسرا مطالبہ یہ ہے کہ دار العلوم کے طلبہ کو جدید علوم و معارف اور جدید علمی زبانوں میں سے کسی زبان کی تعلیم اگر دیجائے تو انکے افادہ کا دائرہ وسیع ہو سکتا ہے، یہ مسئلہ دار العلوم کے مسلک کے لحاظ سے نہایت نازک ہے، قدیم بزرگوں کا نظریہ یہ تھا کہ جہاں ان چیزوں کو مدرسہ میں داخل کیا گیا، تھوڑے دن کے بعد وہی چیزیں غالب ہو جائینگی - اور دار العلوم کا مقصد سامنے سے ہٹ جائیگا، جہاں تک تجربہ کا تعلق ہے اس نظریہ میں کچھ زیادہ غلطی بھی معلوم نہیں ہوتی، اس لئے سردست اسکا خیال بعض ارکین کے سامنے ہے، کہ دار العلوم کے احاطہ میں تو نہیں، لیکن یہاں سے فارغ ہونیکے بعد خاص دل دماغ اور مناسبت رکھنے والے طالب العلموں کو وظیفے دیکر دار العلوم اسکا انتظام کرے کہ مغربی تعلیمگاہوں سے وہ مستفید ہو سکیں، یہ خیال پچھلے زمانے میں بھی بزرگوں کے سامنے آیا تھا[1] لیکن ابتک اس پر عمل نہیں ہو سکا ہے، البتہ اسکی ایک دوسری شکل کی طرف کچھ لوگوں کا رجحان ہو چلا ہے، یعنی انگریزی تعلیمگاہوں کے طیلسانی (گریجویٹ) یا نیم طیلسانیوں (انڈر گریجویٹ) کو دار العلوم میں شریک کر کے مذہبی علوم کی تعلیم دیجائے - اور اس قسم کے چند طلباء اب دار العلوم میں شریک ہیں، ان لوگوں کے ساتھ خاص رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے، اور ضرورت ہوتی ہے تو انکی ابتدائی تعلیم کے لئے مستقل نظم کر دیا جاتا ہے،

بعض تعلیمی خصوصیات یہاں کے طلبہ کے لئے دو چیزیں لازمی ہیں، ایک تو یہ کہ ہر طالب العلم اپنے سبق کا کافی مطالعہ کر کے درس میں حاضر ہو، اساتذہ وقتاً فوقتاً اس کا امتحان لیتے رہتے ہیں، اور جو طالب العلم بغیر تیاری اور مطالعہ کے درس میں شریک ہوتا ہے اسکو کافی تنبیہ کی جاتی ہے، دوسری چیز تکرار ہے، یعنی پڑھنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے اسباق کا اعادہ کرنا، جماعت میں جو طالب علم نمایاں ہوتا ہے اسکو یہ فرض سپرد کیا جاتا ہے، پہلے زمانہ میں اسکا نام "معید" ہوتا تھا، اس کا اثر طلبہ کی استعداد پر بہت اچھا مرتب ہوتا ہے، افسوس ہے کہ مغربی تعلیم گاہوں میں اسکی بالکل پروا نہیں کیجاتی -

معین المدرسین طلبہ کی استعدادی قابلیت بڑھانیکا ایک ذریعہ دار العلوم میں معین المدرسین کی خدمت بھی ہے، فارغ شدہ طلبہ کی ایک منتخب جماعت کو چند سال اگر وہ چاہیں دار العلوم میں قلیل معاوضہ پر قیام کا موقعہ دیا جاتا ہے، اور حسب حیثیت ابتدائی جماعتوں کی تعلیم ان کے سپرد کی جاتی ہے، اس طرح سے انکو تعلیم دینے کا سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے، گویا یہ دار العلوم کا تعلیم المعلمین ہے، مضمون بہت طویل ہو جائیگا اگر اس پر اور اضافہ کیا جائے، اس لئے آخر میں بعض ضروری امور کی فہرست اور ایک تختہ مدرسین و ارکین کو منسلک کرتا ہوں۔

---

[1] دیکھو رپورٹ موتمر الانصار منعقدہ مراد آباد ۱۲

دار العلوم کے سرپرستوں کی فہرست

چند سال سے پہلے دار العلوم کی مجلس شوریٰ جماعت کی سب سے برگزیدہ ہستی کی سرپرستی میں ہوتی تھی، اور اختلاف آراء کی صورت میں سرپرست کی رائے آخری فیصلہ کن رائے خیال کی جاتی تھی، لیکن پہلے چند سال سخت فتنوں کے گذرے منجملہ اختلافی نقاط کے سرپرست کے اختیارات بھی تھے، بالآخر اس عہدہ کو بالفعل ختم کر دیا گیا ہے، لیکن اس سے پہلے جو لوگ اس دار العلوم کے سرپرست رہے ہیں، جہانتک مجھے معلوم ہے ان کے گرامی اسمار حسب ذیل ہیں:-

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مہاجر مکی)

ہندوستان میں چودھویں صدی کے یہ ایک مشہور روحانی بزرگ گذرے ہیں، انکا اصلی وطن تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر) تھا، لیکن ۵۷ء کے "فتنہ" میں انکو ہندوستان چھوڑنا پڑا، اور مکہ معظمہ میں ہجرت کر کے قیام فرما لیا وہیں وفات ہوئی، ان کی شخصیت عجیب تھی، علم ظاہری میں ان کا پایہ کچھ زیادہ بلند نہ تھا، لیکن عرفانی و روحانی کمالات میں اتنے اونچے تھے کہ ہندوستان کے تقریباً اسّی فی صدی علماء، جنہیں باہم بعض مسائل میں اختلاف بھی تھا، وہ ان کے مرید اور خلیفہ تھے، سابق معین المہام امور مذہبی سرکار عالی حضرت نواب فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت حاجی صاحب کے ممتاز خلفاء میں تھے،

بہرحال دیوبند کے عموماً تمام اکابر ان ہی کے براہ راست یا بواسطہ مرید ہیں، عرب میں قیام کیوجہ سے ان کے ارادتمندوں کا حلقہ دوسرے اسلامی ممالک مثلاً عرب، شام، ترکی میں بھی پھیلا ہوا ہے، مثنوی مولانا روم کے اپنے زمانہ میں سب سے بڑے شارح تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

ان کے مختصر حالات گذر چکے، مولانا مرحوم باوجودیکہ دار العلوم کے سب ہی کچھ تھے، لیکن ظاہراً بجز سرپرستی کے آپکا دار العلوم سے نہ انتظامی تعلق تھا اور نہ درسی، آپ مدرسہ سے خارج بعض خاص طلبہ کو خصوصیت سے پڑھایا کرتے تھے، لیکن مدرسہ میں کبھی درس نہیں دیا، آپ سے جب وجہ پوچھی گئی، تو یہ

مشہور حکیمانہ فقرہ فرمایا کہ "مدارس کے ذریعہ سے علم کی مقدار بڑھتی ہے لیکن کیفیت میں کمی ہوتی ہے، اور انفرادی تعلیم کے ذریعہ سے کیفیت بڑھتی ہے، مقدار نہیں بڑھتی۔ مدرسہ علماء کی تعداد بڑھانے کے لئے ہے، اور میری انفرادی تعلیم اگرچہ چند خاص لوگوں تک محدود ہے لیکن ان کی کیفیت کا مقابلہ مدرسہ کے طلبہ نہیں کر سکتے۔ آپ کے خاص الفاظ یہ تھے، مدرسی تعلیم سے علم میں کماً ترقی ہوتی ہے اور انفرادی سے کیفاً، ۵۷ء کی انقلابی تحریک میں آپ بھی ماخوذ ہوئے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ متعدد مقامات پر گولیوں کے نشان بھی تھے، عام معافی کے بعد آپ کو بری قرار دیا گیا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی عربی کالج کے قدیم طلبہ میں تھے، حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے، مولانا محمد قاسم صاحب کے دوست اور ہمدرس رفیق تھے، دنیا سے الگ ہو کر اپنے وطن گنگوہ میں متوکلانہ قیام فرماتے، اور فارغ التحصیل علماء کو آپ اپنے پاس رکھکر روحانی تربیت بھی فرماتے تھے، اور حدیث کا ایک حلقہ قائم کر رکھا تھا جسمیں ایک خاص طرز کے ساتھ حدیث کا درس دیتے تھے ان کے ہزاروں مرید تھے، ابتداء میں ۵۷ء کے فتنہ میں انکو بھی مصائب میں مبتلا ہونا پڑا، لیکن بعد کو بری کر دئے گئے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

یہ بحمد اللہ اتنک بقید حیات ہیں، عام مسلمانوں نے ان کو "حکیم الامۃ" کا خطاب دے رکھا ہے، تھانہ بھون میں متوکلانہ قیام ہے، مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور پھر جتنے بھی ہیں، بڑے مخلص مرید ہیں، آپ کے مواعظ و خطبات کی ایک زمانہ میں سارے ہندوستان میں دھوم تھی، اور تقریباً انکا ایک بڑا حصہ شائع ہو چکا ہے، اور اب تو یہ حال ہے کہ آپ کے خطوط اور آپ کے ملفوظات تک مسلسل شائع ہو رہے ہیں، آپ کی تصنیفات کی تعداد ہزار کے قریب ہے جس میں ایک طرف چار ہزار یا پانچ ہزار صفحات کی کتابیں ہیں، اور تین چار ورق کے رسائل بھی ہیں، حال حال تک آپ ہی دار العلوم کے سرپرست تھے، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا، کچھ باہمی اختلافات کی وجہ سے آپ کو علیحدہ ہونا پڑا، اور اب مجلس شوریٰ بغیر کسی سرپرست کے ہے۔

دار العلوم کے صدر مدرسین

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، اس مدرسہ کے ابتدائی مدرس ملا محمود ولائتی تھے، لیکن یہ مدرسہ کا ابتدائی زمانہ تھا ان کے بعد حسب ذیل حضرات اس عہدہ پر فائز ہوئے۔

مولٰنا محمد یعقوبؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عربی کالج دہلی کے شعبۂ دینیات و مشرقیات کے صدر مولٰنا مملوک علی صاحبؒ کے آپ صاحبزادے تھے، ایک زمانہ تک تیس چالیس روپئے ماہوار کی تنخواہ پر اس مدرسہ کی صدارت کے فرائض آخر وقت تک آپ نے انجام دیئے، علماء دیوبند ان کو روحانی بزرگ خیال کرتے ہیں، اور انکے کشف کرامتوں کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں،

شیخ الہند حضرت مولٰنا محمود حسنؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہی دیوبند کے پہلے طالب العلم ہیں، ابتدا میں معمولی مدرس کی حیثیت سے مدرسہ میں تقرر ہوا، لیکن بہ تدریج ترقی فرماکر صدارت کے عہدہ تک پہونچے ظاہر و باطن دونوں آپ کا آراستہ تھا، ستر سال کی عمر تک پچاس ۵۰ روپئے تنخواہ پر صدارت کے فرائض انجام دیتے رہے، آپ کو مدرسہ پچہتر ۷۵ روپئے دیتا تھا لیکن پچیس ۲۵ روپئے ہمیشہ مدرسہ کے چندے میں شریک فرماتے رہے، آخر زمانہ میں جب جنگ طرابلس و بلقان کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت ہیجان تھا، آپ پر بھی سیاسی خیالات غالب آگئے اور ہندوستان سے روانہ ہوکر حجاز اس پیرانہ سالی میں پہونچے، وہاں آپنے ٹرکی گورنر سے بعض معاملات طے کئے، کہ یکایک جنگ عظیم کے دوران میں شریف حجاز انگریزی حکومت کا حلیف بن گیا، اور آپ کو گرفتار کرکے انگریزوں کے حوالہ کردیا، انگریزوں نے آپکو پہلے مصر اور مصر سے مالٹا میں چار سال تک نظر بند رکھا، جنگ کا فتنہ جب ختم ہوا، تو آپ کو ہندوستان آنے کی اجازت مل گئی، ہندوستان پہنچکر پھر آپ خلافت کی تحریک میں شریک ہوگئے، ترک موالات (نان کوآپریشن) کا دینی فتویٰ آپ ہی نے شائع کیا جس سے ملک میں آگ لگ گئی، حتیٰ کہ علیگڈھ کالج تک کو توڑنے پر لوگ آمادہ ہوگئے مولٰنا سخت بیمار تھے لیکن اسی حالت میں آپ کو علیگڈھ لایا گیا، اور جامعہ ملیہ کی بنیاد آپ کے ہاتھوں رکھوائی گئی لیکن واپس ہونے کے بعد ہی آپ کا وقت پورا ہوگیا، اور اب دیوبند میں مدفون ہیں، دیوبند ہی آپکا وطن بھی تھا، خاکسار کو حضرت ہی سے شرف بیعت حاصل ہے اور حدیث کی سند بھی؛

حضرت الامام مولٰنا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کشمیر کے رہنے والے تھے، دیوبند میں تعلیم کی تکمیل فرمائی، کچھ دنوں کشمیر میں درس و تدریس کا کام انجام دیا اور آخر میں دیوبند تشریف لے آئے، شروع میں تقریباً دس سال تک آپنے بغیر کسی معاوضہ کے مدرسہ میں درس کی خدمت انجام دی، آپ غیر متاہل تھے، لیکن بزرگوں کے اصرار سے آپ نے آخر زندگی میں متاہلانہ زندگی اختیار کی اسکے بعد معمولی تنخواہ لینے لگے جو اس وقت غالباً یہی پچاس ساٹھ ہوگی۔

علوم دینی کے مختلف شعبوں میں آپکا جو بلند مرتبہ تھا، شاید یہ کہا جا سکتا ہے، کہ ہندوستان میں اس جوڑ کا پہلوان دوسرا اب تک پیدا نہیں ہوا تھا، آپ کو جب علامہ رشید رضا مشہور عالم مصر نے دیکھا، اور آپکی تقریر سنی، تو بار بار کرسی سے اٹھ اٹھ کر کہتے "ما رأیت مثل هذا الاستاذ الجلیل" (میں نے اس جلیل القدر استاذ کے جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا) بہرحال دارالعلوم کی یہ خوش قسمتی تھی، کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے بعد صدارت کا کام آپ کے سپرد ہوا، اور مدت تک اس کام کو انجام دیتے رہے، آپ کے زمانہ میں طلبہ کی ذہنیت میں بڑا انقلاب ہوا، اور اچھے اچھے مستعد طلبہ آپ کے حلقہ سے مستفید ہو کر اٹھے، خاکسار کو بھی حضرت سے شرف تلمذ حاصل ہے، لیکن افسوس ہے، کہ پچھلے چند منحوس سالوں میں دیوبند میں ایک خانگی فتنہ کھڑا ہوا۔ اور اسکی وجہ سے حضرت کشمیری کو مدرسہ سے زندگی میں جدا ہونا پڑا، لیکن خدا نے اس شر سے ایک خیر یہ پیدا کیا کہ ٹھیک جس طرح شمالی ہند میں دارالعلوم دیوبند تھا، قریب قریب اسی نہج پر ایک جدید دارالعلوم جنوبی ہند یعنی گجرات کے قصبہ ڈابھیل (ضلع سورت) میں بعض بلند ہمت تاجروں کی بدولت قائم ہوگیا، جو حضرت کشمیری کے خاص معتقد تھے، صرف چند لوگوں نے ہزار ہا روپئے ماہوار کے مصارف سے ڈابھیل میں مدرسہ جاری کر دیا، کتب خانہ قائم کر دیا، عظیم الشان عمارتیں بنوا دیں، اور حضرت کشمیری کو اس مدرسہ کا صدر مقرر کیا گیا، گویا جو کام دیوبند میں ساٹھ ستر سال میں انجام پایا تھا، وہی کام چند سالوں میں ڈابھیل میں بحمد اللہ انجام پا رہا ہے، آخر میں امراض کی شدت سے مجبور ہو کر دیوبند جہاں آپنے گھر بنا لیا تھا، چلے آئے، اور وہیں وفات بھی پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی عربی و فارسی زبان میں متعدد کتابیں ہیں حال میں صحیح بخاری کے متعلق آپ کی درسی تقریروں کا مجموعہ چار جلدوں میں مصر سے شائع ہو رہا ہے۔

حضرت مولٰنا حسین احمد صاحب مدظلہٗ

آپ کا اصلی وطن ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے لیکن آپکے والدین اب سے بہت پہلے ہندوستان کو چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے تھے، آپ کی تعلیم بھی دیوبند ہی میں ہوئی پھر فارغ ہو کر آپ بھی مدینہ منورہ تشریف لیگئے، اور برسہا برس

تک مسجد نبوی میں حدیث نبوی کا درس دیتے رہے، لیکن ان کے استاد مولنٰا محمود حسن صاحب دشیخ الہند) جب سیاسی خیالات سے متاثر ہوکر حجاز پہونچے، تو یہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے، اور انکو بھی اپنے استاد کے ساتھ مالٹا میں نظر بند رہنا پڑا، پھر ان ہی کے ساتھ ہندوستان واپس آئے، اور یہاں کی سیاسی تحریکوں میں استاد کے ساتھ شریک ہوگئے، جسکی وجہ سے متعدد بار آپ کو جیل میں قید کی سزا بھگتنی پڑی،

ان ہی دنوں میں دیوبند میں خانگی فتنہ شروع ہوا، اسوقت مولنٰا ممدوح کے سوا کوئی ایسی شخصیت جماعت دیوبند میں نہ تھی، جو حضرت مولنٰا انور شاہؒ کی جگہ کو معمور کر سکے۔ اسلئے ارباب مدرسہ نے آپ ہی کو صدارت کا عہدہ پیش کیا اور اسوقت تک آپ ہی صدر ہیں، (باقی)

احادیث منظوم

از جناب مولوی محمود احمد صاحب اسرائیلی مقیم بمبئی

صرف بیجا کی مذمت

ایک دن سرور عالم کا یہ ارشاد ہوا! زینت دنیوی سے دل مرا گھبراتا ہے
اک صحابی نے کہا "مال غنیمت تو ہے خیر! کیا یہ ہمراہ کوئی خطرۂ شر لاتا ہے
ہوا ارشاد بھلائی تو بھلائی ہے مگر! دشمن جاں کبھی تریاق بھی بنجاتا ہے
سبزہ چوپائے کی خوراک ہے ہر چند مگر جب بہت اسکو وہ چرجاتا ہے مرجاتا ہے

دولت انساں کے لئے موجب صد کلفت ہے
اس کا اصراف اگر حد سے گذر جاتا ہے (بخاری و مسلم)

اپنا ہر کام خود کرو

حضرت عائشہؓ صدیقہ یہ فرماتی ہیں! کفش پا آپ خود ہی ٹانک لیا کرتے تھے
جامۂ پاک کسی سمت سے پھٹ جاتا تھا تو اسے دست مبارک سے سیا کرتے تھے
اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ خود بکریوں کا دودھ دوہ دوہ کے ہمیں آپ دیا کرتے تھے

مختصر یہ ہے کہ جو کام بشر کرتے ہیں
بے تکلف وُہی حضرت بھی کیا کرتے تھے (مسند حضرت عائشہؓ)

تصوف و احسان

اور ہندوستان میں صوفیہ صافیہ کی برکات

از جناب مولانا نور الحق صاحب علوی پروفیسر اورینٹل کالج لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ءاللہ خیر ام ما یشرکون

مکرم محترم، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی "مدیر الفرقان" بریلی کا ارشاد ہے۔ کہ مجدد نمبر کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ کے بے انتہا فیوض، اور بے شمار کمالات میں سے کسی ایک شعبے پر میں بھی حسب استطاعت کچھ لکھوں۔ حقیر تو کس شمار و اعتبار میں، جو ہر طرح اپنے علم و عمل کے رو سے ہیچ میرز ہے، بڑے بڑے علماء ظاہر جن کی علمی گہرائی اور علمی اخلاص و بلند پایگی ہر موافق و مخالف سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ صوفیہ صافیہ کے کمالات پر۔ نقداً یا تقریظاً۔ خامہ فرسائی کرتے ہوئے، نہ صرف گھبراتے ہیں بلکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ وہ اس میدان میں ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ولقد صدق من قال۔ مصرعہ "فنحن بواد والعذول بوادٍ"

اینجا حیرانی مے خرند یہ ضروری ہے کہ اگر اس مقام پر مجھ کو کسی علمیت کا مظاہرہ، یا مدح و ستایش کی تمنا ہوتی۔ یا کم از کم ناظرین کی تربیت ذہنی اور انکی معلومات میں ترقی ہی مطمح نظر ہوتی۔ تو یقیناً اس خامہ فرسائی کی نوبت آتی کہ "عنقا را بلند است آشیانہ" بلکہ اس تمامتر خامہ فرسائی، اور اس رطب و یابس کے فراہم کرنے کا حقیقی مقصد بجز اس کے کچھ نہیں۔ کہ موجودہ موقع کو غنیمت جان کر اس سلسلہ علیہ کے ساتھ اپنی گہری عقیدت کا اظہار کیا جائے۔ جس کی ان تھک کوششوں سے کفرستان ہند کو حقیقت توحید سے آشنا کیا۔ "ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم"۔ وقت کی قدر کرنا اور موقع کا پہچاننا دانشمند کا خاصہ ہے، اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

بیا پیدا خریدار است جانِ ناتوانی را ‎ ‎ ‎ ‎ پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانی را

تعیین موضوع بخیال ناقص مذکورہ بالا نمبر کے لئے جزئیات کی بجائے اولاً کلیات کو لینا زیادہ

موزوں ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے حضرات علوم مجدد اور دوسرے شعبوں پر لکھنے والے ہیں۔ بنابریں میں صرف چاہتا ہوں کہ حسب تقاضائے وقت، اپنی بساط کے مطابق امور ذیل پر بحث کروں۔

(الف) احسان و تصوف، (ب) صوفیہ و انقلاب، (ج) جامع اسلامیہ ہندیہ اور صوفیہ صافیہ۔

آخر الذکر کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ ہند میں اسلام کی صوفیہ نے کیا خدمت کی، اور ہم ان کے کس حد تک ممنون ہیں، نیز باشندگان ہند پر صوفیہ کی انقلابی تحریک نے کیا اثر کیا اور ان کی اس انقلابی مہم کی گہرائی اور وسعت کہاں تک ہے۔ موضوع بے حد طویل الاذیال ہے۔ لیکن اگر کلی طور، مختصراً ہم اس سلسلۂ بحث کو پایۂ تکمیل تک پہنچاویں تو ظاہر ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اسکی ایک اہم کڑی ہونگے۔ وعلی اللہ قصد السبیل۔ و منہا جائر۔

میں طرز جنون اور ہی ایجاد کرونگا حکیم الہند شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے "حجۃ اللہ البالغۃ" کے شروع میں واشرقت الارض بنور ربہا" کی لطیف تلمیح سے اسطرف اشارہ کیا ہے کہ اس دور آخری میں اہل زماں کے مذاق لطیف تر ہوتے جائیں گے۔ ان کے اذہان گہرے خیالات جدت اور نفاست کو لئے ہوئے ہونگے۔ ہر موضوع کو برہان و قطع کی روشنی میں پرکھا جائیگا۔ بنابریں اس مقالہ میں ہمنے بھی اسی طریق کار کو اختیار کیا ہے۔ خیالات تمام تر، تصریحات سلف سے ماخوذ، اور مسائل سب کے سب اپنے مشایخ کرام کی خوشہ چینی۔ مگر مذاق لطیف کی رعایت سے ان میں جدت پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے تا کہ ابناء زماں کے طبایع ان سے مانوس ہو سکیں وذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس

فصل اول (الف) احسان و تصوف

کتاب و سنت کی تصریحات، لفظ تصوف سے یکسر خالی نظر آتی ہیں البتہ احسان کا لفظ کتاب الٰہی اور سنت نبوی میں اپنی تعریف، اور شعبہ ہائے ضروریہ کے ساتھ موجود ہے قرآن حکیم میں ہے انھم کانوا قبل ذلک محسنین، کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون، وبالاسحار ھم یستغفرون وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔ آیۂ مذکورہ بالا میں احسان کی توضیح کرتے ہوئے کانوا قلیلاً الخ سے اکثار اعمال خیر کی طرف اشارہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اکثار مذکور (بہ شرط اخلاص نیت) تزکیۂ نفس از اخلاق رذیلہ و تحلیہ بہ اوصاف حمیدہ کی اصل الاصول ہے یہی وہ تزکیہ و تحلیہ ہے۔ جس کو عرفاء کی اصطلاح میں فنائے نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی مقام فنا ہے جس سے سرفراز ہونے کے بعد عارفین کے یہاں، سالک کے مقامات

کے دروازے کھل جاتے ہیں

غرض آیۂ کریمۂ مذکورہ میں اخلاص نیت کی توضیح کے بعد، فنائے نفس کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ نفوس صوفیہ کی تعلیم کا اہم مقصد ہے۔ وباللہ التوفیق۔

قرآن حکیم کے بعد حدیث شریف کو لیجئے۔ احسان کی تعریف میں سرورِ عالم و عالمیان صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَن تعبد اللہ کانک تراہ۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنی احسان نام ہے فنائے قلب کا بالفاظ دیگر قلب سالک ماسوی اللہ سے اس طرح خالی ہو کہ بغیر ذکر الٰہی اور کوئی اس کے پیش نظر نہ ہو۔

فنائے نفس کی طرح فنائے قلب بھی صوفیہ کی تعلیم کا اہم مقصد ہے۔ انہی دو چیزوں کو حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب نے تعلیم تصوف کی روح رواں ٹھہرایا ہے۔ حکیم الہند کی تقسیم جزواً اس کے خلاف ہے ومنہا انہ لا مشاحۃ فی الاصطلاح ومن اراد التفصیل فعلیہ بازالۃ الخفاء صفحہ ۱۴۲ ج ۲ ببعد

غرض مذکورہ بالا ارشادات سے احسان کی حقیقت اور اس کے ... نے بہم پہنچائی ہے۔ چنانچہ ... جیسے بیہقی العصر قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کتاب "وصیت نامہ"[1] (از حکیم الہند ...) میں حسب ذیل اختلافات پیدا کئے ہیں

مطالب عمدۂ صوفیہ چند است۔ (۱) فنائے قلب۔ یعنی تصفیہ ... رہبت ہی کمزور پڑ گیا ہے۔

وردِ ذکر و تعالیٰ بحدیکہ ذاکر نفس خود را، بلکہ ذکر را ہم فراموش کند۔ وایں را ... ادام تھا،

و دوام حضور و فنائے قلب، تعبیر میکنند۔ قال علیہ السلام اَن ... تراہ فانہ یراک، مولوی رومی ازیں مقام میگوید ؎

مطلب صوفی بجز یک حرف نیست ‌ ‌ ‌ جز دل اسپیدہ ہمچوں برف نیست

وسرورِ پیغمبراں ازیں جا فرمودند "الا ان فی جسد بنی آدم مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔" وآنچہ در حدیث وارد شدہ کہ بندہ چوں گناہ کند نقطۂ سودا بر دلش نہادہ میشود، تا آنکہ سیاہی تمام قلب را در گیرد، ضد ہمیں صلاح قلب است۔

(۲) فنائے نفس۔ یعنی تزکیۂ نفس از اخلاق رذیلہ و تحلیۂ آن باوصاف حمیدہ۔ وایں را بزبان تصوف

---

[1] "وصیت نامہ" فارسی کا ایک مطبوعہ نسخہ، جولائی ۱۹۳۲ء میں، مولانا الحاج محمد عبدالعزیز صاحب (خطیب گوجرانوالہ) کی سعی سے مجھ تک پہنچا۔ نسخہ مذکورہ ۱۲۶۵ھ میں باہتمام جناب عبدالرحمٰن خان خلف محمد روشن خاں طبع ہوا تھا۔ کتاب مذکور کا یہ نسخہ دراصل مولوی محمد بشیر صاحب سیالکوٹی کی ملکیت ہے جنہوں نے حضرت قاضی صاحب کی کتاب کو پڑھ کے چار مقامات پر مفید تنقید کی ہے۔ جو مطبع نے اصل کتاب کے ساتھ مزج کر کے شائع کی۔ میں نے اپنے نسخے کا اس سے مقابلہ کر کے حواشی مذکورہ کو بھی نقل کر کے مناسب مقامات پر ضم کر دیا ہے۔ فلیتنبہ لذالک ۱۲
محمد نور الحق علوی

بہ "فنا و بقا" تعبیر میکنند - و بہ حرمت اخلاق رذیلہ و وجوب اخلاق حمیدہ، شرع باعلائے صوت ناطق است

تا بجدیکہ اعمال جوارح را در جنب آن ہیچ اعتبار نداشتہ - نماز و مانند آن بہ ریا بدون اخلاص داخل ہوا ست

والا اعمال باطنہ بہ نیت نیک موجب اجر ھ

نکتہ اول من تکلم فی علم الفناء والبقاء ھو ابوذر الغفاریؓ ھ حلیۃ الاولیاء ص۱۵۶

الغرض ہم یہاں احسان کی حقیقت اور اس کے شعبے بیان کر رہے تھے - اس سلسلہ میں حکیم الھند کتاب

"الھمعات" ھمعہ ۶ میں فرماتے ہیں۔ "باطن دین و مخ آن احسان است ھ

تصریحات مذکورہ بالا سے حقیقت احسان واضح ہو جاتی ہے کہ احسان فنائے قلب اور دوام حضور کا نام ہے

اعمال حسنہ اور ان کا اکثار اس سلسلے میں اس لئے ضروری ہے - کہ فنائے نفس حاصل ہو - فنا قلب و نفس کے

بعد سیر مقامات شروع ہوتا ہے جن میں اہم ترین مقامات (حسب تصریح شیخ الطائفہ ابو طالب المکی الحنفی المتوفی

۳۸۶ھ ... ... سرقت ... ... ی لم یصنف فی الاسلام مثلہ ھ نفحات جامی و حکیم الہند) ... ہیں

... کے مذاق لطیف تر ہوتے جائیں ... کل رضا، فقر، محبت[1]۔

ہوئے ہونگے - ہر موضوع کو برہان و ... ضروری توضیح کے بعد یہ رہ جاتا ہے کہ آیا احسان اور تصوف حقیقت اور

کار کو اختیار کیا ہے - خیالات تمام تر ... یا فرق ہے؟ حکیم الہند ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں، تصوف بعرف شرع

خوشہ چینی - مگر مذاق لطیف کی ر... نام اور ... ق الفاظ میں بہت ہی وسعت ہے ایک لفظ دوسرے کی بجائے بلا نکیر استعمال

... بیکم ... ذلک من ...

ہو سکتا ہے - کتاب و سنت ... سے ... نی نہیں، اصل غرض یہ ہے کہ (۱) مادہ اشتقاق کی رو سے

(۲) موضوع لہ کی حیثیت سے لفظ تصوف کیا ہے؟ آیا وہ عربی الاصل ہے یا دخیل ہے - پھر اس کی حقیقت کیا ہے؟

اس لفظ کے مادہ اشتقاق کی تعیین میں مختلف اقوال نقل ہوئے ہیں۔

(۱) "کتاب اللمع" (از ابو نصر عبداللہ بن علی الطوسی معروف بہ طاؤس الفقراء (نفحات جامی) تلمیذ تلمیذ سید الطائفہ

جنیدؒ، متوفی ۳۷۸ھ) میں ہے۔

---

[1] (نکتہ حدیثیہ) ارشاد "کانک تراہ" کی تشبیہ و تخمین، اور "فان لم تکن تراہ فانہ یراک" کی دلیل میں بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ حافظ ابن رجب حنبلی کے صنیع سے بجمال ناقص یہ معنی معلوم ہوئے، یعنی احسان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی اسطرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ یہ گویا اس لئے کہا گیا کہ ہر چند تم اس کو نہیں دیکھ رہے۔ لیکن وہ بہر حال تم کو دیکھ رہا ہے [اس لئے یوں سمجھو کہ تم بھی اس کو دیکھ رہے ہو] ۱۲ محمد نور الحق العلوی غفر لہ

الصوفیة نسبوا الی ظاھر اللُبسة، لان لُبسة الصوف دأب الانبیاء وشعار الاولیاء والاصفیاءُ (الی ان قال) فالصوفیة عندی نسبوا الی ظاھر اللباس لان لبس الصوف کان دأب الانبیاء والصدیقین، وشعار المساکین المتنسکین ص۲۱

(ترجمہ) صوفیہ اپنے ظاہری لباس کی وجہ سے صوفی کہلائے یہ اس لئے کہ بھیڑوں کی اون کے کپڑے پہننا انبیاء، اولیاء، برگزیدہ ہستیوں کا نشان خاص ہے، بنا برعلی ہذا الخیال من یہ نام ظاہری لباس ہی کی رعایت سے ہے۔ کیونکہ اون کا لباس انبیاء، صدیقین اور مسکین عبادت گزاروں کا ہے۔

(۲) حضرت امام ابوالحسن علی بن عثمان الجُلاّبی الھجویری[1] الغزنوی اللاھوری متوفی سنہ ۴۶۵ھ (کشف الظنون) کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ مردماں اندر تحقیق ایں اسم بسیار سخن گفتہ اند، وکتب ساختہ (الف) جامۂ صوف دارند (ب) در صف اول ے باشند (ج) تولی باصحاب صفہ کنند (د) ایں اسم از صفا مشتق ست

کشف المحجوب مطبوعہ لینن گراڈ روس، سنہ ۱۹۲۶ء

(۳) سب سے زیادہ کاوش بیجا حافظ ابونعیم اصبہانی، متوفی سنہ ۴۳۰ھ نے بہم پہنچائی ہے۔ چنانچہ اپنے حلیۃ الاولیاء ص۲ ج۱ میں اس پر مبسوط بحث کی ہے۔ اور مادۂ اشتقاق میں حسب ذیل احتمالات پیدا کئے ہیں

(الف) صوفانہ سے ماخوذ ہے، صوفانہ ایک نہایت کوتاہ قد اور بہت ہی کمزور پودا ہے۔

(ب) یا صوفہ سے، صوفہ ایک قدیم قبیلہ کا نام ہے جو حجاج اور کعبہ کا خادم تھا،

(ج) یا صوفۃ القفا سے، گدی کے بالوں کو صوفۃ القفا کہتے ہیں۔

(د) یا صوف سے، جس کے معنی اون کے ہیں۔

بعد ازاں شیخ نے ہر ایک احتمال کی وجہ مناسبت ذکر کی ہے من اراد الاطلاع فعلیہ بالکتاب المذکور۔

اغلوطہ ہمارے خیال ناقص میں مذکورہ بالا تدقیقات، اسی طریق کار کی اتباع ہیں، جو عام عرب مصنفین کا شیوہ ہے۔ مصنفین مذکور ہر ایک لفظ کو، خواہ کسی زبان کا ہو۔ عربی الاصل سمجھکر، اسکی وجہ اشتقاق کسی نہ کسی مادہ سے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ اس تکلف بیجا کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو علامہ یاقوت حموی متوفی سنہ ۶۲۶ھ کی معجم البلدان کو دیکھ لیا جائے۔

---

[1] شہزادہ دارا شکوہ کی کتاب "سفینۃ الاولیاء" کا ایک نسخہ خود انکے قلم کا لکھا ہوا یہاں موجود ہے (گو سفینۃ الاولیاء طبع بھی ہو چکی ہے) اسمیں فرماتے ہیں ھجویری کی اصل غزنین سے ہے۔ جلاّب اور ھجویر شہر غزنی کے دو محلے ہیں، یہ ایک سے اٹھ کر دوسرے میں جا بسے تھے اس لئے جلابی وھجویری کہلائے۔ وقبر والد بزرگوار ایشان در غزنین است وقبر پیر ہجویری درمیان شہر لاہور مغربی قلعہ واقع شدہ وفقیر نیز بزیارت روضۂ منورہ ایشان مشرف گشتہ [ورق ۱۶۳] ۱۲ محمد نورالحق العلوی الحنفی۔ غفرلہ

حذاق لغت، ماہرین فلسفۃ اللسان کے یہاں یہ طریقہ نہایت ہی معیوب، اور بعید از تحقیق ہے، کیا ساری دنیا کی زبان عربی تھی؟ کیا تمام الفاظ پہلے عربی کے سانچے میں ڈھالے گئے۔ اور پھر عجم و روم وغیرہ ممالک کے نام رکھے گئے؟ ہرگز نہیں۔

حقیقت حال | اس باب میں اصل حقیقت وہی ہے جو علامہ حکیم ابو ریحان احمد بن محمد البیرونی[۱] الخوارزمی متوفی ۲ رجب ۴۴۰ھ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "کتاب الہند" ص۱۶ میں لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

السوفیہ (الصوفیہ) ھم الحکماء فان سوف [صوف] بالیونانیۃ الحکمۃ، وبھا یسمی الفیلسوف پیلا سوپا [فیلاسوفا] ای محب الحکمۃ + ولما ذھب فی الاسلام قوم الی قریب من رایھم سموا باسمھم ولم یعرف اللقب بعضھم فنسبھم للتوکل الی اصحاب الصفۃ، وانھم اصحابھا فی عصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم + ثم صُحِّف بعد ذلک فصیّر من صوف التیوس۔ وعدل ابو الفتح البستی عن ذلک احسن عدول فی قولہ تنازع الناس فی الصوفی واختلفوا فیہ قدما وظنوہ مشتقا من الصوف، ولست انحل ھذا الاسم غیر فتی صافی فصوفی حتی لقب بالصوفی ھ [فی العبارۃ تحریف۔ نور]

(ترجمہ) صوفی یعنی فلاسفر ہے۔ کیونکہ یونانی میں لفظ سوف بمعنے فلسفہ ہے یہی وجہ ہے کہ یونانی میں فیلسوف کو فیلاسوفا کہتے ہیں یعنی فلسفے کا دلدادہ (۲) چونکہ اسلام میں ایک جماعت ایسی تھی جو انکے مسلک کے قریب قریب تھی۔ اسلئے اس جماعت کا نام بھی صوفی پڑ گیا (۳) بعض علمانے اس لفظ (صوف) کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اور ان اشراقی فلاسفروں کو صفت توکل کا حامل دیکھکر کہا کہ صوفی مشتق ہے اصحاب صفہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک برگزیدہ جماعت ہے (صاحب حلیہ نے ان کی تعداد ۱۰۳ بتلائی ہے اور حلیۃ الاولیاء میں ان تمام کے حالات یکجا جمع کر دیے ہیں۔ دیکھو جلد اول ص ۳۳۷ تا جلد دوم ص۳۲ (۴) مذکورہ بالا خامی تو غلط فہمی تھی۔ لیکن اس کے بعد لفظ (صوف) میں تحریف شروع ہوئی۔ اور اسکو صُوف عربی سے بمعنی بھیڑ بکری اون کے بال، سمجھا گیا۔

---

[۱] بیرون، اندرون، فارسی لفظ ہے یعنی بیرون خوارزم۔ علامہ کی سکونت خوارزم کی شہر پناہ سے باہر تھی [بریلویات] ایک مقامی عالم میرا ایک ریہاں کے ایک مقامی مشہور بدعتی کے پاس جولاہور میں بریلویت کے سب سے بڑے مناد ہیں لیکر گئے۔ رسالہ میں ایک جگہ البیرونی کا حوالہ تھا۔ صاحبزادہ نے چھوٹتے ہی کہا۔ البیرونی (بیروت) چاہیے تھا۔ یہ گلابی وہابی الفاظ میں بھی تحریف کرنے سے نہیں شرماتے (ب) انہی صاحبزادہ صاحب کو ایک دفعہ مقامات حریری پڑھنے کا شوق چرایا۔ حریری کے خطبہ میں ایک جملہ ہے "ولا یشق الظالع شأو الظلیع" [یعنی لنگڑا ٹٹو اسپ رہوار کی دوڑ کو نہیں پا سکتا] صاحبزادے کے سامنے حریری مطبوعہ نول کشور پریس فارسی ترجمہ والی تھی۔ وہاں شأو کا ترجمہ "تگ" (بمعنی تگ و دو۔ دوڑ دھوپ) لکھا ہوا تھا آپ ترجمہ کرنے لگے [لنگڑا ٹٹو موٹے تازے گھوڑے کی ٹانگ کو نہیں پا سکتا] طلبہ نے سوال کیا کہ "تگ" کیا ہے۔ جبا ختہ فرمایا زین کی ڈ مچی۔ (ج) یہی صاحبزادے ایک دفعہ سبعہ معلقہ پڑھا رہے تھے۔ طرفہ بن عبد کے قصیدے میں ایک مصرعہ ہے "واعلم مخروت من الانف مارن" [یعنی میری سانڈنی کا اوپر کا ہونٹ چرا ہوا اور اسکی ناک چھدی ہوئی ہے] "اَعلم" کے لفظ پر آپ اٹک گئے۔ ایک طالبعلم نے دریافت کیا۔ میاں! تمہاری شرح والا [حضرت اعلیٰ مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی] "اعلم" کے معنی کیا لکھتا ہے۔ اس کی "کٹا ہوا چرے ہوئے ہونٹ والی ناقہ" یہ کہکر فرمانے لگے سارے وہابی ہر چیز میں مہار ہوتے ہیں اعلم کے معنی ہیں "سب سے بڑا عالم" جیسے ہمارے ابا جی حضرت سعدی نے خوب فرمایا ہے "گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد + بخود گمان نبرد ہیچ کس کہ نادانم"

۱۲ محمد نور الحق العلوی غفرلہ

ہم سے پہلے حکیم ابوالفتح (علی بن محمد کاتب بستی متوفی سنہ۴۰۰ھ) نے اس خیال فاسد سے اعراض کرتے ہوئے لکھا کہ لفظ صوفی کے مادۂ اشتقاق میں مدت سے اختلاف چلا آیا ہے اور اس کو صوف (بمعنی اون) سے مشتق مانا جاتا ہے (اگلی عبارت محرف معلوم ہوتی ہے۔ نورالحق)

حقیقت احسان کی تعیین میں جسطرح ہم نے اپنے شیخ المشائخ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے استدلال کیا تھا۔ اسیطرح ہم چاہتے ہیں۔ کہ تصوف کی لغوی اور معنوی تحقیق میں بھی اپنے مشائخ کرام کا دامن ہاتھ سے نہ دیں۔ خواجہ نظیریؒ نے اس موقع پر خوب فرمایا ہے ؎

روئے نکو معالجۂ عمر کوتہ است | ایں نسخہ از بیاضِ مسیحا نوشتہ ایم

حضرت مولانا مُہاجر عم فیضہم "کتاب التمہید فی ائمۃ التجدید" حصہ دوم صفحہ ۴۹ بعد (نسخہ خطبہ) میں لکھتے ہیں۔

والذی تحقق عندی ان الصوف کلمۃ یونانیہ معناها الحکمۃ۔ فقد تکلف من جعلها کلمۃ عربیۃ وتخیل اشتقاقها من الصوف والصفاء۔ (۲) واختص فی عرف المسلمین بالعارف، ای العالم بالحکمۃ الاشراقیۃ الالٰھیہ، کما یطلق المتکلم علی العالم بالحکمۃ الالٰھیۃ المشائیۃ۔ (۳) لکن اشتبہ علی بعض اھل العلم الاحسان بالتصوف والعقائد بالکلام لانھم رأوا من ائمۃ المسلمین جماعۃ جمعوا بین الاحسان والتصوف، وطائفۃ جمعوا بین العقائد والکلام وما قدروا علی التمییز فوقعوا فی الخلط والغلط۔ والامام ولی اللہ الدھلویؒ ازال الاشتباہ والخفاء عن تلک المباحث (۴) فما متخصصون بالحکمۃ الالٰھیۃ الاشراقیۃ کان بد ائتھم فی الاسلام

(ترجمہ) میرے یہاں محقق یہی ہے کہ لفظ صوف اصل میں یونانی ہے جس کے معنی حکمت کے ہیں۔ یہ سرا سر تکلف ہے کہ لفظ مذکور کو عربی الاصل سمجھ کر اسکا مادۂ اشتقاق صوف یا صفا قرار دیا جائے (۲) مسلمانوں کی اصطلاح میں یہ لفظ "عارف" کے لئے مخصوص ہے عارف کے معنی ہیں حکمت الٰہی اشراقی کا عالم۔ اسکے مقابل لفظ متکلم ہے جسکا مفہوم ہے حکمت الٰہی مشائی (استدلالی) کا ماہر۔ (۳) بعض علما نے احسان وتصوف اور عقائد وکلام کے مفہوم کو متحد مانا ہے۔ اور یہ سراسر اشتباہ اور غلط فہمی ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے ائمہ مسلمین کی ایسی جماعت دیکھی جو احسان وتصوف کی جامع، یا عقائد وکلام کی حامل تھی۔ امتیاز کی دسترس نہ تھی۔ بنا برین خلط مبحث کا شکار ہو کر سمجھنے لگے کہ احسان وتصوف اور عقائد وکلام ایک حقیقت کے دو عنوان ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہمارے مشائخ میں سے حکیم الہند نے اس غلط مبحث کو محسوس کیا اور اپنی تصانیف میں اسکو مٹانے کی سعی کی (۴) حکمت الٰہی

قريبًا من زمن المامون[1]

[اصحاب الصحو] فان اصحاب الصحو منهم يرجعون الى سيد الطائفة جنيد البغدادي الذي صحب السري السقطي صحب المعروف الكرخي صحب علي الرضا بن موسى الكاظم [اصحاب السكر] ومرجع اصحاب السكر منهم ابو يزيد البسطامي سلطان العارفين صحب جعفر بن موسى الكاظم الذي يسميه الامامية بالجعفر الكذاب صرح به الامام عبد العزيز الدهلوي

اشراقی کی خصوصی حاملین اسلام میں مامون اعظم کے عہد کے قریب قریب پیدا ہوئے

[اصحاب صحو] ان میں سے اصحاب صحو کا مرجع سید الطائفہ حضرت جنید بن محمد بغدادی [متوفی سنہ ۲۹۸ھ] ہیں حضرت جنید نے حضرت سری بن مغلس سقطی [متوفی سنہ ۲۵۳ھ] سے اور انہوں نے معروف بن فیروزان کرخی متوفی سنہ ۲۰۰ سے اور انھوں نے حضرت علی بن موسیٰ رضا [متوفی سنہ ۲۰۳ھ والی عہد و داماد مامون اعظم] سے فیوض حاصل کئے۔ [اصحاب السکر] رہے اصحاب سکر تو ان کا مرکز حضرت سلطان العارفین ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی

---

[1] مامون اعظم ۲۵ محرم سنہ ۱۹۸ھ کو خلیفہ ہوئے اور ۱۸ رجب سنہ ۲۱۸ھ کو فوت ہوئے ۵ محاضرات خضری۔ فرقہ ہائے شیعہ اور خوارج گو اسلام کے قدیم اختلافی گروہ ہیں۔ مگر ان کا موضوع خیال اور مرکز عمل درحقیقت سیاسی اور محض سیاسی تھے۔ ہمارے ان خارجی تحریک رفض کا رد عمل ہے۔ رفض نے خروج کو بروئے کار لایا۔ البتہ معتزلہ ایسا فرقہ تھا جسکا مذاق سراسر علمی اور انکی موشگافیاں تمامتر عقلی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی ایاس متوفی سنہ ۱۲۰ جیسے متفرس امت محمدیہ فرماتے ہیں "ما کلمت احدًا من اصحاب الاهواء بعقلي كله الا القدرية ه حلیہ ص۱۲۳ وقال یونس بن عبید (تلمیذ حسن بصری متوفی سنہ ۱۳۹ھ) فتنة المعتزلة على هذه الامة اشد من فتنة الازارقة ه حلیہ ص۲۱ شیخ عبدالعزیز بخاری متوفی سنہ ۷۳۰ شرح اصول بزدوی میں امام اعظم سے ناقل ہیں "لم يكن في طبقات اهل الاهواء احد اجدل من المعتزلة، لان ظاهر كلامهم مموه يقبله القلوب فكنت اذيل تموههم بمبدع الكلام اه ضمیمہ ابانہ ص۱۱ طبع حیدرآباد۔

پھر سب سے بڑھکر مشکل یہ تھی۔ کہ معتزلہ اپنے تمامتر معتقدات کو صرف قرآن حکیم سے استنباط کرتے تھے۔ اور احادیث کے ذخائر کو اپنے مقصد کے خلاف پاکر ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے عادی تھے۔ بالفاظ دیگر قرآن حکیم کو اپنے خیالات اور خود ساختہ امیال و عواطف پر ڈھال کر، وحی الٰہی سرودہ کہلواتے تھے۔ جو خود انکی زبان پر جو یا ان کے دل میں مخفی ہو اسکو تحریف معنوی کہا جاتا ہے جس کی بدولت مذاہب سابقہ برباد ہوئے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

الصوفیة والسیاسة الاسلامیه) وکان اهم مشاغل تلك الطائفة من الحکماء التوغل فی السیاسة الاجتماعیة۔

[ارتقائیہ] فرأیت اهل العلم منقسماً الی قسمین فمن کان ارتقائیاً ونظریات سیاسته توافق الحکومة انضم الی الحکومة ودخل فی اعمالها

[متوفی ۲۶۱ھ] ہیں آپ نے جعفر بن موسیٰ کاظم سے فیوض حاصل کئے جن کو امامیہ شیعہ جعفر کذاب کہتے ہیں جیسے امام عبدالعزیز دہلوی نے لکھا۔

(۵) (سیاسیات عالم اور صوفیہ) مذکورہ بالا اشراقی حکما کے یہاں زندگی کا سب سے بڑا نصب العین سیاست اجتماعیہ اسلامیہ میں شب و روز منہمک رہنا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس اختلاف (اعتزال) کی جڑ سب سے پہلے بصرہ میں قائم ہوئی پھر وہ تمام تر طاقت کے ساتھ رفتہ رفتہ بغداد کی پبلک اور سیاست پر چھا گیا اور مامون، معتصم، واثق، اس رو میں بہ نکلے۔ خاک بصرہ ہی سے تحریک واصل بن عطار کا خمیر مایہ اٹھایا گیا۔ واصل مدینہ طیبہ میں ۸۰ھ کو پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ کو فوت ہوا۔ (وفیات ولسان وتہذیب) باوجود موانع کے واصل نے تبشیری جماعتیں تبلیغ کے لئے روانہ کیں۔ عبداللہ بن حارث کو مغرب کی طرف، حفص بن سالم کو خراسان کیطرف اور عثمان طویل کو ارمینیہ روانہ کیا۔ جنھیں اپنے مشن میں کامیابی ہوئی [کتاب المنیة والامل از احمد بن یحییٰ بن مرتضیٰ زیدی صنعانی متوفی ۸۴۰ھ]

اسی خاک سے عمرو بن عبید شیخ المعتزلہ وزاہد المعتزلہ متوفی ۱۴۳ھ اٹھا۔ ابو جعفر منصور کو اس سے بے انتہا عقیدت تھی حتی کہ جب وہ خلیفہ کی استدعا پر بصرہ سے بغداد آیا تو خلیفہ نے اپنے ولی عہد محمد مہدی کو فرمایا بیٹا! اٹھو اور چچا کے گدھے کی باگ پکڑو۔ الوداع کے وقت خلیفہ نے دس ہزار درہم پیش کئے جنھیں عمرو بن عبید نے نہایت استغنا سے رد کر دیا۔ آخر خلیفہ نے کہا کوئی اور کام ہو تو ارشاد کیجئے۔ عمرو بن عبید نے تاریخ کا یہ زریں جملہ کہا "لا تبعث الی حتی اتیك - قال اذا لا تلقانی قال هی حاجتی"۔ یہ عمرو بن عبید ہی ہیں جن کا مرثیہ ابو جعفر منصور نے لکھا۔ ورنہ کوئی عالم ایسا نہیں گزرا جس کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ شہنشاہ وقت اسکا مرثیہ لکھے۔

الغرض بصرہ ہی وہ شہر ہے جہاں عربی ذہنیت کا مقابلہ کرنے کے لئے عجمی ذہنیت قائم ہوئی۔ اور شعوبیہ نے پھلنا پھولنا شروع کیا [شعوبیہ کے لئے ملاحظہ ہو کتاب بلوغ الارب الالوسی جلد اول] پھر یہ عجمی ذہنیت رفتہ رفتہ نظریہ خلق قرآن کی تحریک میں پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ نظریہ خلق قرآن کا فلسفہ ہمارے ہاں بھی ہے کہ عربی ذہنیت کے مقابلے میں عجمی ذہنیت نے دم خم دکھلائے۔ یہی راز ہے کہ نظام ابراہیم معتزلی نے [مات فی خلافة المعتصم سنة بضع وعشرين ومائتين ھ لسان المیزان ص۶۷ ترجم له

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[انقلابیہ] ومن کان انقلابیاً ونظریات سیاستہ لا توافق الحکومۃ تشبث بالتصوف، وکان ذالک یسهل التفکر بدون التقید بالمذاهب والرسوم وکان یجتمع حوله جماعۃ من المستظلمین بظلم الحکومات ویقتدر بها علی بث افکار فی عامۃ المسلمین سراً وعلانیۃ واتخذ وذالک عن العکوبین، فانهم کانوا مرکز السیاسۃ المخالفۃ للحکومۃ ومنبع الانقلاب من اول زمان بنی امیۃ ھ

[سیاست پرست صوفیہ کی قسمیں (الف) ارتقائیہ] بعد ازاں ان میں سے جو ارتقائی (اشاہ پسند) ہوتے اور ان کے سیاسی نظریے حکومت وقت کے موافق ہوتے۔ تو وہ حکومت سے مل جاتے اور سیاسی امور میں اس کا ہاتھ بٹاتے۔

(ب) [انقلابیہ] اور جو حضرات انقلاب پسند ہوتے اور انکے سیاسی معتقدات حکومت سے مختلف ہوتے، وہ تصوف کی آڑ میں اپنی طاقت کو بڑھاتے۔ کیونکہ تصوف سے مذہب اور رسوم کی تقیدات کسیقدر کم ہو کر، آزادی فکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے اردگرد حکومت کی ستائی ہوئی جماعتیں جمع ہو جاتیں۔ اس سے ان (صوفیہ) کو عام مسلمانوں میں ظاہری اور خفیہ طور پر اپنے معتقدات کی اشاعت کا اچھا موقع مل جاتا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ الخطیب فی تاریخہ ولم یذکر سنۃ وفاتہ] اعجاز قرآن کا سرے سے انکار کر دیا۔ بالفاظ دیگر عربی ذہنیت کے تفوق کو عجمی ذہنیت کی تعلی سے توڑا گیا۔ عبدالرحیم خیاط معتزلی (لسان الفہرست، تاریخ بغداد) کتاب الانتصار میں لکھتے ہیں "وکان النظام یزعم ان نظم القرآن وتالیفہ لیسا بحجۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الخلق یقدرون علی مثلہ ھ خلق قرآن کے نظریے کی روح بھی یہی ہے کہ قرآن انسان کا خود ساختہ کلام ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اور دل میں اسیطرح پیدا کر دیا گیا۔ جیسے ایک نیچے میں گویائی پیدا کی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر عربی بلکہ عجمی بھی ایسا قرآن بنا سکتے ہیں۔ اسی لئے امام احمد بن حنبل شیبانی متوفی ۲۴۱ھ نے جو خالص عربی النسل تھے۔ روح عربیت کی تحفظ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ آپ کی سعی سے یہ رقابت عجمیہ جو عربی ذہنیت کے مونھ آرہی تھی، چوتھی صدی کے آخر تک اپنی موت آپ مرگئی۔ اور فتنۂ اعتزال ہمیشہ کے لئے خاک نامرادی میں سو گیا۔

[اسباب رقابت مذکورہ] قال المورخ الخضری فی محاضرات ظهور الدولۃ العباسیۃ علی ایدی اهل خراسان والموالی جعل لهولاء شاناً عظیماً فی الدولۃ وحقاً لا ینقص عن مقام العرب، فکانت القواد العظام من اهل خراسان ومن العرب (۲) وقیام دولۃ المامون باهل خراسان زادهم فی الدولۃ و بقدر ما زادهم نقص من شان العرب، حتی لم یبق قائد معروف من العرب کما کان فی عهد المنصو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(۶) [اہل بیت اور انقلاب] صوفیہ نے تحریک انقلاب کے اصول و فروع ائمہ اہل بیت سے سیکھے کیونکہ ابتدار حکومت بنی امیہ سے بھی جماعت (اہل بیت) قائم شدہ حکومت کی سیاست کے خلاف کا مرکز، اور حکومت وقت کے خلاف انقلاب قائم کرنے کا منبع تھی ۔

تنقیح المبحث | ہم احسان و تصوف کی ماہیتیں اور مصادیق بیان کر رہے تھے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسانی ہستی کا جو تعلق کائنات عالم سے ہے۔ پھر کائنات عالم کو اپنے خالق جل مجدہ سے نسبت ہے اس کو قرآن حکیم نے نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اور انسان کو مکمل اجتماعی تعاون کے ساتھ اسکی حکمت، اور اس حکمت کی روح بھی سکھائی۔ البتہ اس کے مبادی میں استنباطی علوم منطق و ریاضیات کو طریقہ تعلیم نہیں بنایا بلکہ قوم کو اسکی روز مرہ کی مادری زبان میں خطاب کیا۔ اس طریق کار سے اعلیٰ متوسط ادنی استعدادوں کو ایک ہی نظام میں منسلک کر دیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) والمهدی والرشید ولما کان جیش الدولة هو الذی یدل علی حقیقة امرها کان من الواضح ان الدولة لیس لها من العربیة الا اللغة ه [خلق قرآن] اس مسئلہ میں ہمارے خیالات کی تائید مولانا مہاجر عم فیوضہم نے کتاب التمهید حصہ اخیر ص۱۵ میں بالفاظ ذیل فرمائی ہے قلت وقد تحقق عندی ان البحث فی مسئلة خلق القرآن کان نوعًا من معارضة ذهنیةٍ للعجم لذهنیة العرب حتی تذهب عن قلوب الناس هیبة تقدم لسان العرب، فانهم اسسوا اصولاً ینتج منها بالید اهتهٖ ان نسبة الالفاظ القرآنیة الی الله تعالیٰ لیست علی الحقیقة بل یطلق علیها کلام الله مجازًا۔ فانکر علیه اشد الانکار الامام احمد بن حنبل خاتم فقهاء العرب وقلوث به اکابر المحدثین العجمیین مثل الامام یحیی بن معین والامام علی بن المدینی والامام محمد بن اسماعیل البخاری۔

[تذییل] وان شئت جعلت معارضة الشافعیة والحنفیة من الفقهاء راجعة الی تخاصم العرب والعجم والافاسعنی هذا الشقاق والافتراق بعد تقارب مسالک الائمة المجتهدین الامام مالک والشافعی والامام ابی حنیفة والثوری وابی یوسف والله الموفق ه [نظریہ انکار ختم نبوت] نظریہ خلق قرآن جیسے رقابت عرب و عجم کا ایک خطرناک تباہ کن شعبہ ہے ۔ تا آنکہ ھلال بن علاء رقی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر چار ہستیوں کے طفیل احسان عظیم کیا۔ انہیں سے ایک حضرت امام احمد ہیں۔ اس لئے کہ اگر امام (باقی بر صفحہ آئندہ)

(۲) قرآنی تعلیم نے انسانی زندگی کو اس دنیا پر ختم نہیں کیا۔ بلکہ بڑے زور شور سے یقین دلایا۔ کہ اچھے بُرے اعمال کا نتیجہ دیکھنا نہایت ضروری ہے۔ اگر اس دنیا میں کوئی عمل بے نتیجہ نظر آئے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ انسان کو دوسری زندگی میں اس سے دوچار ہونا پڑے گا۔

(۳) علی ہذا القیاس علت و معلول کا تلازم بھی نوع انسان کے ذہن نشین کرایا۔ اور اس کی اہمیت کو یہاں تک بڑھایا کہ جو شخص اس یقین کے پیدا کرنے میں قاصر رہا اور تمام کائنات کو ایک مکمل نظام میں مرتبط نہ مان سکا یعنی تقدیر الٰہی پر ایمان نہ لا سکا وہ اس سوسائٹی سے خارج ہوگا اور اسکا کوئی کام قابل قبولیت و اعتبار نہیں ہو گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مسئلہ خلق قرآن میں ذرہ بھر کمزوری دکھاتے تو ساری اسلامی دنیا کافر ہوجاتی ۵ خطیب ص۲۱/۱۲۔ اسیطرح مسئلہ انکار نبوت بھی مضر و ربیعہ کی باہمی رقابت کا کرشمہ ہے اور بس۔ چنانچہ ربیعہ کے اکابر نے جب دیکھا کہ نعمت نبوت مضر کے ہاتھ میں آگئی تو مسیلمہ وغیرہ آتش رقابت سے جل اُٹھے اور ربیعہ کے گھروں میں بھی بخیال خود نبوت کے جھنڈے گاڑ دئے۔ ان کے بعد عجم کے لئے راستہ صاف تھا۔ وہ جب قرآن حکیم کے اعجاز کا بلکہ کلام الٰہی ہونے کا انکار کر سکتے تھے تو ختم نبوت کا انکار ان کے لئے کونسا لاینحل نکتہ رہ جاتا ہے۔

اس اصول کو پیش نظر رکھکر متنبیان کذاب کی تاریخ پر نظر ڈالئے۔ پھر اختلاف المذاہب کے علمبرداروں کے شجرۂ نسب کا کھوج لگائے تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ امام عبدالقاہر بغدادی شافعی متوفی ۴۲۹ھ کا یہ جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے "وما ظهرت البدع والضلالات فی الادیان الا من ابناء السبایا کما روی فی الخبر ۵ الفرق ص۱۱" ہم ائمہ اعتزال اور ان کی تحریک کے من وعن سے بحث کر رہے تھے الغرض رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بشر بن غیاث مریسی متوفی ۲۱۸ھ تک پہنچا۔ جس کے متعلق حافظ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کتاب مناقب احمد ص۳۰ میں لکھتے ہیں ہارون رشید نے کہا مجھے معلوم ہوا ہی کہ بشر مریسی خلق قرآن کا قائل ہے۔ یہ خدائے لایزال اگر وہ میرے قابو آیا تو اس کو قتل کر کے چھوڑونگا۔ چنانچہ بشر عہد ہاروں میں تقریباً بیس سال تک روپوش رہا ہاروں کی وفات ۱۹۸ء کے بعد میدان میں آیا اور اپنے معتقدات کی تبلیغ کی یہی وجہ ہی کہ عہد ماموں سے پیشتر اختلاف المذاہب کے علمبرداروں کو متوارث عقائد اسلام کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ تھی اور علانیہ اظہار رائے کی آزادی حاصل نہ تھی۔ کیونکہ پبلک اور حکومت ہر دو اس کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ماموں پہلا شخص ہی جس نے قاضی یحییٰ بن اکثم متوفی ۲۴۲ھ کو حکم دیا کہ چالیس علما کی مجلس شوری مقرر کرے۔ یہ علما دربار میں حاضر رہیں۔ تاکہ خلیفہ بوقت ضرورت ان سے استصواب کر سکے۔ مجلس مذکور میں محدثین، فقہا، متکلمین وغیرہ سبھی قسم کے (باقی برصفحہ آئندہ)

(۴) ظاہر ہے کہ تمام انسانی دماغ اس قسم کی اعلیٰ تعلیم سے یکساں متاثر نہیں ہوتے۔

احسان و محسنین | پس جو علماء اسلام اس تعلیم کی روح تک پونہچیں اور اس ظاہر کے باطن کو مکمل طور پر سمجھ لیں انھیں "محسنین" اور "راسخین فی العلم" کا خطاب دیا گیا ہے اور اس عمیق مطالعہ کا نام احسان اور رسوخ فی العلم قرار پایا۔

تصوف و صوفیہ | جب رومی، ایرانی، یونانی، ہندوستانی جماعتیں اسلام میں داخل ہوئیں محسنین کی اس جماعت میں سے اشراقی فلاسفر پیدا ہوئے۔ اسلامی اصطلاحی زبان میں فلاسفر کو صوفی اور فلسفۂ اشراقیہ کو تصوف کہا جاتا ہے۔

دوسری صدی کے اخیر میں محسنین کے ایک حصہ نے صوفی کا نام اختیار کیا اور فلسفیانہ سوچ بچار کے لئے مخصوص ہو گئے۔ اور آہستہ آہستہ اصلاح نفس سے گزر کر، حقائق کونیہ کے انکشاف میں ترقی کرنے لگے۔

طبقات صوفیہ | اُن کی رفتار ترقی کو باسانی تین طبقوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) سید الطائفہ سے پیشتر فقط حاملین احسان ہی تھے۔ جن کی تمام تر توجہ ظاہر شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ) پر مرکوز تھی۔

مُراقبہ "نسبت حضور" وغیرہ مقاصد میں داخل نہ تھے

سید الطائفہ کے زمانے میں رنگ بدلا اور "نسبت حضور" مرکز توجہ اور مقصود بنی یعنی نسبت تعلق قلب بخدای تعالیٰ۔ اس دور میں سالک کی تربیت کی یہ صورت طے ہوئی کہ اسکی ساری توجہ "نسبت حضور" کیطرف منعطف کر دی گئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لوگ جمع رہتے تھے ھ [محاضرات خضری حالات مامون]۔

ادھر مامون کو خیال ہوا کہ علوم فلاسفۂ یونان، جبر کو عربی میں نقل کرایا جائے پس پھر تو مخالفین متوارث عقائد (ائمہ اعتزال) کی بن آئی حافظ تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ طبقات ص۲۱۶ میں فرماتے ہیں : وقد کان المامون [الذی افتتحت فی ایامه فتنة خلق قرآن] ممن عنی بالفلسفة وعلوم الاوائل ومهر فیها واجتمع علیه جمع من علمائها فجره ذلک الی القول بخلق القرآن وکان بارعا فی الفقه والعربیة وایام الناس ھ۔

یہ تاریخ معتزلہ کا ایک ورق۔ اختلاف المذاھب کے سلسلے یہی ہیں اور بھی فرقے مثلاً جھمیه، مرجیه، حشویه وغیرہ نظر آتے ہیں۔ مگر در حقیقت وہ اعتزال کا اسیطرح ردعمل ہیں۔ جیسے خروج رفض کا ردعمل تھا۔

اس تمام تفصیل سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ کون سے اسباب و علل تھے جنکے ماتحت عہد مامون کے پس و پیش اسلامی اشراقین اور اسلامی مشائین کی جماعتیں بروئے کار آئیں۔ پھر پہلے صوفیہ اور دوسرے متکلم کہلائے۔ یہی وہ علوم فلاسفۂ یونان تھے جن کے ردعمل میں اسلامی مشائی (متکلمین) اور اسلامی اشراقی (صوفیہ کرام) پیدا ہوئے۔ ولنکتف بھذا القدر والامر ناخوش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دجلہ ہم چنان باقی

۱۲ عبدہ محمد نور الحق العلوی غفر

توجہ مذکور کی تحصیل اور بقا کے لئے "مراقبہ" معمول بہا بنا۔ لیکن توجہ مذکور (یعنی توجہ بالاجمال بہ سوئے نسبت تعلق قلب بہ خدا تعالیٰ) کے دو درجے ہو سکتے تھے۔ (اول) یہ کہ توجہ مذکور منازل سلوک میں سالک کے پیش نظر رہے (دوم) توجہ مذکور بہ توجہ خاص جسکی تعریف حکیم الہند نے بالفاظ ذیل کی ہے "جمع نفس بہ سوئے حقیقۃ الحقائق" تا صبغۃ اللہ آں را در گیرد و قدم بر حدوث غالب آید" مذکورہ بالا دور میں توجہ ثانی نظروں سے اوجھل تھی۔ اور معمول بہ تھی فقط قسم اول ہی پر عمل درآمد تھا۔ البتہ اس دور میں سالک کو سخت ترین ریاضتوں، شدید ترین مجاہدوں کی ضرورت تھی۔ آبادیاں چھوڑ کر جنگلوں میں بستے اور طعام کو ترک کر کے گھاس پتوں پر گذارہ کرتے تھے۔ اس طبقہ کے امام حضرت سید الطائفہ جنید بن محمد ہیں۔

(ب) سلطان الطریقہ، شیخ ابو سعید (فضل اللہ) بن ابی الخیر، متوفی ۴۴۰ھ اور شیخ ابو الحسن علی بن جعفر خرقانی متوفی ۴۲۵ھ کے عہد میں دوسرا رنگ بدلا۔ اور "توجہ بہ توجہ خاص" مقاصد اصلیہ میں داخل ہوئی جسکی مشق سے وہ تمام حجاب اٹھ گئے جو سالک اور ذات حقہ، حدوث و قدم کے مابین حائل تھے۔ رفع حجاب سے سالک ہمہ تن قدم کے رنگ میں رنگا گیا۔ اس دور میں اوراد و وظائف کی چنداں پرواہ نہ کی۔ نہ مجاہدات و ریاضات شاقہ کیطرف زیادہ اعتنا تھی۔ بلکہ وہ ہمہ تن اس توجہ خاص کی تکمیل میں منہمک رہنے لگے۔

البتہ اس دور میں توحید وجودی، توحید شہودی کے امتیازات کا تصور نہ تھا حقائق نفس الامریہ کی چھان بین اس دور کے مقاصد میں داخل نہ تھی۔ بلکہ غرض اصلی یہ تھی۔ کہ کسطرح حدوث کا پردہ قدم کے سامنے سے اٹھایا جائے۔ تاکہ نفس میں اضمحلال (فنا) کی کیفیت پیدا ہو۔ اس طبقہ میں ابو سعید بن ابی الخیر اور ان کے رفقا زعامت کا فرض ادا کرتے ہیں دوسرے طبقہ کے اخیر میں امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ نامور مصنف گذرے ہیں

(ج) تیسرا طبقہ حضرت غوث اعظم عبد القادر الجیلی متوفی ۵۶۱ھ اور ان کے اتباع مثل شیخ ابو حفص شہاب الدین عمر بن محمد (صحب الشیخ عبد القادر الجیلی رہ وفیات) سہروردی متوفی ۶۳۲ھ اور شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی ابن العربی (قال الامام ولی اللہ الدہلوی "الامام محی الدین بن العربی لبس الخرقۃ من ید ابی البرکات جمال الدین یونس بن یحییٰ الہاشمی" وہو لبسہا من شیخ الوقت عبد القادر الجیلی رہ انتباہ ۲۵-۱۷ (تنبیہ) یہ نکتہ ان مباحث میں روح و رواں کا کام دے گا جہاں ہم غوث اعظم کو فاتح دورہ سوم مانیں گے۔ فلیتنبہ لذلک۔ نور الحق) المتوفی ۶۳۸ھ سے شروع ہوتا ہے اس دور میں ذہنی نفسانی کیفیتیں مقصود بالذات نہ رہیں بلکہ ان سے گذر کر حقائق نفس الامریہ، ماہیات کونیہ معرض بحث میں آئیں۔ کہ وحدت سے کثرت کسطرح پھولی۔ تنزلات خمسہ کیا ہیں

(اس کے لئے ہمارا رسالہ دائرۃ الوجود ملاحظہ ہو) صادر اول کیا ہے۔ اس کے صدور کی کیا صورت ہے؟ وحدتِ وجود و شہود کا نظریہ یہیں سے بروئے کار آیا۔ قلت وتفصیل الطبقات المذکورۃ یطالع فی الھمعات لحکیم الھند۔ وبعض مشائخنا قد ضم الی ھذہ الطبقات طبقتین اخریین (۱) طبقۃ الامام المجدد (۲) وطبقۃ حکیم الھند وسیاتی تفصیلھما فی الفصل الثالث

تیسرے طبقہ کے امام محی الدین بن عربی نے فلسفہ کے تمام اصناف کو اسلامی نقطۂ نظر سے مدون کیا۔ گو حضرت امام غزالی تصوف اور کلام ہر دو کے امام ہیں۔ لیکن حقیقی فلسفہ کے مالک شیخ ابن عربی ہی ہیں۔

اشراق اور اشاعت اسلام جب اسلامی مرکزی طاقت عربوں کے ہاتھ سے نکل کر عجمیوں کے ہاتھ آئی تو تصوف کی یہ ترقی اسلام کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ عرب جسقدر جلد، قرآن شریف سے صحیح مطلب اخذ کر سکتے تھے، عجم کے لئے وہ سہولتیں میسر نہ تھیں عجم کے لئے یہ فلسفہ ہی اسلام کو بخوبی ذہن نشین کرنے کا باعث بنا۔ تفصیلات آرہی ہیں۔

متکلمین اسلام میں فلسفیوں کا ایک دوسرا گروہ بھی پیدا ہوا۔ جو ارسطو کے اتباع (حکمار مشائین) سے زیادہ مناسبت رکھتا تھا، حکمار کا یہ گروہ حکمت شناسی کے اعلیٰ مدارج پر پہونچنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ لوگ حقائق کی صورت سے زیادہ بحث کرتے ہیں اور اُن کی روح کو کم پہچانتے ہیں۔ اس جماعت کو اسلامی اصطلاح میں متکلمین کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے معتزلہ، پھر حنابلہ، پھر اشاعرہ اور ماتریدیہ پیدا ہوئے۔ ھذہ التفصیل ما وصل الینا من الانفاس القدسیۃ لبعض مشائخنا، واللہ الحمد

خواجہ نیشاپوری نے اس موقع پر خوب کہا ہے ؎

شیریں تر از حکایتِ ما نیست قصۂ　　تاریخِ روزگار سراپا نوشتہ ایم

تاریخ لفظ صوفی ابتداءِ بحث میں ہم تصریح کر چکے ہیں کہ لفظ تصوف سے کتاب وسنت کی تصریحات خالی ہیں۔ گو حضرت علی ہجویری شمع شبستان لاہور نے "کشف المحجوب" میں اسم تصوف کی بحث میں اسکے لئے ایک مرفوع روایت کو پیش کیا ہے مگر دواوین سنت اس کی شہادت سے یکسر قاصر معلوم ہوتی ہیں۔ رہ جاتا ہے لفظ صوفی، کتاب وسنت کے دائرہ میں اس کی تلاش بھی بے سود ہے۔ البتہ سلف صالحین کے یہاں اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔ شیخ ابونصر سراج (طاؤس الصوفیہ) کتاب اللمع میں فرماتے ہیں۔

کان یعرف هذا الاسم فی وقت الحسن البصری روی عنه انه قال رایت صوفیا فی الطواف وروی عن سفیان الثوری انه قال لولا ابوهاشم الصوفی ما عرفت دقیق الریاء، وقد ذکر فی الکتاب الذی جمع فیه اخبار مکة عن محمد بن اسحق وغیره یذکر فیه حدیثا، ان قبل الاسلام قد خلت مکة فی وقت من الاوقات حتی کان لا یطوف بالبیت احد وکان یجیئ من بلاد بعیدة رجل صوفی فیطوف بالبیت و ینصرف، فان صح ذلک یدل علی ان قبل الاسلام کان یعرف هذا الاسم وکان ینسب الیه اهل الفضل والصلاح ھ ص ۲۶

(ترجمہ) یہ نام (صوفی) امام حسن بصری متوفی سنہ ۱۱۰ھ کے عہد میں معروف تھا۔ چنانچہ ان سے مروی ہے کہ میں نے ایک صوفی کو طواف کرتے دیکھا (۲) امام سفیان بن سعید ثوری متوفی سنہ ۱۶۱ھ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے میں ریاء خفی کو نہ سمجھ سکتا (۳) کتاب تاریخ مکہ میں، محمد بن اسحاق مطلبی متوفی سنہ ۱۵۱ھ وغیرہ سے مروی ہے کہ اسلام سے قبل ایک بار مکہ معظمہ خالی ہو گیا اس وقت بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے کوئی متنفس باقی نہ رہا۔ البتہ کسی دور دراز علاقہ سے ایک صوفی مرد آتا۔ اور طواف کر کے واپس چلا جاتا تھا" اگر یہ روایت پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو ثابت ہوگا کہ اسلام سے پیشتر بھی یہ لفظ مستعمل تھا اور ارباب فضل و صلاح پر بولا جاتا تھا ھ ص ۲۶

فتنۂ رفض و تفضیلیت

کے خلاف

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا جہاد

از محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مجدد نمبر" کے بعض مضامین کے ضمن میں اون اسباب کی طرف اشارات گذر چکے ہیں جنکی وجہ سے دور اکبری میں شیعوں کو مغلیہ حکومت کے اندر عمل دخل کا موقعہ ملا، اور عہد جہانگیری میں "نور جہاں" کے طفیل حکومت کی باگ ہی شیعوں کے ہاتھ میں چلی گئی بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ جہانگیر کے نام سے "نور جہاں" کا شیعی گھرانہ ہی اسوقت ہندوستان پر حکومت کر رہا تھا، خود جہانگیر کا اعتراف ہے۔

در دولت پادشاہی من حالا در دست ایں سلسلہ است، پدر دیوان کل، پسر وکیل مطلق، دختر ہمراز و مصاحب، (تزک جہانگیری)

اب میری ساری بادشاہی اسی سلسلہ (نور جہاں اور اسکے گھروالوں) کے ہاتھ میں ہے اسکا باپ دیوان کل ہے، اور بیٹا (نور جہاں کا بھائی آصف خاں) وکیل مطلق ہے اور بیٹی (خود نور جہاں) ہمراز و ہم صحبت"

جبکہ "تاج و تخت" پر اسطرح شیعیت کا قبضہ تھا تو کوئی وجہ نہ تھی "الناس علی دین ملوکھم" کے فطری اور طبعی اصول پر عوام میں رفض کے جراثیم نہ پھیلتے، چنانچہ شیعی خیالات عوام سنیوں میں بھی سرایت کرنے لگے ـــــ حضرت علی مرتضیٰؓ کی افضلیت مطلقہ کا عقیدہ، اور جن صحابہ کرام کے آپ سے اختلافات ہوئے انکی طرف سے بغض وعداوت اور اس قسم کے شیعیت کے دوسرے مبادی بھی وبائے عام کی طرح سنیوں میں پھیلنے لگے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ کھڑے ہی اسلئے کئے گئے تھے کہ اس قسم کے تمام فتنوں اور ساری گمراہیوں کا قلع قمع کرکے دین کو پھر سے تر و تازہ اور ملت کو از سر نو زندہ کریں اس لئے اس فتنۂ تشیع کے استیصال کی طرف بھی آپ نے خاص توجہ مبذول فرمائی، اس سلسلہ میں آپکی کوششیں تین طرح ظہور پذیر ہوئیں،

(۱) شیعی علماء سے آپ نے عام و خاص مجلسوں میں بالمشافہہ مناظرے اور مباحثے کئے جنمیں انکو فاش شکستیں دیں، اور حق یہ ہے کہ آپ کے اسی اقدام نے شیعیت کی ترقی کو بڑی حد تک روکدیا، اور اسی ایک ضرب نے اسکی کمر توڑ دی۔

(۲) مشہد کے بعض شیعی علماء نے، ماوراء النہر کے سنی علماء کے ایک رسالہ کے جواب میں ایک نہایت پُر فریب اور سراپا تزویر رسالہ لکھا جسکا حاصل خود حضرت مجددؒ کے لفظوں میں "حضرات خلفاء ثلثہؓ کی تکفیر اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مذمت و تشنیع تھی" ـــــ اس رسالہ کو ہندوستان کے شیعوں نے خوب پھیلایا اور خصوصاً امراء و حکام اور ارکان سلطنت کی مجالس میں اسکو خوب شہرت دیگئی یہانتک کہ ہر طرف اور ہر جگہ اسی کا

چرچا ہونے لگا ـــــــ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے پہلے تو خاص مجلسوں اور عام مجمعوں میں اسکا رد بیان کرنا شروع کیا، اور اسکی مغالطہ آفرینیوں اور ابلہ فریبیوں کا پردہ خوب خوب چاک کیا ـــــــ پھر اسکے بعد ایک مستقل رسالہ اسکے جواب میں لکھکر شائع کیا۔ اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ بس اسی سے ہوسکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسے جلیل القدر امام نے اس کی شرح لکھی ہے،

(۳) آپنے سینکڑوں مکاتیب میں حضرت مجددؒ نے شیعی اصول وخیالات کی نہایت مدلل اور محققانہ تردید کی اور شیعوں کے بے پناہ پروپیگنڈے کی وجہ سے جو غلط خیالات خود سنیوں میں پیدا ہورہے تھے نہایت حکمت کیساتھ کتاب وسنت اور عقل سلیم کی روشنی میں اُنکی اصلاح فرمائی۔

اور معلوم ہے کہ آپکے مکاتیب اگرچہ کسی خاص ہی شخص کے نام لکھے جاتے تھے اور بظاہر انکی حیثیت نجی خطوط ہی کی ہوتی تھی لیکن اونکی اشاعت وتداول اور نقل در نقل کا ایسا اہتمام تھا کہ گویا اوس "غیر اخباری" زمانہ میں آپکے یہاں سے "مجدد گزٹ" نکلتا تھا، آپکے خلفا تمام اطراف ملک میں بلکہ ہندوستان سے باہر ماوراء النہر، بدخشاں، خراسان، توران اور طالقان وغیرہ وغیرہ میں بھی پھیلے ہوئے تھے، یا یوں کہئے کہ ایک خاص نظام اور نقشہ کے مطابق آپ نے انکو مختلف مرکزوں میں بٹھا دیا تھا اور یہ سب ہی مختلف ذرائع سے مکتوبات شریف کی نقلیں حاصل کرتے رہتے تھے، اس لئے آپ کے مکاتیب کی حیثیت فی الحقیقت نجی نہ تھی، بلکہ درحقیقت وہ تبلیغ واشاعت کا ایک نہایت منظم اور موثر سلسلہ تھا ـــــــ بہرکیف اس سلسلہ کے ذریعہ سے بھی آپنے فتنۂ رفض کی بڑی روک تھام کی، اور . . . .

اسوقت کے حالات کو پیش نظر رکھکر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اسطرف متوجہ نہوتے تو اکبری الحاد سے جو مسلمان بچے تھے انمیں سے اکثر شیعیت کے جال میں پھنس چکے ہوتے،

اس سلسلہ میں حضرت علیہ الرحمہ نے متفرق طور پر جو کچھ ارقام فرمایا ہے، اگر اس سب کو جمع کیا جائے، تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے، یہاں چند عنوانات کے ماتحت آپکے مکتوبات گرامی کے چند ہی اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

فی زماننا ان مجددی ارشادات کی اشاعت اسلئے بھی ضروری ہے کہ آجکل بعض "تجارت پیشہ مدعیان فقر وتصوف" اپنی تجارت کی گرم بازاری کیلئے، اور بعض "موروثی پیر" اپنی جہالت وبے خبری اور ہوی پرستی کے باعث ادعا "سنیت وحنفیت" کے ساتھ ساتھ اونھی عقائد وخیالات کے حامل بلکہ مبلغ بنے ہوئے ہیں جو

دو رِ اکبری اور عہدِ جہانگیری میں بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے شیعوں نے سنیوں میں پھیلائے تھے، بلکہ اب تو بڑی بلند آہنگی کے ساتھ یہ دعوے بھی کئے جا رہے ہیں کہ ہمیشہ سے اولیاءِ کرام اور صوفیاءِ عظام کا یہی مشرب رہا ہے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اِن ارشادات کے مطالعہ سے ناظرین کرام کو معلوم ہو جائیگا کہ اہل اللہ اور عرفاء امت کے نزدیک اس باب میں مسلک صحیح اور صراطِ مستقیم کیا ہے، اور اس مقدس گروہ کی نظر میں یہ خیالات (جنکو آج بعض حلقوں میں لازمۂ تصوف سمجھا جانے لگا ہے) کس درجہ گمراہانہ اور صحیح اسلامیت سے دور ہیں، واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۰

افضلیت شیخین (رضی اللہ عنہما)

شیعیت کی پہلی سیڑھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا اعتقاد ہی اور چالاک روافض عوام سنیوں کو سب سے پہلے اسی عقیدے پر جمانے کی کوشش کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی مرتضیٰؓ کی قرابت قریبہ اور بعض دوسری وجوہ سے وہ اس ابلہ فریبی میں کسیقدر آسانی سے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں، پھر جب ایک شخص اتنی بات کو مان لیتا ہے کہ حضرت علیؓ بلا استثناء تمام صحابہ کرام میں افضل تھے تو لازمی طور پر وہ اس نتیجہ پر بھی پہنچ جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے خلافت کے انتخاب میں انکے ساتھ بے انصافی کی یا کم از کم یہ کہ صحیح انتخاب نہیں کیا۔ اور جمہور صحابہ سے بدظنی اور بغض و عداوت ہی شیعی مذہب کا سنگ بنیاد ہے، بہر حال شیعیت کا پہلا دروازہ یہی عقیدہ "تفضیل" ہے، حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بلامبالغہ پچاسوں جگہ اپنے مکتوبات میں اسپر روشنی ڈالی ہے جنمیں سے صرف چند اقتباسات ملاحظہ ہوں ـــــ دفتر دوم کے پندرہویں مکتوب گرامی میں جو حکام بلدۂ سامانہ کے نام لکھا گیا ہے ارقام فرماتے ہیں:۔

افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است چنانچہ نقل کردہ آنرا جماعت از اکابر ائمہ کہ یکے از ایشاں امام شافعی است قال الشیخ الامام ابوالحسن الاشعری ان تفضیل ابی بکر ثم عمر علی بقیۃ الامۃ قطعی، وقد تواتر عن علی رضی اللہ عنہ فی خلافتہ و کرسی مملکتہ، و بین الجم الغفیر من شیعتہ ان ابا بکرؓ

حضرات شیخین (سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ) کی افضلیت صحابہؓ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے اسکو نقل کیا ہے جنمیں سے ایک امام شافعی بھی ہیں، اور امام ابوالحسن اشعری نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کی افضلیت باقی تمام امت پر قطعی (یعنی شبہ اور یقینی) ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے طور پر ثابت ہی کہ آپنے اپنی خلافت کے زمانہ میں، خاص اپنے دارالخلافت میں اور اپنے متبعین کی کثیر جماعت کے سامنے اعلان فرمایا کہ ابوبکرؓ

وعمرؓ افضل الامۃ (دفتر دوم ص۳)	وعمرؓ بزرگترین امت ہیں۔

اسی دفتر میں ایک طویل مکتوب آپنے رکن سلطنت خان جہاں کو لکھا ہے جسمیں آپنے تمام ضروری عقائد تحریر فرما دیئے ہیں بلکہ اس لحاظ سے اگر اسکو "مجددی عقائد نامہ" کہا جائے تو بجا ہوگا۔ اسمیں خلافت راشدہ اور خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے متعلق فرماتے ہیں:۔

امام برحق وخلیفہ مطلق بعد از حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں عثمان ذو النورین است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب است رضوان اللہ تعالیٰ علیہ، وافضلیت ایشاں بترتیب خلافت است افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابہ وتابعین ثابت شدہ است ... حضرت ... امیر کرم اللہ وجہہ میفرماید کسیکہ مرا بر ابی بکرؓ وعمرؓ فضل دہد مفتری است واورا تازیانہ زنم چنانکہ مفتری را بزنند۔ (مکتوب نمبر ۲۶ دفتر دوم ص۱۳)

حضرت خاتم الانبیاء (علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات) کے بعد خلیفہ مطلق اور امام برحق حضرت ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکے بعد حضرت عمر فاروقؓ انکے بعد حضرت عثمانؓ اور انکے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اور ان حضرات کی افضلیت بھی اسی ترتیب سے ہے یعنی سب سے بڑا درجہ حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے انکے بعد فاروق اعظمؓ کا انکے بعد حضرت عثمان غنیؓ کا بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰؓ کا (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور شیخین کی افضلیت صحابہ وتابعین کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے ... حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مجھے حضرت ابوبکر وحضرت عمرؓ پر فضیلت دیگا وہ مفتری ہے اور میں اسکو درے لگوا دونگا جسطرح کہ افترا کرنیوالوں کو دیجاتی ہے۔

بعض "الہامی معارف"

افضلیت شیخین اور حضرات خلفاء اربعہ کے باہمی فرق مراتب کے متعلق کہیں کہیں آپنے "رسمی علوم" اور "اصطلاحی دلائل" سے گذر کر "اسرار ولطائف" کے رنگ میں بھی کلام کیا ہے منجملہ انکے دفتر اول کے ایک مکتوب میں تو اسی رنگ میں اتنا لکھا ہے کہ گویا "الہامی معارف" کا چشمہ ہی پھوٹ پڑا ہے، یہ مکتوب حضرت خواجہ محمد اشرف کابلیؒ کے نام ہے، اسکے بعض حصے تو عام افہام، بلکہ متوسطین کی عقول سے بھی بالاتر ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جنکو اوساطِ ناس بھی سمجھ سکتے ہیں یہاں اسی حصہ کا اقتباس درج کیا جاتا ہے (ترجمہ بطور حاصل مطلب عرض کیا جائیگا)

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات معلوم اخوی ارشدی

حمد وصلوات اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر باسعادت خواجہ

خواجہ محمد اشرف باد بعضے از علوم غریبہ و اسرار عجیبہ و مواہب لطیفہ و معارف شریفہ کہ اکثر انہا تعلق بفضائل و کمالات حضرات شیخین و ذی النورین و حیدر کرار اجمعین داشتہ بحسب فہم قاصر خود میتویسد بگوش ہوش استماع فرمایند ــــ کہ حضرت صدیق و فاروق باوجود حصول کمالات محمدی و وصول بدرجات ولایت مصطفوی علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام درمیان انبیار ماتقدم در طرف ولایت مناسبت بحضرت ابراہیم صلوات اللہ تعالےٰ وتسلیماتہ علی نبینا و علیہ دارند، و در طرف دعوت کہ مناسب مقام نبوت است مناسبت بحضرت موسیٰ دارند صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیٰ نبینا و علیہ وحضرت ذو النورین در ہر دو طرف مناسبت بحضرت نوح دارند صلوات اللہ تعالےٰ وتسلیماتہ علی نبینا و علیہ، وحضرت امیر در ہر دو طرف مناسبت بحضرت عیسیٰ دارند صلوات اللہ تعالےٰ وتسلیماتہ علی نبینا و علیہ، وچوں حضرت عیسیٰ روح اللہ است وکلمہ او لاجرم طرف ولایت در ایشاں غالب است از جانب نبوت و در حضرت امیر نیز بواسطہ آں مناسبت طرف ولایت غالب است ،،

محمد اشرف کو معلوم ہو کہ حضرات خلفار اربعہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے فضائل و کمالات کے متعلق بعض خاص علوم و معارف اور حق تعالیٰ کے بخشے ہوئے عجیب و غریب اسرار و لطائف حوالۂ قلم کر رہا ہوں، توجہ سے سنیں ــــ حضرت صدیق اکبر وحضرت فاروق اعظم (رضی اللہ عنہما) کو اگرچہ کمالات محمدی حاصل ہیں اور حضرت ولایت مصطفوی کے درجات اگرچہ طے کر چکے ہیں، تاہم انبیار سابقین میں انکو بلحاظ ولایت حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے اور باعتبار دعوت (جو مقام نبوت سے متعلق ہے) حضرت موسیٰ سے مناسبت اور شباہت حاصل ہے اور حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کو "ولایت" و "دعوت" دونوں میں حضرت نوح علیہ السلام سے مناسبت خاصہ ہے۔

اور حضرت علی مرتضیٰ کو نبوت و دعوت دونوں کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ سے خاص مناسبت ہے ــــ اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اسلئے بہ نسبت جہت نبوت کے انکی ولایت کی جہت غالب ہے اور اسی مناسبت سے حضرت علی مرتضیٰ میں بھی ولایت کی جہت غالب ہے۔

پھر ایک دقیق تحقیق کے بعد فرماتے ہیں:۔

حضرت صدیقؓ و فاروقؓ حامل بار نبوت محمدی اند علی اختلاف المراتب وحضرت امیر بواسطہ

حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ علی فرق مراتب نبوت محمدی کے بار کے حامل ہیں، اور حضرت علی مرتضیٰ مناسبت

مناسبت حضرت عیسٰی وغلبہ جانب ولایت حامل بار
ولایت محمدی اند وحضرت ذوالنورین باعتبار برزخیت
حمل بار ہردو طرف فرمودہ اند وتواند بود کہ بایں اعتبار
نیز ایشاں را ذوالنورین گویند۔"

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:۔

"چوں امیر حامل بار ولایت محمدی بودہ اند اکثر سلاسل
اولیاء بایشاں منتسب گشت وکمالات حضرت امیر
بیش از کمالات حضرت شیخین بر اکثر اولیاء عظام
کہ بکمالات ولایت مخصوص اند ظاہر شد اگر نہ اجماع
اہلسنت بر افضلیت شیخین بودے کشف اکثر اولیاء
عظام بافضلیت حضرت امیر حکم کردے زیرا کہ کمالات
حضرات شیخین شبیہہ کمالات انبیاء است علیہم
الصلوات والتسلیمات دست ارباب ولایت
از دامان آں کمالات کوتاہ است وکشف ارباب
کشوف بواسطہ علو درجات آنہا در راہ، کمالات
ولایت درجنب آں کمالات کالمطروح فی الطریق
اند، کمالات ولایت زینہا اند از برائے عروج بر کمالات
نبوت، پس مقدمات را از مقاصد چہ خبر بود ومبادی
را از مطالب چہ شعور، امروز ایں سخن بواسطہ بُعد
عہد نبوت بر اکثرے گراں است واز قبول دور لیکن
چہ تواں کرد ؎

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاذ ازل گفت ہمہ میگویم

عیسوی اور غلبہ جانب ولایت کیوجہ سے ولایت محمدی کے بار کے حامل ہیں
اور حضرت عثمان ذوالنورین اپنی "درمیانی حیثیت" کی وجہ سے نبوت
محمدی اور ولایت محمدی دونوں نسبتوں کے حامل ہیں، اور ہوسکتا
ہے کہ اس لحاظ سے بھی انکو ذوالنورین کہتے ہوں۔"

اور چونکہ حضرت علی مرتضی پر ولایت محمدی کی نسبت کا اثر غالب
ہے اسلئے اولیاء اللہ کے اکثر سلسلے انہی سے نسبت رکھتے ہیں
اور بہت سے ان اولیاء کرام پر جنکو کمالات ولایت ہی سے
حصہ ملاہے (اور کمالات نبوت سے انکو مناسبت نہیں ہے)
حضرت امیر کے کمالات، حضرات شیخین سے زیادہ ظاہر ہوئے ہیں
حتی کہ اگر شیخین کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہوتا تو ان
اکثر اولیاء کا کشف حضرت علی مرتضی ہی کی افضلیت کا فیصلہ
کرتا۔ کیونکہ حضرات شیخین کے کمالات انبیاء علیہم السلام کے
کمالات کے مشابہ ہیں اور ان ارباب ولایت کی دسترس
وہاں تک نہیں ہے، اور نیز ان کشف والوں کے کشف کی پرواز
بھی ان "پیغمبرانہ کمالات" کی بلندی سے نیچے ہی نیچے ہے، ہاں!
ہاں!! کمالات ولایت ان کمالات نبوت کے مقابلہ میں بالکل
ہیچ اور پیش پا افتادہ ہیں، کمالات ولایت تو کمالات نبوت
کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے زینے ہیں، اور ان دونوں میں
مقدمات اور مقاصد، یا مبادی اور مطالب کی نسبت ہے،
نبوت کی روشنی سے دوری کے باعث بہت ممکن ہے کہ آج
یہ بات بہت سوں پر گراں ہو اور وہ اسکو ماننے کیلئے تیار نہوں
لیکن میں کیا کروں اور کیا کر سکتا ہوں، میری مثال تو طوطی کی سی

اما الحمد للہ سبحانہ والمنۃ کہ دریں گفتگو بعلمائے
اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم موافقم و با جماع ایشاں
متفق استدلالی ایشاں را بر من کشفے ساختہ اند و
اجمالی را تفصیلی۔ ایں فقیر را تا زمانیکہ بکمالات مقام
نبوت بمتابعت پیغمبر خود نرسانیدند و ازاں کمالات
بہرۂ تمام ندادند بر فضائل شیخین بطریق کشف اطلاع نہ
بخشیدند و غیر از تقلید راہے نہ نمودند، الحمد للہ
الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان
ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق۔

روزے شخصے نقل کرد کہ نوشتہ اند کہ نام
حضرت امیر بر در بہشت ثبت کردہ اند بخاطر رسید
کہ حضرات شیخین را خصائص آں موطن چہ باشد
بعد از توجہ تام ظاہر شد کہ دخول ایں امت در
بہشت باستصواب و تجویز ایں دو اکابر خواہد بود
گوئیا حضرت صدیق بر در بہشت ایستادہ اند و تجویز
دخول مردم مے فرمودند و حضرت فاروق دست
گرفتہ بدروں مے برند، و مشہود میگردد کہ گوئیا
تمام بہشت بنور حضرت صدیق مملو است، در نظر
ایں حقیر حضرات شیخین را درمیان جمیع صحابہ شان
علیحدہ است و درجہ منفردہ گوئیا ہیچ احدے شرکت
ندارند۔

حضرت صدیق رض با حضرت پیغمبر علیہ الصلوات و
التسلیمات گوئیا ہمخانہ است اگر تفاوت است بعلو

ہے سکھانیوالے نے جو اسکو سکھا دیا وہی اسنے لے لیا بہر حال اللہ
کا شکر اور اسکا احسان ہے کہ میں اس بارہ میں حضرات علماء اہلسنت
کی رائے کے موافق ہوں اور انکے اجماع سے متفق، ہاں انکو جو چیز
استدلال سے معلوم ہوئی تھی مجھپر اسکو منکشف کر دیا گیا ہے اور
جو بات انکو بالاجمال دریافت ہوئی تھی وہ مجھپر بالتفصیل ظاہر کر دی
گئی ہے، اس فقیر کو تو جبتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت اور
آپکے طفیل میں کمالات مقام نبوت تک پہنچا نہیں دیا گیا اور
اون سے کافی حصہ عنایت نہیں فرما دیا گیا کشفی طور پر فضائل شیخین
کی اطلاع ہی نہیں دیگئی اور اس بارہ میں سوائے تقلید کے
کوئی راہ ہی نہیں دکھلائی گئی، بس حمد ہے اس خدا کو جسنے ہمکو
ہدایت دی اور اگر وہ رہنمائی نہ فرماتا تو ہم راہ یاب نہیں ہو سکتے تھے،

ایکدن ایک شخص نے نقل کیا کہ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ حضرت
علی مرتضیٰ رض کا نام نامی جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے، دل میں خیال
آیا کہ پھر اسجگہ حضرات شیخین کو کیا خصوصیت حاصل ہوگی؟ توجہ
سے معلوم ہوا کہ جنت میں اس امت کا داخلہ انہی ہر دو بزرگوں
کی تجویز اور صوابدید سے ہوگا، گویا صدیق اکبر جنت کے دروازہ
پر کھڑے ہیں اور لوگوں کا داخلہ تجویز کرتے ہیں اور حضرت فاروق
گویا ہاتھ پکڑ پکڑ کے اندر لیجاتے ہیں اور یہ نظر آتا ہے کہ گویا ساری
جنت حضرت صدیق اکبر کے نور سے منور ہے، اس حقیر کی نظر میں حضرات
شیخین کی شان تمام صحابہ میں سب سے الگ اور بالکل نرالی ہے جسمیں
کسی کی کوئی شرکت نہیں۔

حضرت صدیق اکبر رض تو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہم خانہ ہیں اور فرق ہے تو صرف نیچے اور اوپر کا یعنی حضور سرور عالم

وسفل است، وحضرت فاروق رضؓ نیز بطفیل حضرت صدیق باین دولت مشرف اند وسائر صحابہ کرام بآں سرور علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات نسبت ہمسرائے او دارند یا ہم شہرے، با ولیا راست خود چہ رسد ع

"ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم"

پس اینہا از کمالات شیخین چہ در یابند"

صلی اللہ علیہ وسلم بالائی منزل میں ہیں اور حضرت صدیق اسی محل کی تحتانی منزل میں اور حضرت فاروق بھی بطفیل حضرت صدیق اس دولت سے مشرف ہیں، اور باقی تمام صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ صرف ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت حاصل ہے، پھر اولیاء امت کی وہاں کیا رسائی ع

ہے یہی کافی کہ آئے دور سے بانگ جرس

پس یہ ارباب ولایت جبکہ شیخین کی منزل سے اتنے دور ہیں تو انکے کمالات کا کیا ادراک کرسکتے ہیں"

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:-

وشیخین بعد از موت نیز از حضرت پیغمبر جدا نشدہ وحشر نیز درمیان ایشاں خواہد بود چنانچہ فرمودہ، پس افضلیت بواسطہ قربیت ایشانرا بود ——

ایں قلیل البضاعت از کمالات ایشاں چہ گوید واز فضائل ایشاں چہ بیان نماید، ذرہ راچہ یارا کہ سخن از آفتاب گوید، وقطرہ راچہ مجال کہ حدیث بحر عماں بر زباں آرد، اولیاء کہ برائے دعوت خلق مرجوع اند واز ہر دو طرف ولایت و دعوت بہرہ دارند، وعلماء مجتہدین از تابعین وتبع تابعین بنور کشف صحیح و فراست صادقہ واخبار متتابعہ فی الجملہ کمالات شیخین را دریافتہ اند، وشمۂ از فضائل ایشاں شناختہ ناچار حکم بافضلیت شاں نمودہ اند وبرایں معنی اجماع فرمودہ اند، وکشفے کہ برخلاف ایں اجماع ظاہر شدہ بر عدم صحت حمل نمودہ اعتبار نکردہ اند کیف وقد صح

حضرات شیخین تو وفات کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے اور حضور قبر مبارک سے اس حال میں اٹھینگے کہ ایک جانب حضرت صدیق رضؓ ہونگے اور دوسری طرف حضرت فاروق رضؓ جیسا کہ خود آنحضرت صلعم نے ایک حدیث میں اسکی خبر دی ہے، پس اس نزدیکی اور دائمی حضوری کیوجہ سے افضلیت انھی کو ہے، یہ بیچیز حضرات شیخین کے فضائل کے متعلق کیا بیان کرے اور کیونکر لب کشائی کرے، ذرہ کو کہاں طاقت کہ آفتاب کی باتیں کرے اور قطرہ کی کیا ہستی کہ عمان کے زخار سمندر کے متعلق زبان کھولے، وہ اولیاء کرام جنکو "دعوت خلق" کا کام سپرد ہے، اور جنھیں "ولایت و دعوت" دونوں چیزوں سے حصہ وافر ملا ہے انھوں نے کشف صحیح کی روشنی میں اور تابعین وتبع تابعین میں سے ائمہ مجتہدین نے اپنی فراست صادقہ اور احادیث وآثار متواترہ سے حضرات شیخین کے کمالات دریافت کئے ہیں، اور انکے فضائل میں سے بہت تھوڑا سا حصہ انکی علم میں آیا ہے، ناچار انھوں نے حضرات شیخین کی افضلیت کا حکم لگایا اور

فی الصدر الاول افضلیتہما کما روی البخاری عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکرؓ احداً ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم" ——— وفی روایۃ لابی داؤد قال کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم"

(مکتوب ۲۵۱ صفحہ ۲۶۹-۲۷۱)

اسپر اجماع کیا اور طے کردیا کہ اگر کسی کو اپنے کشف سے اسکے خلاف ظاہر ہو تو وہ غیر صحیح اور نامعتبر ہے۔ ——— اور بھلا افضلیت شیخین کے خلاف کسی کا کشف کیونکر معتبر ہوسکتا ہے حالانکہ صدر اول (عہد نبوی) میں انکی افضلیت مسلم ہوچکی تھی جیسا کہ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہو کہ ہم عہد نبوت میں ابوبکرؓ کے برابر کسیکو نہیں سمجھتے تھے ——— پھر عمرؓ کو، پھر عثمانؓ کو، انکے بعد تمام صحابہؓ کو چھوڑ دیتے تھے اور انہیں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں اسطرح ہے کہ "جب رسول اللہ صلعم ہمارے درمیان اس دنیا میں رونق افروز تھے تو ہم کہا کرتے تھے کہ اس امت میں افضل ترین ابوبکرؓ ہیں، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

افضلیت شیخین کے مسئلہ پر بعض اور مکاتیب میں بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس قسم کے معارف ارقام فرمائے ہیں، لیکن ہم بقصد اختصار یہاں انھیں اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں، اس آخری مکتوب کے اقتباسات سے دوسرے نادر فوائد اور عجیب و غریب اسرار و لطائف کے علاوہ ناظرین کرام کو اس سوال کا جواب بھی معلوم ہوگیا ہوگا، کہ اکثر سلاسل اولیاء اللہ کا انتساب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیوں ہے؟ اور عام ارباب ولایت کو جناب مرتضوی ہی سے زیادہ مناسبت کی وجہ کیا ہے؟ ——— اور نیز اس مکتوب شریف سے یہ عقدہ بھی حل ہوگیا کہ بعض ارباب ولایت پر حضرت علیؓ کے فضائل و کمالات بہ نسبت حضرات شیخین کے جو زیادہ منکشف ہوتے ہیں تو اسکا سبب اور منشا کیا ہے؟

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تحقیق (صرف غور و فکر والی تحقیق نہیں بلکہ الہامی تحقیق اور ربانی تلقین) کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرات شیخین کو چونکہ مقام نبوت سے زیادہ قرب ہی اور نسبۃً کمالات نبوت کا زیادہ غلبہ ہی اسلئے اون کے کمالات خاصہ تک اون عام ارباب ولایت کی رسائی ہی نہیں ہوتی جنکی پرواز صرف مقام ولایت تک ہے، اور چونکہ حضرت علیؓ مرتضیٰ میں ولایت کی جہت ہی غالب ہے اور انپر کمالات ولایت ہی کا غلبہ ہے، اسلئے عام ارباب ولایت اونکے کمالات و فضائل کا ادراک خوب کرسکتے ہیں، اسی واسطے حضرت امیرؓ کے فضائل و کمالات بہ نسبت حضرات شیخین کے اونپر زیادہ منکشف ہوتے ہیں، اور اسی قرب و مناسبت

کا یہ اثر ہے کہ اولیاء اللہ کے اکثر سلاسل حضرت علیؓ مرتضیٰ سے نسبت رکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مرقد پاک کو منور فرمائے اس تحقیق انیق نے کتنی الجھنیں صاف کردیں، اور کتنی تاریکیوں کو روشنی سے بدل دیا —— روح مجدد شاد باد!

حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے متعدد مکاتیب میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ افضلیت شیخین کا عقیدہ اہل سنت کے "ضروریات" اور اجماعیات میں سے ہے اور اس سے اختلاف کرنے والا اہلسنت سے خارج ہے چنانچہ دفتر اول کے مکتوب ۲۷۵ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

کسیکہ حضرت امیر را افضل از حضرت صدیقؓ گوید از جرگہ اہلسنت مے برآید۔	جو کوئی حضرت علی مرتضیٰؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل کہے وہ گروہ اہل سنت سے خارج ہے۔

حضرت عثمانؓ کی افضلیت :۔

معلوم ہو چکا ہے کہ جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرات خلفاء اربعہ کی فضیلت کی ترتیب بھی وہی ہے، جو خلافت کی ترتیب ہے، یعنی جس طرح شیخین کے بعد خلافت کے اعتبار سے حضرت عثمانؓ ذو النورین کا نمبر ہے اسی طرح فضیلت کے لحاظ سے بھی انکا تیسرا مرتبہ ہے اور حضرت علیؓ مرتضیٰ چوتھے نمبر پر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین —— لیکن بعض سطح بین اہل علم سے حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے بارہ میں تردد اور توقف بھی ظاہر ہوا ہے بظاہر تو یہ ایک غیر اہم سی بات ہے لیکن درحقیقت اسکا نتیجہ بھی جلیل القدر صحابہ کرام کا تخطیہ ہے کیونکہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کے ہوتے ہوئے خلافت (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل نیابت و جانشینی) کے لئے حضرت عثمانؓ کا انتخاب جلیل القدر صحابہ کرام کی ایک مجلس شوریٰ ہی نے کیا تھا، اگرچہ اس مجلس شوریٰ نے (جسمیں خود حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ بھی شامل تھے) آخر کار انتخاب کے پورے اختیارات عبد الرحمٰن بن عوف کو دیدئے تھے لیکن حضرت عبد الرحمٰنؓ نے تنہا اپنی رائے سے فیصلہ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اسوقت مدینہ طیبہ میں انکی نظر میں جو صاحب الرائے اور قابل مشورہ حضرات تھے خفیہ طور پر ان سب سے فرداً فرداً انھوں نے رائے حاصل کی۔ انکا بیان ہے کہ "مجھے دو شخص بھی ایسے نہ ملے جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتے ہوں" —— اور اسلئے انھوں نے حضرت عثمانؓ کو ہی منصب خلافت تفویض کر دیا۔

بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور بہ نسبت حضرت علیؓ مرتضیٰ کے انکی فوقیت بھی گویا جمہور صحابہ کرام کی متفقہ رائے ہے، بس اس سے اختلاف کرنا گویا تمام صحابہ کرام کو خاطی قرار دینا ہے

اور بلاشبہ شیعی خیالات کے دلمیں گھسنے کیلئے یہ پہلا چور دروازہ ہے، اسلئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اسکا انسداد بھی ضروری سمجھا، اور صاف ارقام فرمایا۔

اکثر علماء اہلسنت بر آنند کہ افضل بعد از شیخین عثمانؓ است بس علیؓ و مذہب ائمہ اربعہ مجتہدین نیز ہمیں است و توقفے کہ در فضیلت عثمان از امام مالک نقل کردہ اند قاضی عیاض گفتہ کہ او رجوع کردہ است از توقف بسوے تفضیل عثمان و قرطبی گفتہ است ہو الاصح انشاء اللہ تعالیٰ۔

اکثر علمائے اہلسنت اس مسلک پر ہیں کہ حضرات شیخینؓ کے بعد افضل ترین امت حضرت عثمانؓ ہیں، اور انکے بعد حضرت علی مرتضیؓ اور ائمہ اربعہ کا مذہب بھی ہی، اور بعض لوگوں نے جو امام مالکؒ سے، افضلیت عثمان کے بارہ میں توقف نقل کیا ہی اسکے متعلق امام قاضی عیاض مالکی کا بیان ہی کہ امام مالکؒ نے اس سے رجوع فرمایا اور آخر الامر افضلیت عثمانؓ کے قائل ہو گئے تھے اور علامہ قرطبی نے بھی اسکی تصدیق اور تصحیح کی ہے۔

{یہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ اس بارہ میں حافظ علامہ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں اسکے متعلق حضرت امام مالکؒ کا جو ایک مقولہ نقل کیا ہے، اسکے بعد تو سکوت یا توقف کا احتمال باقی ہی نہیں رہا "منہاج" میں امام مالک کا ارشاد حضرت عثمان و حضرت علی کے باہمی تفاضل کے باب میں یہ منقول ہے "لا اجعل من خاض فی دماء المسلمین کمن لم یخض فیھا"}

اسکے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ایک ارشاد سے پیدا ہونیوالے ایک شبہ کا جواب دیا ہے، اس شبہ اور اسکے جواب کا حاصل یہ ہے:-

"کہ حضرت امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اہل سنت وجماعت کی علامات میں سے شیخین کی افضلیت کا اعتقاد اور ختنین (حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ) سے محبت رکھنا بھی ہے"

بادی النظر میں اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مراتب میں شاید کوئی فرق نہیں۔۔۔ اسکا جواب دیتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

"کہ جن لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے انھوں نے حضرت امام کے اس ارشاد کی روح، اور اسکے محل کو نہیں سمجھا، اصل بات یہ ہے کہ اختلافات اور فتنے سوء اتفاق سے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہی کے زمانہ میں ہوئے ہیں اس وجہ سے بعض لوگوں کو ان "بزرگوں کی طرف سے بدظنی اور کدورت پیدا ہو سکتی ہے حضرت امام نے اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے

ختنین حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کی صرف محبت ومودت کو شعائر اہل سنت میں سے قرار دیا ہے۔ اور اسجگہ ان ہر دو بزرگوں کے باہمی فرق مراتب سے نفیاً یا اثباتاً کوئی بحث بلکہ اسکا کوئی لحاظ بھی نہیں ہے، آخر میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:۔

کیف وکتب الحنفیۃ مشحونۃ بان افضلیتھم علیٰ ترتیب خلافتھم " یعنی اور بھلا حضرت امام اعظم کے متعلق توقف یا عدم تفاضل مابین حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کا خیال کیونکر قائم کیا جاسکتا ہے، حالانکہ کتب حنفیہ اس تصریح سے بھری پڑی ہیں کہ اونکی افضلیت علیٰ ترتیب خلافت ہے"

باایںہمہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ حضرت عثمان کی افضلیت حضرت علیؓ وغیرہ دیگر صحابہ کرام پر اس درجہ یقینی اور قطعی نہیں ہے جس درجہ کہ حضرات شیخین کی افضلیت جمیع صحابہ کرام پر چنانچہ اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

بالجملہ افضلیت شیخین یقینی است وافضلیت حضرت عثمان دون اوست اما احوط آن است کہ منکر افضلیت حضرت عثمان را بلکہ افضلیت شیخین را نیز حکم بکفر نکنیم ومبتدع وضال دانیم۔

الحاصل، حضرات شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور حضرت عثمانؓ کی افضلیت اس سے کم درجہ کی، تاہم زیادہ احتیاط اسیمیں ہے کہ افضلیت حضرت عثمان کے منکر (بلکہ حضرات شیخین کی افضلیت کے بھی منکر) کو کافر نہ کہا جائے ہاں ہم اسکو صاحب بدعت اور گمراہ جانینگے

بعض "صلح کل" اور "رواداری" و "وسیع الخیالی" کے مدعی کہا کرتے ہیں کہ یہ تفضیل کی بحث ہی فضول اور لغو ہے، ہم تمام صحابہؓ کو برابر سمجھتے ہیں، آجکل اس قسم کے "وسیع الخیالوں" کی بڑی کثرت ہے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ الیسوں کے متعلق اسی مکتوب شریف میں فرماتے ہیں:۔

وآنکہ ہمہ را برابر داند، وفضل یکے بر دیگرے فضولی انگارد بو الفضول است عجب، بو الفضولی کہ اجماع اہل حق را فضولی داند۔

(مکتوب ۲۶۶ ص ۳۳۱)

اور جو شخص کہ سبکو برابر جانے اور اونکے باہمی تفاضل اور فرق مراتب کو فضول سمجھے وہ خود احمق اور بو الفضول ہے اور عجیب احمق، کہ تمام اہل حق کے اجماعی مسئلہ کو "فضول" کہتا ہے۔

مشاجرات صحابہ اور محاربین علی (رضی اللہ عنہم)

شیعہ صاحبان جن پہلوؤں سے عوام سنیوں کو ورغلایا کرتے ہیں انہیں ایک مسئلہ صحابہ کرام کے ان

نزاعات اور محاربات کا ہے، جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں واقع ہوئے، حضرت علی مرتضیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب اور دوہری قرابت، پھر اونکے فضائل وکمالات، اور اونکی اسلامی خدمات، اِن چیزوں کی وجہ سے ہر مسلمان کو جناب مرتضوی سے جو عقیدت ومحبت ہوسکتی ہے ظاہر ہے، چالاک شیعہ اسی راہ سے ناواقف اور عوام سنیوں کے دلوں میں اترتے ہیں، اور صحابہ کرام کے اجتہادی اختلافات ونزاعات اور مشاجرات ومحاربات کو اپنی حاشیہ آرائی کے ساتھ انکے سامنے پیش کرتے ہیں اور ابتداءً انکے سادہ ذہن میں بس یہ بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ میں گویا دو "پارٹیاں" تھیں ایک "پارٹی" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اور دوسری "پارٹی" اونکے مخالفین کی اور یہ دوسری پارٹی حضرت علیؓ سے بس خلافت چھیننا چاہتی تھی اور جمل وصفین کی لڑائیاں اور دوسرے اختلافات سب اسی سلسلہ کے تھے، اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام جو تفصیلی واقعات اور اصل حقائق سے بیخبر ہوتے ہیں اور اسکے ساتھ انکو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سچی محبت اور پختہ عقیدت ہوتی ہے وہ حضرت علیؓ سے اختلاف کرنیوالے صحابہ کرام یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، اور حضرت معاویہ وغیرہ (کہ کروں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے بدظن ہوجاتے ہیں، اور کبھی یہ بدظنی بغض وعداوت تک پہنچ جاتی ہے"۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس اصولی گمراہی کے انسداد کیلئے بھی پورا زور قلم صرف کیا ہے اور بلا مبالغہ بیسیوں پچاسیوں مکتوبات میں ان مشاجرات ومحاربات کی صحیح نوعیت پر روشنی ڈالی ہے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں،

مکتوبات کے دوسرے دفتر میں حضرتؒ کا ایک طویل مکتوب (جو دہ صفحہ پر ہے اور اسمیں مسائل شیعہ اور شبہات شیعہ ہی پر بحث ہے) خواجہ محمد تقی کے نام ہے (یہ حکومت وقت کے اعلیٰ عہدہ دار تھے جیسا کہ خود مکتوب کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے) اس مکتوب میں صحابہ کرامؓ کے ان نزاعات اور مشاجرات کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

اہلسنت شکر اللہ سعیہم مشاجرات ومنازعات اصحاب خیر البشر را بر محامل نیک محمول میدارند واز ہوا و تعصب دور میدانند، زیرا کہ نفوس

اہلسنت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزاعات واختلافات کو اچھے محامل پر محمول کرتے ہیں اور خواہش نفسانی وتعصب وغیرہ سے دور سمجھتے ہیں کیونکہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی

ایشاں در صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات مزکی شدہ بود وسینہائے ایشاں از عداوت وکینہ پاک گشتہ غایت ما فی الباب چوں بہر کدام را رائے واجتہاد بودہ وہر مجتہد را عمل بموافق رائے خود واجب بضرورت در بعض امور بسبب مخالفت آرا مخالفت ومشاجرت لازم گشت وہر یکے را تقلید رائے خود صواب آمد پس مخالفت شان در رنگ موافقت برائے حق بودہ نہ برائے ہوا وہوس نفس امارہ ـــ

صحبت کے اثر سے انکے نفوس صاف ہوگئے تھے اور سینے عداوتوں اور کینوں سے قطعی پاک۔

بیش ازیں نیست کہ انمیں سے ہر ایک کی ایک رائے تھی اور اپنا اپنا اجتہاد اور معلوم ہے کہ ہر مجتہد پر اپنے اجتہاد اور صوابدید کے مطابق عمل کرنا واجب ہے پس اختلاف آرا کی وجہ سے یہ مخالفت اور منازعت ناگزیر ہوئی اور ہر ایک نے اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا درست سمجھا لہٰذا انکی یہ مخالفت رائے حق کی موافقت کے رنگ میں تھی نہ کہ نفس امارہ کی خواہش سے۔

مکتوب ۳۶ دفتر دوم ص۵۸

پھر چند سطر کے بعد ارقام فرماتے ہیں:۔

محاربان جم غفیر اند از اہل اسلام و از اجلۂ اصحاب اند و بعضے از ایشاں مبشر بہ جنت، تکفیر و تشنیع ایشاں امر آساں نیست کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔

جن لوگوں کے حضرت علیؓ سے نزاعات ہوئے اور جنگ وقتال تک نوبت پہونچی وہ اہل اسلام کی بہت کثیر جماعت ہے اور انمیں سے بہت سی جلیل القدر صحابی ہیں اور انمیں سے بعض تو وہ ہیں جنکو دنیا ہی میں زبان نبوت سے جنت کی بشارت مل چکی ہے انکی تکفیر او علی ہذا انکو برا بھلا کہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔۔۔۔

قریبا نصف دین و شریعت را نزدیک است کہ ایشاں تبلیغ کردہ باشند اگر ایشاں مطعون باشند اعتماد از شطر دیں مے خیزد۔

دین و شریعت کا قریباً نصف حصہ ایسا ہوگا جو انہی کی وساطت سے امت کو پہنچا ہے اگر وہ بھی مجروح و مطعون ہوجائیں تو آدھا دین ناقابل اعتبار ہوجائے

پھر اسی مکتوب میں چند سطر بعد فرماتے ہیں:۔

باید دانست لازم نیست کہ امیرؓ در جمیع امور خلافیہ محق باشند و مخالف ایشاں بر خطا ہر چند در امر محاربہ حق بجانب امیر بودہ زیرا کہ بسا است کہ در احکام خلافیہ صدر اول علماء تابعین و ائمہ

معلوم ہونا چاہئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام اختلافی امور میں حضرت علیؓ ہی بر سر حق ہوں اور انسے اختلاف کرنیوالے ناحق پر، اگرچہ یہ مسلم ہے کہ ان جنگوں میں حق حضرت علیؓ ہی کی طرف تھا لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہر اختلافی معاملہ میں وہی بر سر حق تھے ہم دیکھتے ہیں

مجتہدین مذہب غیر امیر را اختیار کردہ اند و حکم بآں مذہب کردہ اگر حق بجانب امیر متعین بودے بخلاف آں حکم نہ کردے .... پس بر مخالفت امیرؓ گنجائش اعتراض نباشد و مخالفان مطعون و ملام نباشند۔

کہ بہت سی جگہ قرن اول کے اختلافی مسائل میں علماء تابعین و ائمہ مجتہدین نے حضرت علیؓ کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کیا ہے اور اسکے مطابق حکم دیا ہے حالانکہ اگر حق انہی کی جانب متعین ہوتا تو یہ حضرات ایسا نہ کرتے .... پس صرف حضرت علیؓ سے اختلاف کرنے کی بنا پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اور ان سے اختلاف کرنیوالوں پر طعن و ملامت کرنا روا نہیں ہوسکتا

اسی دفتر کے مکتوب ۶۷ میں جو حضرتؒ نے خان جہان کو لکھا ہے اور جو تمام ضروری عقاید اہل سنت پر حاوی ہے فرماتے ہیں:۔

محاربات و منازعات کہ درمیان اصحاب کرام علیہم الرضوان واقع شدہ اند مثل محاربہ جمل و صفین بر محامل نیک صرف باید نمود و از ہوا و تعصب دور باید داشت چہ نفوس ایں بزرگواران در صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از ہوا و ہوس تزکیہ شدہ بودند و از حرص و کینہ پاک گشتند اگر مصالحت دارند برائے حق دارند و اگر منازعت و مشاجرت است برائے حق است ہر گروہے بہ مقتضائے اجتہاد خود عمل نمودہ اند و مخالف را بے شائبہ تعصب... ...... از خود دفع کردہ اند ہر کہ در اجتہاد خود مصیب است دو درجہ و بہ قولے دہ درجہ ثواب دارد و آں کہ مخطی یک درجہ ثواب ادرا نقد وقت است پس مخطی در رنگ مصیب از ملامت دور است بلکہ امید درجہ از درجات ثواب دارد علماء فرمودہ اند کہ در آں محاربات حق بجانب امیر بودہ است کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

اور صحابہ کرام رضیہم اللہ اجمعین کے درمیان جو باہمی جنگیں ہوئیں مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین ان سب کو اچھے محامل پر محمول کرنا اور خود غرضیوں و تعصبات سے دور رکھنا چاہیے یہ اکابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے ہوا و ہوس اور کینہ و حرص سے پاک صاف ہوگئے تھے۔ اگر کسی سے مصالحت رکھتے تھے تو صرف حق کیلئے اور اگر کسی سے لڑتے جھگڑتے تھے تو صرف اللہ کے واسطے بلا شائبۂ نفس ہے ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور بغیر کسی تعصب اور خود غرضانہ جذبہ کے دوسروں کو اپنے سے دفع کیا، پس انکا حال یہ ہے کہ جسکا اجتہاد انمیں سے ٹھیک تھا اسکو دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب ملیگا اور جس سے اجتہاد میں غلطی ہوئی ایک درجہ ثواب سے وہ بھی خالی نہیں رہیگا، غرض جن لوگوں سے اجتہاد میں غلطی ہوئی وہ اسی طرح طعن و ملامت سے دور ہیں جسطرح کہ فریق ثانی، بلکہ جیسا کہ بتلایا گیا وہ بھی کم از کم ایک درجہ ثواب کے مستحق ہیں ـــــ ہاں علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ ان جنگوں میں حق حضرت علیؓ ہی کی طرف تھا اور آپکے مخالفین سے اجتہاد میں غلطی

واجتہاد مخالفان از صواب دور بودہ مع ذالک موارد طعن نیستند و گنجائش ملامت ندارند چہ جائے آن کہ نسبت کفر یا فسق کردہ شود۔ امیر کرم اللہ وجہہ فرمودہ است "برادران ما بما باغی گشتند" ایشان نہ کافر اند نہ فاسق۔

زیرا کہ ایشاں را تاویل است کہ منع کفر وفسق می نماید۔ حضرت پیغمبر ما فرمودہ است علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ایاکم وما شجر بین اصحابی پس جمیع اصحاب پیغمبر را علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات بزرگی باید داشت وہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد ودر حق ہیچ یکے ازیں بزرگواران بد نباید بود وگمان بد نباید کرد... ومنازعت ایشانرا بہ از مصالحت دیگران باید داشت طریق فلاح ونجات این است چہ دوستی اصحاب کرام بہ واسطہ دوستی پیغمبر است علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ بزرگے فرماید ماآمن برسول اللہ من لم یوقر اصحابہ"

ہوئی — باایں ہمہ انپر طعن نہیں کیا جا سکتا اور نہ کسی ملامت ہی کی گنجائش ہے کجایہ کہ کفر یا فسق کی انکی طرف نسبت کیجائے خود حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے انکے حق میں فرمایا ہے "یہ ہمارے بھائی ہیں ہم سے باغی ہو گئے ہیں نہ وہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ انکا یہ اختلاف تاویل پر مبنی ہے جو کفر وفسق کیلئے مانع ہے" — اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "تم بچو میرے صحابہ کے اختلافات میں دخل دینے سے" پس ہمکو تمام اصحاب کرام کی تعظیم کرنا اور سب کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا چاہئے اور انمیں سے کسی کے حق میں بدگوئی اور بدگمانی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ اُن کے ان اختلافات کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہئے، نجات اور کامیابی کی یہی راہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطہ سے ہے "ایک بزرگ (حضرت شیخ شبلی رح) فرماتے ہیں کہ جسنے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر وتعظیم نہیں کی وہ گویا حضور پر ایمان ہی نہیں لایا۔

والعیاذ باللہ

صحابہ کرام کے مشاجرات کے متعلق اس قسم کے مضامین مکتوبات شریف میں بکثرت ہیں، یہاں بقصد اختصار ان ہی چند اقتباسات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ہاں اسی کے ساتھ یہہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے صرف اس اصولی بحث ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ جن صحابہ کرام کے حضرت علی مرتضیٰ سے نزاعات اور محاربات ہوئے ہیں انکے فضائل ومناقب بھی آپ نے اپنے مکتوبات شریف میں بڑے اہتمام سے لکھے ہیں جنکے مطالعہ کے بعد کوئی صحیح الایمان اُن بزرگوں کی طرف سے کبھی بدگمان نہیں ہو سکتا، ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی مرتضیٰ کے محاربین میں ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمہ ان محاربات ہی پر کلام کرتے ہوئے ایک موقعہ پر ارقام فرماتے ہیں:-

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہ حبیبہ
حبیب رب العالمین بودہ است و تا لب گور
مقبولہ و منظورۂ او علیہ الصلوٰۃ والسلام بودہ و
حضرت پیغمبر مرض موت را بحجرۂ او بسر بردہ و
در کنار او جان دادہ و در حجرہ مطہرہ او مدفون
گشتہ، مع ذلک الشرف حضرت صدیقہ عالمہ
و مجتہدہ بودہ است و پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والسلام بیان شطر دین را باد حوالہ داشتہ و
اصحاب کرام در مشکلات احکام رجوع بوے
می نمودند و حل مغلقات از وے دریافتند
این چنیں صدیقہ مجتہدہ را بواسطہ مخالفت
حضرت امیر مطعون ساختن و اشیائے ناشایستہ
را بوے منسوب نمودن بسیار نامناسب است
و دور از ایمان بہ پیغمبر است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والسلام امیر اگر داماد حضرت پیغمبر است و پسر
عم است حضرت صدیقہ زوجۂ مطہرۂ اوست
علیہ وعلیٰ جمیع اہل بیتہ الصلوات والسلام و
حبیبۂ مقبولۂ او علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والسلام
پیش ازیں بچند سال داب فقیر آں بودہ کہ اگر
طعام مے پخت مخصوص بر روحانیات مطہرۂ
اہل عبا می ساخت و بآن سرور حضرت امیرؓ
و حضرت فاطمہؓ و حضرات امامینؓ را ضم میکرد
علیہم الصلوات والتسلیمات شبے در خواب

حضرت عائشہ صدیقہؓ جو محبوب رب العالمین حضرت خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ اور آخر لمحہ حیات تک حضور کی منظورہ نظر
رہیں اور جن کے حجرۂ مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی حیات طیبہ کے آخری دن گذارے اور آخر کار جن کے آغوش
میں حضرتؐ نے ملأ اعلیٰ کو رحلت فرمائی اور اُنہی کے حجرۂ مقدسہ
میں آپ آجتک آرام فرما ہیں، اور پھر علاوہ ان تمام چند در
چند فضائل وخصائص کے علم واجتہاد میں بھی اُنکا پایہ نہایت
بلند تھا اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف دین
کی تبلیغ و اشاعت اون کے سپرد کی تھی اور صحابہ کرام مشکل معاملات
اور اہم مسائل میں اُن کی طرف رجوع کرتے تھے اور اونہی سے
ناقابل حل گتھیاں حل کراتے تھے ــــ پس ایسی صدیقہ مطہرہ کو صرف
حضرت علی مرتضیٰ سے اختلاف کرنے کی وجہ سے مطعون کرنا اور ناسزا
باتیں اون کی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب اور ایمان سے دور ہے

ہر گزم باور نمی آید ز روئے اعتقاد
ایں ہمہ ہا کردن و دین پیمبرؐ داشتن

حضرت علیؓ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور آپکے
چچازاد بھائی ہیں تو حضرت صدیقہؓ آپ کی زوجۂ مطہرہ اور محبوب
ترین شریک زندگی ہیں ۔

ان چند سال سے پہلے فقیر کا طریقہ یہ تھا کہ اگر حضرت رسالتمآب صلعم کے
ایصال ثواب کے لئے کھانا پکاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپکی
جگر گوشہ حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنینؓ کو شامل
کیا کرتا تھا، ایک رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم تشریف فرما ہیں میں سلام عرض کرتا ہوں اور آپ فقیر کی طرف

می بینند کہ آں سرور حاضر است علیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام فقیر بایشان عرض سلام میکند متوجہ فقیر نمی شوند و روبجانب دیگر دارند درین اثنا بفقیر فرمودند کہ من طعام در خانۂ عائشہؓ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانۂ عائشہؓ فرستد ایں زماں فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشاں آں بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہؓ را دراں طعام شریک نمی ساخت بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہماں اہل بیت اند شریک می ساخت و بجمیع اہل بیت توسل می نمود پس آزار و ایذا کہ بحضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام از راہ حضرت صدیقہ برسد زیادہ ازاں آزار و ایذا است کہ از راہ حضرت امیر برسد بر عقلا کے صاحب انصاف ایں معنی مخفی نیست۔

متوجہ نہیں ہوتے اور رخ مبارک دوسری طرف کئے ہوئے ہیں پھر اسی اثنا میں فقیر سے فرمایا کہ میں عائشہ کے گھر کھانا کھاتا ہوں جو مجھے کھلانا چاہے وہ عائشہؓ کے گھر بھیجے (اللہ اکبر) اسوقت فقیر کو معلوم ہوا کہ حضرتؐ کی عدم توجہی کا باعث یہ ہے کہ میں حضرت صدیقہؓ کو ایصال ثواب میں شریک نہیں کرتا تھا اسکے بعد سے تو میں نہ صرف صدیقہ طاہرہ بلکہ باقی تمام ازواج مطہرات کو بھی کہ سب ہی اہل بیت ہیں شریک کرنے لگا اور سب سے توسل کرنے لگا ــــــ الحاصل حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف حضرت علیؓ مرتضیٰ کی شان میں گستاخی سے پہونچتی ہے اس سے کہیں زیادہ اذیت حضرت صدیقہؓ طاہرہ کے متعلق بیہودہ گوئی سے ہوتی ہے اور ہر صاحب عقل و انصاف اس فرق کو سمجھ سکتا ہے۔

(مکتوب ۳۶ دفتر دوم ۵۹ تا ۶۰)

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ (رضی اللہ عنہما)

جن صحابہ کرام سے حضرت علیؓ مرتضیٰ کے محاربات ہوئے ان میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، ان دونوں حضرات کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمہ اسی مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما از کبار اصحاب اند و از عشرہ مبشرہ بحث طعن و تشنیع ایشاں نامناسب است و لعن و طرد ایشان عاید بہ لاعن و طارد ہماں طلحہؓ و زبیرؓ اند کہ حضرت فاروق خلافت را بعد از خود درمیان شش نفر شوریٰ گذاشت و طلحہؓ

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اون پر کسی قسم کا طعن روا نہیں اور اگر کوئی بدنصیب ان بزرگ ہستیوں پر لعنت و ملامت کرے تو اسکی یہ لعنت و ملامت خود اسپر لوٹیگی یہ وہی طلحہ اور زبیرؓ ہیں کہ جنکو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان چھ آدمیوں میں داخل کیا تھا

وزبیرؓ را داخل آنہا ساختن و بر ترجیح یکے بعد دیگری دلیل واضح نیافت وطلحہؓ و زبیرؓ باختیار خود نصیب خلافت را گذاشتند و ہر یکی ترکت خطی گفتہ وہماں طلحہ است کہ پدر خود را بواسطہ سوء ادب کہ نسبت بآں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام از وے بوجود آمدہ بود کشتہ است و سر او را در ملازمت آن سرور آوردہ بود و در قرآن مجید ثنائی او بریں فعل آمدہ وہمان زبیر کہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام قاتل او را وعید بدوزخ فرمودہ حیث قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام قاتل ذبیر فی النار طاعن ولاعن زبیر از قاتل او ہیچ کمی ندارد، فالحذر الحذر عن طعن اکابر الدین وذم کبراء الانام الذین بذلوا جہدھم فی اعلاء کلمۃ الاسلام ونصرۃ سید الاسلام وانفقوا اموالھم لتائید الدین باللیل والنہار وفی السر والجہار وترکوا لحب الرسول عشائرھم و قبائلھم واولادھم وازواجھم واوطانھم ومساکنھم وعیونھم وزروعھم واشجارھم وانھارھم واثروا النفس الرسول علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والسلام علیٰ انفسھم و اختاروا محبتہ علیٰ محبتھم ومحبت اموالھم وذریاتھم وھم الذین نالوا شرف الصحبتہ

جن کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کو میرے بعد خلیفہ منتخب کرلیں، ان دونوں حضرات نے باختیار خود اپنے نام واپس لے لئے اور صاف کہدیا "ترکت خطی" یعنی ہم خلافت نہیں چاہتے اور یہ وہی تو طلحہؓ ہیں جنھوں نے اپنے سگے باپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کیوجہ سے قتل کردیا تھا اور اسکا سر حضورؐ کے قدموں میں لاکر ڈالدیا اور قرآن مجید میں اون کے اس فعل پر تحسین وآفرین کی آیت نازل ہوئی —— اور یہ زبیرؓ وہی زبیرؓ ہیں کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اون کے قاتل کے دوزخی ہونے کی وعید سنائی تھی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "قاتل زبیر فی النار" یعنی زبیر کا قاتل جہنم میں جائیگا، میں کہتا ہوں کہ حضرت زبیر پر لعن طعن کرنے والے بھی اسکے قاتل سے کم نہیں ہیں (اور ان کے لئے بھی عذاب نا مقرر ہے) پس خبردار ان اکابر دین اور اسلام کے پھلوٹے مایہ ناز فرزندوں کی بد گوئی سے بچو جنھوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی کوششیں ختم کردیں اور حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحفاظت اور دین الٰہی کی تائید وحمایت کیلئے اپنی جان ومال کی بازی لگادی اور رات دن خفیہ وعلانیہ اسی مقصد کیلئے سرگرم عمل اور ساعی رہے، اور انھوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی خاطر اپنے کنبوں قبیلوں، اپنے دلکے ٹکڑوں لڑکوں اور لڑکیوں، بیویوں اور دوسرے رشتہ داروں کو چھوڑ دیا اور اپنے وطنوں اور گھروں اور اپنے چشموں اور کھیتوں اور نہروں اور باغوں کو خیرباد کہدیا، اور سخت اور خطرناک موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز سمجھا اور

وفازوا في صحبته ببركات النبوة وشاهدوا
الوحي وشرفوا بحضور الملك وراوا الخوارق
والمعجزات حتى صار غيبهم شهادة وعلمهم
عينا واعطوا من اليقين مالا يعطى لاحد
من بعدهم حتى لا يبلغ انفاق غيرهم
مثل احد ذهبا مبلغ انفاق مد شعيرهم
ولا نصيفه وهم الذين اثنى الله تعالى
عليهم في القرآن المجيد ورضي عنهم ورضوا
عنه ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في
الانجيل كزرع اخرج شطأه فآزره فاستغلظ
فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ
بهم الكفار سمى الله تعالى غائظهم كفارا
فليحذر عن غيظهم كما يحذر عن الكفر و
الله سبحانه الموفق۔

جماعت کہ این چنین نسبت را بآں سرور
علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات درست
کردہ باشند ومقبول ومنظور او علیہ وعلیہم
الصلوات والتحیات گشتہ اگر در بعض امور
بایکدیگر مخالفت کنند ومشاجرت نمایند و
برائے واجتہاد خود عمل فرمایند مجال طعن و
اعتراض نیست بلکہ حق وصواب در آں
موطن اختلاف است وعدم تقلید رائے
غیر رائے خود است۔

اپنی محبت، اپنے مال واولاد کی محبت کے مقابلہ میں حضور کی محبت کو
ترجیح دی وہ وہ ہیں کہ انکو صحبت نبوی کا شرف حاصل ہوا اور برکات
نبوت ان کے حصہ میں آئے، انھوں نے وحی کو آتے دیکھا فرشتوں کی
حاضری سے وہ مشرف ہوتے، اپنی آنکھوں سے انھوں نے حضور کے
معجزات اور آپکی روشن نشانیاں دیکھیں حتی کہ جو غیب تھا وہ انکے
لئے شہادت ہوگیا اور جو علم الیقین تھا وہ عین الیقین سے بدل
گیا، اور انکو ایمان وایقان کا وہ درجہ حاصل ہوا جو انکے بعد کسی
کو نہیں حاصل ہو سکتا حتی کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اگر آئندہ آنیوالا کوئی مسلمان احد پہاڑ کی برابر
سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردے تو وہ میرے صحابہ کے
ایک سیر بلکہ آدھے سیر جو کی برابر بھی نہیں — اور ہاں یہ قدوسیوں
کی وہی جماعت ہے جنکی تعریف حق تعالے نے قرآن مجید میں نازل
کی اور اعلان کردیا کہ میں اُنسے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی
ہیں، اور دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ یہ انکا حال لکھا جا چکا ہے
توراۃ میں اور انکی مثال انجیل میں یہ ہے کہ وہ کھیتی کی طرح ہیں
کہ نکلا اسکا انکھوا پھر اسمیں طاقت آئی پھر وہ موٹی ہوگئی یہاں تک
کہ وہ اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی جسکو دیکھکر کاشتکاروں کو خوشی
ہوتی ہے یہ اسلئے کہ جلیں اون کی وجہ سے کفار، بس اللہ تعالے نے اونسے
جلن اور عداوت رکھنے والوں کو کافر قرار دیا ہے لہذا اونکے بغض
وعداوت سے ایسا ہی پرہیز کرنا چاہیئے جیسا کہ کفر سے کیا جاتا ہی جو
جماعت اس مرتبہ کی ہو اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
یہ نسبت حاصل ہو اگر بعض معاملات میں اسکے افراد میں اجتہادی
اختلاف ہوجائے اور نوبت نزاع تک پہنچے - اور ہر ایک اپنی رائے

اور اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرے تو اس میں کسی کو طعن واعتراض کی گنجائش نہیں بلکہ حق وصواب اس موقع پر اختلاف ہی ہے کیونکہ صاحب اجتہاد دوسرے کے اجتہاد پر عمل نہیں کر سکتا۔"

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جن صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حضرت علی مرتضیٰؓ سے اختلافات ہوئے اور جنگ وقتال کی نوبت آئی ان میں سے ایک حضرت امیر معاویہ بھی ہیں، اور چونکہ حضرت علی مرتضیٰؓ سے انکی جنگ دیر تک رہی، اور خلافت وامارت انکے خاندان میں بہت دنوں تک قائم رہی اسلئے انکے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ حضرت عائشہؓ وحضرت طلحہؓ وزبیرؓ کی بہ نسبت بہت زیادہ کیا گیا اسیکا اثر ہے کہ بہت سے اپنے کو سنی کہنے اور سمجھنے والے بھی اگرچہ حضرت صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ وزبیرؓ سے کسی قسم کا سوءظن نہیں رکھتے، لیکن حضرت امیر معاویہ کی طرف سے بدگمانی رکھتے ہیں، اور انکی شان میں بے ادبی کی جرأت کر جاتے ہیں حالانکہ یہ بھی رفض کا ایک شعبہ ہے، اسلئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے حضرت معاویہ کے فضائل ومناقب کی نشر واشاعت اور انکی پوزیشن صاف کرنے کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائی ہے۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں، دفتر اول کا مکتوب نمبری ۲۵۱ جو خواجہ محمد اشرفؒ کے نام ہے جو اسی قسم کے مباحث سے بھرا ہوا ہے اور جسکے بعض اقتباسات تفضیل شیخین کے عنوان کے ذیل میں گذر بھی چکے ہیں اسی میں حضرت امیر معاویہؓ کے بارہ میں ارقام فرماتے ہیں:-

شیخ ابو شکور سلمی در تمہید تصریح کردہ کہ اہل سنت و جماعت برآنند کہ معاویہؓ باجمیع از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بودند وخطائے ایشاں اجتہادی بود، و شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ منازعت معاویہؓ با امیرؓ از روئے اجتہاد بودہ و ایں قول را از معتقدات اہلسنت فرمودہ۔

شیخ ابو شکور سلمی نے اپنی کتاب "تمہید" میں تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہؓ اور صحابہ کرامؓ میں سے اونکے وہ رفقاء جو جنگ میں انکے ساتھ تھے اگرچہ خطا پر تھے لیکن اونکی یہ خطا اجتہادی تھی، اور ابن حجرؒ نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ سے حضرت معاویہؓ کا نزاع اجتہاد پر مبنی تھا، اور اسکو انھوں نے اہلسنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔

اسکے بعد شارح مواقف کی ایک "موہم" عبارت پر تنبیہ اور انکی غلطی کی اصلاح فرمانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:-

قد صح انہ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللہ سبحانہ وفی حقوق المسلمین۔

یہ بات صحت کیساتھ معلوم ہے اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت معاویہؓ حقوق اللہ اور حقوق المسلمین دونوں کے بارہ میں خلیفۂ عادل تھے۔

پھر چند سطر کے بعد فرماتے ہیں :-

ودر احادیث نبوی باسناد ثقات آمدہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام درحق معاویہ دعاء کردہ اند "اللّٰھم علمہ الکتاب والحساب وقہ العذاب" وجائے دیگر دعاء فرمودہ اند "اللّٰھم اجعلہ ھادیًا مھدیا"۔ ودعائے آنحضرت صلعم مقبول۔

اور احادیث نبویہ میں ثقہ راویوں کی سند سے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب معاویہ رضؓ کے حق میں دعاء فرمائی کہ "اے اللہ اسکو کتاب وحساب کا علم دے اور عذاب سے بچا"۔ اور ایک اور موقع پر حضرت نے انہیں کیلئے دعاء فرمائی کہ "خداوندا! اسکو ہادی مہدی بنا" اور حضورؐ کی دعاء بلاریب مقبول ہے۔

پھر چند سطر کے بعد فرماتے ہیں :-

وامام مالکؒ کہ از تابعین است۔۔۔ واعلم علماء مدینہ، شاتم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمرو بن العاص را بقتل حکم کردہ است۔۔۔۔ وایضاً شتم او را در رنگ شتم ابی بکر وعمر وعثمان ساختہ است۔۔۔ اے برادر معاویہ تنہا دریں معاملہ نیست نصفے از اصحاب کرام دریں معاملہ با وے شریک اند پس محاربان امیر اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شطر دین می خیزد کہ از راہ تبلیغ ایشاں بما رسیدہ است وتجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے کہ مقصودش ابطال دین است۔

اور امام مالک جو تابعین میں سے ہیں (؟) اور اپنے زمانہ میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم تھے انکا فتویٰ ہے کہ حضرت معاویہ اور انکے رفیق عمرو بن العاص کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔ اور نیز امام مالکؒ نے حضرت معاویہ کی گالی کو حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی گالی کے حکم میں قرار دیا ہے یعنی انکے نزدیک ان دونوں جرموں کی سزا قتل ہے۔۔۔ اے بھائی! یہ معاملہ تنہا امیر معاویہؓ کا نہیں ہے قریباً نصف صحابہ کرام انکے اس معاملہ میں شریک ہیں، پس اگر حضرت علیؓ سے جنگ کرنیوالوں کو کافر یا فاسق کہا جائے تو آدھے دین سے ہاتھ دھونا پڑیگا جو انہی حضرات کی نقل وروایت سے ہم تک پہنچا ہے اس الزام کو کوئی ایسا زندیق اور ملحد ہی رضی ہو سکتا ہے جسکا مقصد ہی دین کو برباد کرنا ہو۔

پھر چند سطر کے بعد ارقام فرماتے ہیں :-

امام غزالیؒ تصریح کردہ کہ آں منازعت بر امر خلافت نبودہ بلکہ در استیفاء قصاص در مدت خلافت حضرت امیرؓ بود وشیخ ابن حجرؒ نیز ایں معنی را از معتقدات اہلسنت گفتہ است۔

امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی وہ جنگ خلافت کے بارے میں نہیں تھی بلکہ اسکا تعلق بھی حضرت عثمانؓ کے قصاص ہی سے تھا۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے بھی اسکو اہلسنت کے عقائد میں سے لکھا ہے۔

پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں :-

اے برادر طریق اسلم دریں موطن سکوت از ذکر مشاجرات اصحاب پیغمبر است علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات واعراض از تذکرہ منازعات ایشاں پیغمبر فرمود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایاکم وما شجر

اے برادر اس بارے میں سلامتی کی راہ اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات ومحاربات کے متعلق خاموشی اختیار کیجائے اور زبان کھولی ہی نہ جائے رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے "میرے صحابہ میں جو نزاعات

بین اصحابی" نیز فرمودہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً" (مکتوب ۲۵۱ صفحہ ۷۲-۷۳-۷۴ دفتر اول)

ہوئے انسے الگ تھلگ رہو۔ نیز حضور نے فرمایا ہے کہ "میرے اصحاب کے بارے میں خدا کا خوف کرو اسکے مواخذہ سے ڈرو، اور انکو اپنی تیز کلامی اور بدگوئی کا نشانہ نہ بناؤ۔"

شرفِ صحبت :-

شیعہ اور اہلسنت کے نقطہائے نظر میں ایک اصولی اختلاف یہ بھی ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک "صحبت رسول" کی کوئی خاص اہمیت نہیں، جمہور صحابہ کو تو معاذ اللہ وہ مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور جن تین چار حضرات (حضرت مقدادؓ، سلمان فارسیؓ، ابو ذر غفاریؓ، زید بن ارقمؓ) کے ایمان کے وہ قائل ہیں اور انکی جو تعظیم و توقیر وہ کرتے ہیں تو وہ بھی اس لحاظ سے نہیں کہ وہ "اصحاب رسول" ہیں بلکہ صرف اسوجہ سے کہ وہ انکے نزدیک حضرت علی مرتضیٰؓ کی "پارٹی" میں شامل اور انکے ناصر و مددگار تھے، بہر حال نفس صحبتِ رسول کی انکے نزدیک کوئی خاص وقعت نہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ صحبت رسالت کی حقیقی عظمت اگر کسی کے دلمیں قائم ہوجائے اور اسکو واقعی فضل و شرف کو وہ سمجھ لے تو کبھی تشیع کا شکار نہیں ہوسکتا، اسلئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی مکتوبات میں اس اصول پر بھی بہت زیادہ زور قلم صرف کیا ہے دفتر اول کے مکتوب ۲۵۱ میں فرماتے ہیں :-

بدانند کہ اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہمہ بزرگ اند وہمہ را بہ بزرگی یاد باید کرد خطیب از انس روایت کند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ :-

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحاباً واختارلی منھم اصھاراً وانصاراً فمن حفظنی فیھم حفظہ اللہ ومن اذانی فیھم اذاہ اللہ" وطبرانی از ابن عباس روایت کند رسول فرمود علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین"

وابن عدی از عائشہؓ روایت کند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ رسول فرمود علی آلہ الصلوٰۃ والسلام ان شرار امتی اجرأھم علی اصحابی"

جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام واجب التعظیم ہیں اور ہمکو چاہیے کہ اون سبکو عزت وعظمت کے ساتھ یاد کریں خطیب حضرت انس سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے مجھے چنا اور پھر میرے لئے اصحاب منتخب کیے اور انہیں سے میرے رشتہ داروں اور مددگاروں کا انتخاب کیا پس جس نے انکے بارے میں میرے حق کی رعایت کی اسکی اللہ تعالیٰ رعایت کریگا۔ اور جسنے اونکے بارے میں میرا دل دکھایا اللہ اسکو ایذا پہنچائیگا۔ ــــ اور طبرانی ابن عباس سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے میرے اصحاب کو گالی دی اسپر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سارے آدمیوں کی لعنت، اور ابن عدی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بدترین وہ ہیں جو میرے اصحاب کے بارے میں زیادہ بے باک ہیں۔

نیز اسی دفتر کے مکتوب ۲۰۵ میں ارقام فرماتے ہیں:-

وفضيلة الصحبة فوق جميع الفضائل والكمالات ولهذا لم يبلغ اويس القرني الذي هو خير التابعين مرتبة ادنى من صحبه عليه الصلوٰة والسلام

فلا تعدل بفضيلة الصحبة شيئا كائنا ما كان فان ايمانهم ببركة الصحبة ونزول الوحي بصير شهوديا اه (دفتر اول ص)

اور صحبت نبوی کی فضیلت تمام دوسرے فضائل وکمالات سے اعلیٰ و بالا ہے اور اسی واسطے وہ اویس قرنی جو بلاشبہ تابعین میں افضل ترین ہیں کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکے پس کسی چیز کو بھی صحابیت کی فضیلت کے ہم پلہ نہ ٹھیراؤ کیونکہ انکا ایمان تو صحبت نبوی کی برکت اور نزول وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے شہودی ہو گیا ہے۔

اور اس سے پہلے مکتوب میں فرمایا:-

سئل عبد الله بن المبارك رضي الله تعالى عنه ايهما افضل معاوية ام عمر بن عبد العزيز فقال الغبار الذي دخل انف فرس معاوية مع رسول الله صلى الله عليه وسلم خير من عمر بن عبد العزيز كذا مرة (ص ۴۳/۱)

حضرت عبداللہ بن المبارکؓ سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیز میں سے کون افضل ہے؟ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں معاویہ جس گھوڑے پر سوار ہوئے اسکی ناک میں جو غبار پہنچا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے بدرجہا بہتر ہے۔

نیز اسی دفتر کے مکتوب نمبر ۱۳ میں ارقام فرماتے ہیں:-

لا تعدل بالصحبة شيئا ايا ما كان الا ترى ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وبارك فضلوا بالصحبة على من عداهم سوا الانبياء عليهم السلام وان كان اويسا قرنيا وعمرا مروانيا مع بلوغهما نهايت الدرجات ووصولهما غاية الكمالات سوى الصحبة فلا جرم صار خطأ معاوية خيرا من صوابهما ببركة الصحبة وسهو عمرو بن العاص افضل من صوابهما لما ان ايمان

صحبت کی برابر کسی بھی چیز کو نہ ٹھیراؤ، کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام صحبت ہی کی وجہ سے ماسوا انبیاء کے اور سب پر فوقیت لے گئے اور اویس قرنی اور عمر بن عبد العزیز مروانی جیسے جلیل القدر حضرات سے بھی افضل ٹھیرے — حتیٰ کہ صحبت نبوی ہی کی برکت سے امیر معاویہؓ کی غلط رائے اور عمرو بن العاص کی بھول چوک اویس قرنی اور عمر مروانی کی صوابدید اور صحیح رائے سے افضل ہوئی، کیونکہ ان بزرگوں کا ایمان، شرف صحبت، و دیدار حضرت

ھٰؤلاء الکبراء صاروا بالصحبۃ شھودیا بروبۃ الرسول وحضور الملک وشھود الوحی ومعاینۃ المعجزات وما تفق لمن عداھم ھذہ الکمالات التی ھی اصول سائر الکمالات کلھا ولو علم اویس فضیلۃ الصحبۃ بھذہ الخاصیۃ لم یمنعہ مانع من الصحبۃ وما اثر شیئا من الاشیاء علی ھذہ الفضیلۃ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ؎

سکندر را نمے بخشند آبے
بزور و زر میسر نیست این کار

اللّٰھم وان لم تخلقنا فی ھذہ النشأۃ فی قران ھٰؤلاء الاکابر فاجعلنا فی النشاۃ الاخرۃ محشورین فی زمرتھم بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوات والتحیات والتسلیمات۔" (دفتر اول ص ۱۳۵)

رسالت، اور معائنۂ وحی و ملائک، اور مشاہدۂ معجزات و خوارق کی وجہ سے شہودی ہوگیا اور بعد والوں نے جنکو صرف سنا اور سکوا نھوں نے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور بھلا دوسروں کو یہ چیزیں جو تمام فضائل و کمالات کی اصل و بنیاد ہیں کہاں نصیب ہوئیں، اور اگر حضرت اویس قرنی کو صحبت کی فضیلت ان خواص و برکات کے ساتھ معلوم ہو جاتی تو وہ اسکے مقابلہ میں کسی چیز کو بھی ترجیح نہ دیتے اور پھر انکو کوئی عذر بھی حاضریٔ بارگاہ نبوت سے نہ روک سکتی، لیکن ـــ اللہ جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے اور وہ بڑے فضل وکرم والا ہے ؎

سکندر کو نہیں دیتے ہیں پانی
نہیں ملتی بزور و زر یہ دولت

اے اللہ! اگرچہ تونے ہمکو اس مقدس عہد میں پیدا نہیں کیا، مگر آخرت میں انکی جماعت اور انکے گروہ میں ہمارا حشر ضرور فرما! بطفیل اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

صحبت نبوی کی فضیلت واہمیت کے متعلق اس قسم کے ایمان افروز مضامین مکتوبات شریف میں بکثرت ہیں جنکے مطالعہ کے بعد کوئی شخص رفض کی گمراہی کا شکار انشاء اللہ کبھی نہیں ہو سکتا یہاں ہم حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی مذکورہ بالا دعا پر آمین کہتے ہوئے بقصد اختصار انھی چند اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔

سارے مطاعن کا ایک اصولی جواب

شیعوں کے پاس گمراہی کا سب سے بڑا حربہ "مطاعن" ہیں اور مکالمات و مباحثات میں بھی دیکھا گیا کہ وہ جب کسی بحث میں عاجز آتے اور میدان کلام کو اپنے لئے تنگ پاتے ہیں تو فوراً مطاعن صحابہ پر آجاتے ہیں اور اسی بحث کو وہ اپنا سب سے بڑا ہتھیار سمجھتے ہیں، صحابہ کرام کی طرف سے بدگمانی،

اور انسے بغض و عداوت رفض کی اصل و اساس ہے۔ اور اس گمراہی میں دوسروں کو بھی شریک کرنیکا سب سے بڑا ذریعہ یہی "مطاعن" کی اشاعت ہے۔ اسلئے "مطاعن" کے جوابات کی طرف بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے خاص توجہ مبذول فرمائی اور شیعوں کے اُن مشہور "مطاعن" کے مفصل جوابات جنکو شیعہ بہت زیادہ اچھالتے ہیں آپنے اپنے رسالہ "رد روافض" کے علاوہ متعدد مکاتیب میں بھی سپرد قلم فرمائے ہیں۔ ان تفصیلی جوابات کے علاوہ آپنے تمام مطاعن کا ایک اصولی جواب بھی دیا ہے جسکو ملحوظ رکھنے کے بعد اس سلسلہ کی ساری بحثیں کافور ہو جاتی ہیں، اور یقین واثق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مصنفین شیعہ نے اس باب میں جو دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہی ایک اصولی جواب ان سبکو خاکستر کر دینے کے لئے کافی ہے۔

دفتر دوم کے مکتوب ۹۶ میں واقعہ قرطاس پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:-

بدان ارشدک اللہ تعالیٰ و ہداک سواء الصراط این شبہ و امثال این شبہ را کہ جمیع بر حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و بر سائر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم . . . . ایراد مے نمایند و باین تشکیکات رد ایشان میخواہند اگر بہ سر انصاف بیایند و شرف صحبت خیر البشر را علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام قبول نمایند و بدانند کہ نفوس ایشان در صحبت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام از ہوا و ہوس مزکی شدہ بودند و سینہ ہائے ایشان از عداوت و کینہ پاک گشتہ و دانند کہ ایشان اند اکابر دین و کبرائے اسلام کہ بذل نمودہ اند طاقتہائے خود را در اعلاء کلمہ اسلام و از برائے تائید دین متین در لیل و نہار و در سر و جہار و گذاشتہ اند عشائر و قبائل خود را و اولاد و ازواج خود را و اوطان و مساکن خود را و عیون و زروع خود را و اشجار و انہار خود را

حق تعالیٰ تمکو ہدایت دے اور سیدھے راستہ پر چلائے انکو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ شبہ اور اس جیسے اور شبہات جنکو فرقہ شیعہ کے لوگ حضرات خلفاء ثلثہ اور دیگر تمام صحابہ کرامؓ پر وارد کرتے ہیں اور ان شکوک و اعتراضات سے انکو مجروح و مطعون کرنا چاہتے ہیں، اگر یہ کچھ انصاف سے کام لیں اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی فضیلت و اہمیت کو قبول کرلیں، اور جان لیں کہ حضور کی صحبت میں، رہکر اُنکے نفوس ہوا و ہوس سے صاف اور اُنکے سینے کینوں اور کدورتوں سے پاک ہو گئے تھے، اور سمجھ لیں کہ یہ وہ بزرگان دین اور عظمائے اسلام ہیں جنھوں نے دن اور رات، خفیہ اور علانیہ غرض ہر وقت اور ہر طرح دین متین کی تائید و حمایت اور اعلاء کلمۂ اسلام کیلئے اپنی تمام کوششیں اور طاقتیں صرف کردیں، اور حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے کنبے قبیلوں، اپنے بال بچوں، اپنی چہیتی بیبیوں کو چھوڑ دیا، اپنے عزیز وطنوں . . . .

از جہت محبت رسول علیہ و علیہم الصلوٰت و التسلیمات ایثار نمودہ اند نفس رسول را بر نفوس خویش اختیار کردہ اند محبت رسول را بر محبت خویش و بر محبت ذریات و اموال خویش، و ایشاں اند شاہدان وحی و ملک، بینندہ ہائے معجزات و خوارق تا آنکہ غیب ایشاں شہادت گشتہ است و علم شاں عین شدہ ہم الذین اثنی اللہ علیہم فی القرآن المجید رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ، ذالك مثلہم فی التوراۃ و مثلہم فی الانجیل۔ ہرگاہ جمیع اصحاب کرام دریں کرامات شریک باشند از اکابر صحابہ کہ خلفائے راشدین باشند از بزرگیہائے ایشاں چہ وا نماید۔

اپنے آباد گھروں کو، اپنے چشموں اور کھیتوں کو، اپنے درختوں اور اپنی نہروں کو ہمیشہ کیلئے خیر آباد کہدیا، اونھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مقدس کو اپنے نفوس پر ترجیح دی، اور حضور کی محبت کو اپنی اور اپنے اموال و اولاد کی محبت پر مقدم رکھا، اونھوں نے وحی کو اترتے اور فرشتوں کو آتے دیکھا، حضور کے معجزات اور آپکی روشن نشانیوں کا انھوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا یہانتک کہ "مغیب" انکے حق میں "شہادت" بن گیا، اور انکا علم الیقین عین الیقین سے بدل گیا۔ وہی وہ خوش نصیب ہیں جنکی مدح و ثنا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمائی اور اعلان فرمایا کہ "اللہ انسے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں" اور دوسری جگہ فرمایا کہ یہ حال مسطور ہے انکا توراۃ میں اور انجیل میں الخ، پھر جبکہ تمام صحابہ کرام ان خصائص و فضائل سے مشرف ہیں تو پھر خاص اکابر صحابہ یعنی حضرات خلفاء راشدین کے متعلق کیا کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پھر چند سطور کے بعد ارقام فرماتے ہیں:۔

بعد از حصول نظر انصاف و بعد از قبول شرف صحبت خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوات و التحیات و بعد از دانستن بزرگیہا و علو درجات اصحاب کرام علیہم الرضوان آں جماعت اعتراض کنندگان و تشکیک پیدا آرندگان نزدیک است کہ ایں شبہات را در رنگ مغالطہائے و سفسطہائے ذر اندودہ تصور نمایند و از درجہ اعتبار ساقط کنند اگرچہ مادہ غلط را در شبہا تشخیص نکنند و محل سفسطہ را تعین نہ نمایند لا اقل مجملاً

اگر ان اعتراض کرنیوالونکی نظر میں کچھ انصاف ہو اور یہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی عظمت کو مان لیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزرگی اور عالی مرتبی کو جان لیں تو زیادہ بعید نہیں کہ یہ خود ہی اپنے ان شبہات کو ملمع شدہ مغالطوں اور سفسطوں کے رنگ میں دیکھنے لگیں، اور انکو درجۂ اعتبار و التفات سے ساقط کر دیں اگرچہ غلط فہمی کے منشا کی تعیین نہ کر سکیں اور غیب و سفسطہ کے محل کو انگلی رکھکر نہ بتا سکیں لیکن کم از کم اجمالاً اس قدر ضرور سمجھ لینگے کہ شکوک و شبہات لا حاصل ہیں بلکہ بہت سی بدیہی اور کھلی ہوئی حقیقتوں کے خلاف اور کتاب و سنت سے

این قدر شاید داند کہ مودائے این تشکیکات وحاصل این شبہات بے ماحصل است بلکہ معادم بداہت وضرورت اسلامیہ است ومردود و مطرود بکتاب وسنت است ؛

سے مردود ومطرود ہیں ۔

دفتر دوم مکتوب ۹۶

اس تمہید کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے واقعہ قرطاس پر چند مقدمات قائم کر کے مفصل کلام فرمایا ہے اور اس سے متعلق شیعوں کے مشہور اعتراض کا تفصیلی جواب دیا ہے اور گویا اسکے مقدمات کی تحلیل کر کے انگلی رکھ رکھ کے بھی بتلا دیا ہے کہ کہاں کہاں اسمیں فریب دیا جاتا ہے ۔ اسکے بعد پھر اوسی اصولی رنگ میں فرماتے ہیں :۔

این قسم شبہات وتشکیکات نزد فقیر در رنگ آنست کہ شخصے ذی فنون نزد جماعت ابلہاں بیاید و سنگے راکہ محسوس ایشان است بدلائل ومقدمات زراندودہ بر ایشان اثبات نماید کہ آن ذہب است واین بیچارگان چون در دفع آن مقدمات مموہہ عاجز اند ودر تعین مواد آن دلائل قاصر ناچار در اشتباہ مے افتند بلکہ یقین بذہبیت آن سنگ می نمایند وحس خود را فراموش مے سازند بلکہ متہم میدارند زیرکی باید کہ اعتماد بر ضرورت حس نماید ومقدمات مموہہ را متہم سازد ، در ما نحن فیہ نیز بزرگی وعلو درجات خلفاء ثلثہ ، بلکہ بزرگی جمیع اصحاب کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات بمقتضائے کتاب و سنت محسوس ومشاہد است قادح وطاعن این بزرگواران بدلائل زر اندودہ قدح وطعن در ایشان نماید آن طعن ایشان در رنگ قدح آن

فقیر کے نزدیک ان شکوک وشبہات کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ کوئی چالاک اور پرفن شخص بیوقوفوں کی کسی جماعت کے پاس پہنچے اور ایک پتھر کو جسکو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اپنے پرفریب دلائل اور ملمع شدہ مقدمات سے سونا ثابت کرے اور یہ بیچارے اسکے پر تزویر "دلائل" کے جواب سے عاجز ہونے اور تعین وتشخیص کے ساتھ اسکی غلطی نہ بتا سکنے کی وجہ سے خود شبہ میں پڑ جائیں بلکہ اپنے مشاہدہ کے خلاف اسکو سونا یقین کرنے لگیں ، اور اپنے احساس وادراک کو ناقابل اعتماد سمجھکر پس پشت ڈالدیں ، لیکن عقلمند اور ہوشیار آدمی کا کام یہ ہے کہ ایسے موقع پر اپنی حس اور اپنے ادراک کی بداہت پر اعتماد کرے اور ان ملمع شدہ وہمی مقدمات کو ناقابل اعتنا سمجھے ، بالکل یہی حال مسئلہ زیر بحث کا ہے کہ حضرات خلفاء ثلثہ بلکہ تمام صحابہ کرام رض کی بزرگی اور عالی مرتبی قرآن وحدیث کی رو سے جانی بوجھی بلکہ گویا آنکھوں دیکھی حقیقت ہے جسمیں کسی شک وشبہ کی گنجائش

سنگ است کہ در وجود آں نمایند واز از پردہ بہ برنند:

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ٥

نہیں، لیکن یہ حق کوش جماعت اپنے طبع شدہ دلائل سے ان پر طعن و قدح کرتی ہے بس انکی وہ جرح و قدح بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی عیار اپنے ہاتھ کے پتھر کے ٹکڑے کو سونا ثابت کرنیکی کوشش کرے اور کہنے "منطقی" دلائل سے بیدھے لوگوں کو بنائے۔ اے رب ہمارے! ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو کجی اور گمراہی سے محفوظ رکھ اور ہمکو اپنی رحمت سے نواز تو ہی ہر نعمت کا بخشنے والا ہے!!

درحقیقت شیعوں کے تمام مطاعن کی حقیقت یہی اور صرف یہی ہے اور اسی کے جان لینے کے بعد تشیع کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا اور اونکی ابلہ فریبیوں کا پردہ تار تار ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد قدس اللہ سرہ العزیز نے فتنۂ رفض اور اسکے مختلف شعبوں کے خلاف اپنے مستقل رسالہ "رد روافض" کے علاوہ مکتوبات شریف میں بھی جو کچھ متفرق طور پر لکھا ہے، اگر اُس سب کو جمع کیا جائے تو بلا شبہ ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے، اس مختصر مقالہ میں ہم نے جو اقتباسات پیش کیے ہیں، درحقیقت انکو سمندر سے صرف کوزہ بلکہ قطرہ ہی کی نسبت ہے۔

اس "ایرانی فتنہ" کے خلاف اس قلمی جہاد کے علاوہ آپنے لسانی جنگ بھی بڑی پامردی سے کی اور اگرچہ یہ فتنہ حکومت وقت کے آغوش میں تربیت پا رہا تھا اور گویا "شاہی محل ہی اسکا سرچشمہ بنا ہوا تھا پھر بھی آپنے بارہا علی رؤس الاشہاد عام معرکوں اور خاص محفلوں میں، مناظروں اور تقریروں میں اسکی تار پود بکھیرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہی کی اِن مجددانہ مساعی اور مجاہدانہ سرگرمیوں نے عام مسلمانوں کو اس سیلاب میں بہنے سے بچا لیا، ورنہ آج ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں میں اعداء ابوبکرؓ و عمرؓ کی تعداد صرف .... پچاس ساٹھ لاکھ ہی نہ ہوتی۔

اللّٰھم نور مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ واحشرنا معہٗ

الفرقان کا مجدد الف ثانی نمبر

یا

حضرت مجدد الف ثانی چودھویں صدی میں

مقدس اسلام کی عمر جب پورے ایک ہزار برس کی ہوئی تھی اور گیارھویں صدی ہجری کا آغاز تھا اسوقت ہندوستان میں وہ ایک ایسے سخت بھنور میں پھنس گیا تھا اور ایسے فتنوں میں گھر گیا تھا کہ یہاں اسکا بقا ہی مشکل نظر آ رہا تھا، رحمت الٰہی نے اپنی امانت کی حفاظت کیلئے اسی ہندوستان کی خاک سے مجاہد ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اٹھایا جنھوں نے اپنی خداداد مجددانہ بصیرت اور مجاہدانہ عزیمت سے کام لیکر اُن فتنوں کو شکست دی اور الحاد و بیدینی کے اس سیلاب کا رخ پھیر دیا۔ آج بھی نئے نئے ناموں سے وہی پرانے فتنے پھر ابھر رہے ہیں، اور اکبری الحاد "وطنیت" کے روپ میں آج پھر جنم لے رہا ہے ـــــ ضرورت ہے کہ مسلمانان ہند حضرت مجدد الف ثانیؒ کی لائی ہوئی روشنی راہ کو فراہم کریں اور انھی ہتھیاروں سے پھر ان فتنوں کا سر کچلیں ـــــ چودھویں صدی کے ہندی مسلمان کو اُس ربانی روشنی سے آشنا کرنیکے لئے ہی ادارہ "الفرقان" نے "مجدد الف ثانی نمبر" نکالا تھا، اسمیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات زندگی اور تجدیدی کارناموں کے متعلق مشاہیر علماء کرام اور ملک کے ممتاز اہل قلم کے قریباً بیس بصیرت افروز مقالے، اور بلند پایہ شعراء کی تازہ نظمیں ہیں۔ اسکے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ عہد اکبری اور دور جہانگیری میں اسلام پر کیا گذر رہی تھی، الحاد کا سیلاب کسطرح اور کن راہوں سے امڈا چلا آ رہا تھا، زمانہ کدھر جا رہا تھا ـــــ اور پھر حضرت مجدد الف ثانی نے کس عزیمت اور پامردی کے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کیا، اور کن تدبیروں اور مجاہدانہ سرگرمیوں سے کام لیکر وقت کی تمامتر بولناکیوں کو آغوش فنا کے سپرد کر دیا اور سفینۂ ملت کو کسطرح اون خطرناک موجوں کی زد سے بچا لیا۔

نیز اس نمبر کے مطالعہ سے آپکو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کے نفس پرست اور پیشہ ور صوفیوں اور شکم پرست "ملاؤں" نے ملت بیضا کو کسقدر مسخ کر رکھا تھا، اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے کسطرح اونکی بدعات و مزخرفات کو دین سے علیحدہ کر کے حق تجدید ادا کیا اور ہندوستان میں اسلام کو از سر نو زندہ بلکہ سر سبز شاداب کر دیا ـــــ بہرحال حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارنامے اور احیاء ملت کے سلسلہ میں آپکی محیر العقول مساعی اسلامی ہند کی تاریخ کا عظیم الشان باب ہے اور ملک کے ارباب بصیرت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان حقائق کے رخ سے نقاب صرف مجدد الف ثانی نمبر نے الٹا ہے اور صرف اسی کے مطالعہ سے آپکو یہ بصیرت افروز واقعات اور تاریخی حالات معلوم ہو سکتے ہیں ضخامت پونے تین سو صفحات سے زیادہ قیمت کاغذ قسم اعلیٰ سفید گلیز ڈیڑھ روپیہ (عہ) ایضاً کاغذ قسم دوم سفید رف ایکروپیہ (عہ) محصولڈاک مع رجسٹری چھ آنہ الگ بذمہ خریدار ـــــ (اب بہت تھوڑے نسخے باقی رہگئے ہیں)

ناظم مکتبہ الفرقان بریلی

(مطبوعہ بریلی الکٹرک پریس بریلی)

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

یہ مرکز بدعت بریلی کے اس معرکہ خیز مناظرہ کی مکمل روئداد ہے جو محرم ۱۳۵۴ھ میں رضاخانیوں کے مدرسہ جامعہ رضویہ میں ہوا تھا، بانی مناظرہ نے جو بریلی ہی کے باشندہ تھے اہلسنت کے حق میں زبردست فیصلہ دیا ہے وہ بھی آخر میں درج ہے ضخامت مع ضمیمہ ۱۳۲ صفحات قیمت ۸ ر رعایتی ۶ ر

ہدایت ربانی برائے فرقہ رضاخانی

یعنی روئداد "مناظرہ گیا" یہ اس عظیم الشان تحریری اور تقریری مناظرہ کی روئداد ہے جو "حسام الحرمین" کی تکفیری بحث پر اواخر ۱۳۵۵ھ میں مدیر الفرقان اور رضاخانیوں کے نقیب اعظم مولوی حشمت علی صاحب کے مابین ہوا تھا کے مشہور ہو گیا ہیں تین دن متواتر ہوا تھا عجیب و غریب تحقیقات پر حاوی ہے ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ۸ ر رعایتی ۶ ر

رضاخانیت پر کاری ضرب

یعنی رسالہ "مقامع الحدید" اس رسالہ میں تحریک رضاخانیت کی تاریخ اور اسکے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور رضاخانیوں کے ان تیس ۳۰ اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے جو اکابر علماء دیوبند پر کئے جاتے ہیں، نیز رضاخانی مذہب کا نہایت دلچسپ فوٹو رضاخانی لٹریچر سے پیش کیا گیا ہے یقین ہے کہ آپ نے اس موضوع پر ایسی پر لطف کتاب ملاحظہ نہ فرمائی ہوگی ضخامت سو ۱۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قیمت ۶ ر رعایتی ۵ ر

جہنم کی بشارت

قبلہ گاہان بریلی کی طرف سے ایک رسالہ بنام "موت کا پیغام" شائع ہوا تھا، یہ اسکا مسکت اور دندان شکن جواب ہے یہ بحث بھی نہایت تفصیل اور تحقیق سے آگئی ہے کہ جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے فتوے اور اپنے اصول سے خود کافر ٹھہرتے ہیں بالکل لاجواب ہے قیمت ۳ رعایتی ڈھائی آنہ (۲؍۰)

کتب رد آریہ و عیسائی

مباحثہ سماج بریلی

یہ تناسخ اور الہام وید کے موضوع پر جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان اور آریہ سماج کے مشہور مایہ ناز مناظر پنڈت رام چندر جی دہلوی کے ایک معرکۃ الآرا مناظرہ کی روئداد ہے مولانا ممدوح کی طرف سے وید کے غیر الہامی ہونے کی لاجواب اور خالص عقلی دلیلیں اور تناسخ کے ابطال میں دس نہایت روشن براہین اسمیں آپکو ملینگی قیمت ۳ ر رعایتی ۲ ر

حدوث روح و مادہ

یہ حضرت مدیر الفرقان دام فیضہ اور پنڈت گوپی چند دہلوی کے ایک دلچسپ مناظرہ کی روئداد ہے اسمیں مدیر ممدوح نے روح و مادہ کے حادث ہونے پر عقلی و نقلی دلائل پیش کئے تھے قیمت ۱؍ رعایتی ۱ ر

عدم انجیل

اس رسالہ میں نہایت زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جو انجیل خدا کی طرف سے حضرت مسیح پر نازل ہوئی تھی وہ دنیا میں کہیں موجود نہیں قیمت ۳ ر رعایتی ۲ ر

وسیلہ خدا شناسی

از حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تمام مذاہب کے مقابل اسمیں اسلامی حقانیت اور صداقت کا ثبوت قیمت ۳ ر رعایتی ۲ ر

تذکار شہید

اسمیں قریباً ڈیڑھ سو صفحات پر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی سوانح حیات، آپکی دینی و ملی خدمات، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آپکی جنگ حریت، آپکی تحریک احیاء توحید و سنت کا نہایت مفصل اور مکمل تذکرہ ہے اہل بدعت نے آپ کے خلاف جو الزامات تراشے ہیں، انکا نہایت زبردست اور بلیغ رد کیا گیا ہے قیمت کاغذ اعلیٰ ۱۰؍ ر معمولی کاغذ آٹھ آنے۔

بریلوی کا نادان دوست

موضوع نام سے ظاہر ہے، قیمت آدھ آنہ (۲؍)

الکوکب الیمانی

اسکا روشن ثبوت کہ خانصاحب بریلوی کے فتوے سے انکے کسی معتقد کا نکاح درست نہیں ہو سکتا قیمت ۲ ر رعایتی ۱ ر

نئے مجدد کا نیا ایمان

اس نے اعداد سنت کو انگاروں پر لٹا دیا ہے قیمت ۱؍ رعایتی ۱ ر

مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب اور حضرت مولانا اعظمی کے فتووں کا ذکر اس وجہ سے
کیا گیا ہے کہ علوم شریعت اور خاص کر فقہ و فتاویٰ میں ان حضرات کا امتیازی مقام
ہے ـــــ حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب کے متعلق معلوم ہے کہ عرصہ دراز
تک دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی رہے، اور اب جبکہ ضعف پیری اور مرض فالج
کی وجہ سے بالکل معذور ہو کر اپنے وطن میں مقیم ہو گئے ہیں، علماء و اہل فتویٰ مشکل
مسائل میں اب بھی اُن کی طرف رجوع کرتے ہیں اور حضرت ممدوح اسی حال میں جوابات
دیتے ہیں ـــ اور حضرت مولانا اعظمی کی عمومی شہرت اگرچہ ایک وسیع النظر محدث اور فن حدیث کے ایک
محقق کی حیثیت سے ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عام علوم شریعت اور خاص کر فقہ و فتوے
میں بھی آپ کا خاص الخاص مقام ہے ـــــ اب سے قریباً ۱۵ سال پہلے ممدوح
کو دار العلوم دیوبند کی صدارت افتاء کے منصب پر لانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن مولانا نے
اس وقت کی اپنی دوسری مشغولیتوں کی وجہ سے معذرت کر دی تھی ـــ پھر اسکے بعد
ایک موقع پر دار العلوم کی مجلس شوریٰ نے جس کے مولانا خود بھی ایک رکن ہیں دار العلوم
کی صدارت تدریس کے منصب پر لانے کی بھی کوشش کی، لیکن آپ نے فن حدیث اور نوادر کتب
حدیث کی جس خاص خدمت کو اپنی زندگی کا مصرف بنا لیا ہے اس کی وجہ سے مجلس شوریٰ کی
اس پیشکش کے قبول کرنے سے بھی معذرت فرما دی ـــــ الغرض یہ دونوں حضرات کم از کم
ہندوستان میں بالخصوص فتاویٰ کے لیے آخری مرجع ہیں ـــ اللہ تعالیٰ ان کے
فیوض سے استفادہ کی امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ عرصہ تک توفیق عطا فرمائے۔

اردو یونیورسٹی کی تجویز

(از پروفیسر خواجہ احمد فاروقی عـہ)

اردو دنیا کی اہم زبانوں میں سے ہے۔ اور اس کے بولنے والوں کی تعداد شمالی چینی اور انگریزی کو چھوڑ کر دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اردو بولنے والوں کی آبادیاں فیجی، قدیم برٹش گیانا، ٹرینی ڈاڈ، جنوبی اور مشرقی افریقہ، انگلستان، عدن، افغانستان، پاکستان، مارشیس، برما، ملیشیا، سنگاپور اور انڈونیشیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ....

.... اردو ہندوستان میں پیدا ہوئی، یہیں پلی اور بڑھی اور یہیں سے مختلف ملکوں میں پھیلی۔ پچھلی مردم شماری کی رو سے ہندوستان میں اردو کے بولنے والوں کی تعداد ۲۳ ملین ہے لیکن روزنامہ ملاپ[۱] کا خیال ہے کہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ہندوستان اردو کا گھر ہے اور اس کے بولنے والوں کی سب سے بڑی تعداد ہندوستان میں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اردو کا مستقبل اصلاً ہندوستان سے وابستہ ہے اور اس کے تحفظ اور ترقی کی ساری ذمہ داری ہندوستانی عوام کی ہے۔ اردو کو جو دولت ارثاً ملی ہے وہ مشترکہ تہذیب کی دولت ہے۔ اس نے آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا ہے انقلاب کی چنگاریاں روشن کی ہیں غریبوں کو جگایا ہے۔ ایک بہتر سماج بنانے کی کوشش کی ہے دل میں ٹھنڈک اور نظر میں وسعت پیدا کی ہے۔ وہ اتحاد اور سالمیت کی زندہ علامت ہے اور اس کے نقصان میں دراصل پورے ملک کا نقصان پوشیدہ ہے۔

عـہ خواجہ صاحب کی یہ تحریر زیادہ طویل تھی ذیل میں اس کا اختصار دیا جا رہا ہے۔ (الفرقان)

۱۔ ملاپ نئی دہلی بحوالہ قومی آواز لکھنؤ مورخہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۰ء

کسی ملک کی ترقی کا انحصار تعلیم پر ہے اور ماہرین اس پر متفق ہیں کہ طالب علم کی زبان اور تعلیم کی زبان میں فرق نہیں ہونا چاہیئے اور وہ تعلیم یکسر بے وقعت اور بے معنی ہے جو مادری زبان میں نہ دی جائے یا جو اپنی تمدنی بنیادوں سے نا آشنا ہو۔ تعلیم کا مقصد چند کتابوں کو حفظ کر لینا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد شخصیت کی تعمیر اور جذبات کی تہذیب ہے۔ اس کا مقصد فرد اور جماعت کے درمیان صحیح ہم آہنگی پیدا کرنا ہے اور خوابیدہ صلاحیتوں کو اس طرح ابھارنا اور سنوارنا ہے کہ طالب علم اپنے سماج کی ذمہ داریوں کو خندہ پیشانی سے اٹھا سکے۔ زبان ایک تہذیبی عمل ہے جس کے ذریعے سماج کی تہذیبی قدروں کا اعلان اور اظہار ہوتا ہے اور جو اس کے وجودِ قومی اور خوش حالی کو برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے ملٹن نے لکھا تھا کہ:

"کوئی تاریخی شہادت ایسی نہیں ملتی کہ کوئی سلطنت یا مملکت اس وقت تک اوسط درجے کی خوش حالی اور فلاح سے محروم کی جا سکی ہو جس وقت تک کہ اس کے افراد اپنی زبان کو پسند کرتے ہوں یا اس کی طرف کافی توجہ دیتے ہوں۔"

ذہنی زندگی کی تربیت کے لئے جو اصل معنوں میں انسانی زندگی ہے، مادری زبان میں تعلیم سب سے زیادہ اہم ہے۔ جاپان نے اپنی علمی اور تہذیبی دولت کو عام کرنے کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ مغربی علوم کو سیکھنے کے لیے مادری زبان کو ذریعۂ تعلیم بنائے۔ یہی اس کی ترقی اور خوشحالی کا راز ہے اور اسی کی وجہ سے آج تخلیقی فکر اور صنعت و حرفت کے میدان میں وہ بہت سے ملکوں سے آگے ہے۔

قومی تعلیم کا پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ تعلیم مادری زبان میں دی جائے۔ یہ اتنا سیدھا سادہ اور فطری اصول ہے کہ اس کے سمجھانے کی مطلق ضرورت نہیں۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کسی سے کہیں کہ پاؤں سے چلنا چاہیئے اور آنکھوں سے دیکھنا چاہیئے، لیکن ہندوستان میں جو غلط طریقۂ تعلیم انگریزوں کی بدولت مروّج رہا ہے اس کی وجہ سے اتنی واضح اور بدیہی بات کے لیے بھی دلیلیں لانا ضروری ہے۔

ڈاکٹر عبد الرحمٰن بجنوری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جرمنی میں سفر کرتے ہوئے ایک جرمن

پادری سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں اس نے پوچھا۔ "آپ کے یہاں کس زبان میں تعلیم ہوتی ہے؟" - انھوں نے جواب دیا۔ "انگریزی میں"۔ پادری نے کہا۔ "یسوع کی قسم! کبھی ہزار برس میں بھی آپ ترقی کا منھ نہیں دیکھ سکتے"۔

جہاں تک ابتدائی تعلیم کا تعلق ہے ہندوستان کے آئین و دستور نے ہمیں یہ حق دیا ہے کہ ہم اسے اپنی مادری زبان (اردو) میں حاصل کریں۔ جب تک یہ دستور زیر عمل ہے یہ حق دنیا کی کوئی طاقت ہم سے نہیں چھین سکتی۔ اسکول کے بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی منزل آتی ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسکول میں تعلیم مادری زبان میں ہو اور ثانوی اور اعلیٰ سطح پر یہ رشتہ کٹ جائے۔ اور پھر ایک نئی زبان میں تعلیم حاصل کی جائے اسی لیے ایجوکیشن کمیشن نے اپنی رپورٹ (۶۶-۱۹۶۴ء) میں لکھا ہے کہ چونکہ ہم نے اسکول کی سطح پر علاقائی زبان کو ذریعۂ تعلیم مانا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ استعمال تعلیم کی اعلیٰ سطح پر بھی ہو۔ (ص ۱۳) جذباتی ہم آہنگی کی جو کمیٹی قائم ہوئی تھی۔ اس نے بھی یہ ہی کہا تھا کہ علاقائی (یا مادری) زبان کا استعمال ابتدائی سے اعلیٰ سطح تک قومی یکجہتی کے لیے لازمی ہے۔ جون ۱۹۶۲ء میں اس کی تائید قومی یکجہتی کاؤنسل نے کی اور کہا بغیر علاقائی زبانوں کی مدد کے ہماری یونی ورسٹیوں کے دانش ور عوام سے کوئی رشتہ اور تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ جو جمہوری اشتراکیت کی بنیادوں کو استوار کرنے کے لیے ازبس ضروری ہے۔

ایجوکیشن کمیشن نے یہ بات اپنی رپورٹ میں صراحت سے لکھی ہے کہ ہندی یا انگریزی کو آڑ بنا کر علاقائی زبانوں کی حق تلفی نہیں کرنا چاہیے۔ ہندی، غیر ہندی علاقوں کی مادری زبان نہیں بن سکتی۔ اور انگریزی، پورے ملک کی ضروریات کے پیش نظر ابد الآباد تک قائم نہیں رہ سکتی۔ اس نے یہ بھی واضح طور پر لکھا ہے کہ اردو ہر چند کہ عوام میں علاقائی زبان نہیں ہے لیکن اس کی ہندوستان گیر اہمیت ہے اور ہر تعلیمی سطح پر اس کی ہمت افزائی کرنا چاہیے۔ (ص ۱۵)۔ آگے چل کر اس رپورٹ نے اس پر زور دیا ہے کہ اقلیتوں کی دلداری اور ان کے مفاد کے تحفظ کے لیے بھی ضروری ہے کہ اردو میڈیم کے

کالج اور دوسرے ادارے ہوں اور ان کے قیام کی نہ صرف اجازت ہو بلکہ ان کی ہمت بڑھائی جائے (ص ۲۹۳-۱۰)۔ اسی طرح کانگریس ورکنگ کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ نئی دہلی ۵ اگست ۱۹۴۹ء کی تجویز میں یونی ورسٹی کی سطح پر اُردو کو صوبائی یا علاقائی زبان کی حیثیت سے تعلیم کا ذریعہ مانا ہے۔ ۱۷ مئی ۱۹۵۴ء کی تجویز میں پھر اس پر اصرار کیا ہے کہ آئین کے آٹھویں شڈول کی خاص زبانوں میں اُردو بھی شامل ہے اور اس کو قومی زندگی میں "مناسب جگہ" ملنا چاہیئے۔ ۱۵ مئی ۱۹۵۸ء کی تجویز میں خاص طور پر یہ وضاحت کی ہے کہ اُردو ہماری قومی زبان ہے اور صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ علاقائی زبان کی حیثیت سے اُردو کی تعلیم اور اس کے استعمال کی تمام ضروری سہولتیں بہم پہنچائیں۔ ۲۴ فروری ۱۹۶۵ء کی تجویز میں لکھا ہے کہ آل انڈیا سروس کے جملہ امتحانات علاقائی زبانوں میں بھی ہوں۔ اور امیدواروں کو یہ اختیار ہو کہ وہ جس علاقائی یا قومی زبان کو چاہیں اختیار کریں۔

ان بیانات اور واقعات سے معلوم ہو گا کہ اب ہر ہر سطح پر یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ہمیں ذریعۂ تعلیم کے لیے چودہ قومی زبانوں میں سے کسی ایک ہندوستانی زبان کو انتخاب کرنا ہے۔ اس میں انگریزی کا قدم درمیان میں نہیں ہے (رپورٹ سرکاری زبان کمیشن ۱۹۵۶ء۔ ص ۹۴ و ۹۹ و ۱۰۱) اس تجویز پر کہ تعلیم، علاقائی یا مادری زبان میں ہو، عمل بھی شروع ہو گیا ہے۔ گجرات میں زیادہ تر تعلیم گجراتی میں ہو رہی ہے۔ تامل ناڈو میں تامل پر زور دیا جا رہا ہے۔ پونا اور کرناٹک کی یونی ورسٹیاں علاقائی زبانوں میں تعلیم کا فیصلہ کر چکی ہیں۔ اندھرا کے اُردو کالج میں ساری تعلیم اُردو میں ہو رہی ہے۔ اسی طرح پنجاب میں پنجابی یونی ورسٹی قائم ہوئی ہے جس میں تمام اعلیٰ منزلوں پر پنجابی ہی ذریعہ تعلیم ہو گی۔

اب اُردو والوں کو یہ طے کرنا ہے کہ وہ چودہ قومی زبانوں میں سے کس زبان کو ذریعۂ تعلیم بنائیں گے؟ اُردو کو؟ یا آسامی، بنگالی، گجراتی، ہندی یا کنڑ کو۔ انتخاب اُردو یا انگریزی میں کرنا نہیں ہے بلکہ اُردو یا آٹھویں شڈول کی جدید ہندوستانی زبانوں میں سے کسی ایک زبان کو انتخاب کرنا ہے۔

مجھے یقین ہے اُردو والوں کا فیصلہ اُردو کے حق میں ہوگا جو ان کی مادری زبان ہے اور جو ہندوستان کی تین ریاستی، قومی زبان ہے۔ اسی کے ذریعے ہم اپنے تمدنی نصب العین کو پا سکیں گے اور علم کی تخلیقی توانائیوں کو وسیع تر علاقے میں پھیلا سکیں گے۔ یہ جمہور کا دور ہے اور ہمیں پورے سماج کو ساتھ لے کر چلنا ہے اُن کی رہنمائی اُس تعلیم سے نہیں ہو سکتی جو صرف چند خواص کے لیے محدود ہو۔

ان مقاصد کو حاصل کرنے کی واحد صورت یہ ہے کہ ہم ایک اردو یونی ورسٹی قائم کریں اور اس کو نئے ہندوستان اور نئی سائنسی تہذیب کا مرکز بنا دیں۔ یہ ہماری مشترکہ زندگی کی آئینہ دار، اُردو کے اتحاد پسندانہ کردار کی مظہر، اور علوم جدیدہ کی اعلیٰ دانش گاہ ہو۔ اس کا مقصد ایک ایسے متحرک ہندوستانی معاشرے کی تخلیق کرنا ہو جس میں جوشِ کردار کے ساتھ ساتھ فکر تازہ اور جرأت اندیشہ ہو، اور جس کی بدولت نئے صبح و شام پیدا ہو سکیں اور اس قدیم ملک میں علم و ہنر کی بہترین روایات زندہ ہو جائیں۔

اُردو یونی ورسٹی کسی ایک مذہبی طبقے سے وابستہ نہیں ہوگی۔ اردو کا کردار سیکولر رہا ہے اور اس کے بنانے اور سنوارنے میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب برابر کے شریک رہے ہیں۔ یہی خصوصیت اُردو یونی ورسٹی کی بھی ہوگی۔ اس کے دروازے بلا امتیازِ مذہب و ملت ان تمام لوگوں کے لیے کھلے ہوں گے جو اپنی مادری زبان یعنی اُردو میں جدید تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں۔

اُردو یونی ورسٹی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس میں صرف اُردو کی تعلیم ہوگی یا اس کا تعلق دوسری اہم زبانوں سے نہیں ہوگا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم و فنون اُردو کے ذریعے پڑھائے جائیں گے۔ فلسفہ بیکن کا ہو گا۔ لیکن جس طرح انگریز اسے لاطینی کے بجائے انگریزی میں پڑھتے ہیں اسی طرح ہم اُردو میں پڑھیں گے۔ ہمارا مقصد درسِ نظامیہ کی طرف لوٹنا نہیں ہے۔

وہ رات ہو چکی، وہ فسانے گزر گئے

بلکہ جس طرح انگریز شوپن ہار یا نطشے کا فلسفہ جرمن کے بجائے انگریزی میں پڑھتے ہیں،

اسی طرح ہم اسے اُردو میں پڑھیں گے۔

اُردو یونی ورسٹی کے طلبا صرف اُردو ہی سے واقف نہیں ہوں گے بلکہ وہ انگریزی اور ہندی بھی اچھی طرح جانتے ہوں گے۔ ان کی مہارت ان زبانوں میں زیادہ ہوگی۔ اس لیے کہ وہ اپنی زبان کو اچھی طرح جانتے ہوں گے۔ اور ایک زبان کو اچھی طرح جاننے کے بعد ہی دوسری زبان اچھی طرح سیکھی جا سکتی ہے۔ ہالینڈ چھوٹا سا ملک ہے لیکن وہاں ہر بچہ بڑا ہو کر چار زبانیں جانتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ ضروری ہے کہ ہم کم سے کم تین زبانوں سے واقف ہوں۔ پہلی مادری زبان سے ہماری صاحب سلامت دور کی نہ ہو۔ بلکہ وہ ہمارے دل اور دماغ کے ریشے ریشے میں زندہ ہو اور ہماری شخصیت کا ایک ضروری حصہ ہو۔ دوسرے ہم سرکاری زبان سے اچھی طرح واقف ہوں۔ جہاں تک ہندی کا تعلق ہے اُردو ہندی سے ہندستان کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ قریب ہے اور اگر ہمیں جمہوریت اور یونی ورسل سفریج کے تجربوں کو کامیاب بنانا ہے تو ان دونوں زبانوں کو اور زیادہ قریب لانا ہوگا۔ دستور کی دفعہ ۳۵۱ میں لکھا ہے کہ ہندی زبان کا ایک وسیع تصور سامنے رکھا جائے اور اس کو اس طرح ترقی دی جائے کہ وہ ہندوستان کی مختلف تہذیبوں کے اظہار خیال کا ذریعہ بن جائے۔ یہ بھی اُردو کے لیے ایک بڑا موقع ہے وہ اپنی ملنساری اور عوام دوستی سے نہ صرف یہ کہ ہندی پر بڑا اثر ڈال سکتی ہے بلکہ اس کا رُخ بھی متعین کر سکتی ہے۔ تیسرے ہم ایک یوروپی زبان پر قدرت رکھتے ہوں جس کی بدولت نئی دنیا کے قدم بہ قدم چل سکیں۔ اس زمرے میں بر حالت موجودہ انگریزی ہی آ سکتی ہے۔

ہم اس دور میں ہر چیز کو ترازو میں تولنے لگے ہیں اور جدھر پلّہ جھک جاتا ہے اُدھر خود بھی جھک جاتے ہیں۔ یہ "نقد سودے کا اصول" اگر زندگی پر حاوی ہو گیا تو ہماری زندگی بڑی بے کیف اور غیر مہذب ہو جائے گی۔ ہم مادری زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس لیے ڈرتے ہیں کہ اس سے ہمیں ملازمت نہیں ملے گی۔ یہ رونا صرف اُردو کا نہیں بلکہ پوری قومی زندگی کا رونا ہے۔ اس کے پیچھے جو ذہنیت کار فرما ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے

سامنے زندگی اور تعلیم کے وہ اعلیٰ مقاصد نہیں جو اسے بامعنی اور بامقصد بنا دیتے ہیں۔ ہم مادری زبان کی تعلیمی اہمیت سے بے خبر ہیں اور کل تہذیبی زندگی میں اس کا جو مقام ہے اس کے شناسا نہیں۔ روٹی کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ بارہویں صدی عیسوی سے جب سے یونی ورسٹیوں کا تصور وجود میں آیا ہے۔ روزگار کی اہمیت پیش نظر رہی ہے (۱) لیکن اسی کے ساتھ ذوقی صلاحیت اور تہذیبی مطالبے بھی نہایت درجہ اہم ہیں۔ بے روزگاری کا مسئلہ اتنا آسان نہیں۔ یہ کسی زبان کے پڑھنے یا نہ پڑھنے سے طے نہیں ہو سکتا۔ یہ اس سے کہیں بڑا معاملہ ہے۔ یہ سارے ملک کی معاشی تنظیم کا مسئلہ ہے۔ پیداوار کی اور دولت کی مناسب تنظیم اور بہتر تقسیم کا مسئلہ ہے۔

صنعتی ہندوستان میں ہندو اور مسلمان، آسامی اور بنگالی، ہندی اور اردو کے درمیان عصبیت ختم ہو کر رہے گی۔ اس لیے کہ اس وقت کارکردگی کا جو "نیا اخلاق" ابھرے گا اس میں یہ دیکھنا ہوگا کہ کون اچھا ڈاکٹر ہے اور کون لائق انجینئر۔ یہ نہیں کہ اس نے تعلیم اردو میں حاصل کی ہے یا کسی علاقائی زبان میں، اور چونکہ اردو کی بین ریاستی حیثیت ہے اس لیے اردو کے ذریعے پڑھے ہوئے ڈاکٹر اور انجینئر کی کھپت ملک کے ہر حصے میں ہوگی۔ بشرطیکہ وہ اہلیت اور لیاقت رکھتا ہو۔

اردو یونی ورسٹی اگر قائم ہو گئی تو اس کے ذریعے اردو کے ریاستی اور علاقائی مفادات کو بھی تقویت پہنچے گی اور کئی ریاستوں میں اس کو جائز مقام مل سکے گا۔ یہ گویا اس ضمن میں پہلا ضروری قدم ہے یہ بھی ناممکن ہے کہ ہماری فلاحی اور جمہوری حکومت ۲۳ ملین آبادی کو یکسر نظر انداز کر دے یا ان کے روزگار کا خیال نہ رکھے۔

اگر آپ کو نئے ہندوستان کے ترقی پسند ہونے اور قومی تعلیم کے جمہور پسند ہونے پر یقین ہے تو اردو یونی ورسٹی کا تصور بآسانی عمل میں آسکتا ہے۔ آپ کی جدوجہد اس لیے کامیاب ہوگی کہ یہ مطالبہ اردو والوں کی امانت اور آرزو ہے۔ یہ تعلیم کے صحیح اصولوں پر مبنی ہے اور اس سے ملک کی تعلیمی تقدیر وابستہ ہے۔ یہی طریقۂ تعلیم ایسا ہے جو فطرت کے عین مطابق اور نئے ہندوستان کے حالات سے ہم آہنگ ہے۔

۱- ملاحظہ ہو پروفیسر ایچ۔ ایس۔ فرلس کا مقالہ آزاد یونی ورسٹی کی جانب۔ مطبوعہ لندن ۱۹۶۹ء ص ۱

Monthly 'ALFURQAN' Lucknow.

VOL 39 NO. 3, 4

Regd. No. L-353

هُدًی لِلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ

مُرَتَّبَہ

مُحَمَّد مَنظُور نُعمَانِی عَفَا اللّٰہُ عَنہُ

مکتبہ الفرقان بریلی
میں ہر قسم کی علمی مذہبی کتابیں بہت ملتی ہیں

سلسلہ رد بدعت و اہلبدعت میں مکتبہ الفرقان کی مطبوعات
شرک و توحید
از افادات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ یہ حضرت شاہ صاحب کے ایک بے نظیر عربی مقالہ کا ترجمہ ہے قیمت ۱۰ر رعایتی ار
اسلامی توحید
توحید و شرک کے بیان میں قابل دید رسالہ ہے، قبر پرستی وغیرہ کا نہایت موثر رد صرف قرآن سے کیا گیا قیمت ۲؍ قسم دوم ۲؍
ہماری گیارہویں
توحید و سنت کی حمایت اور شرک کی مذمت میں غوث اعظم رحمہ کے گیارہ مضمون انکی کتابوں سے اسمیں جمع کئے گئے ہیں قیمت ۴؍ قسم دوم ۲؍
حاضر ناظر
عقیدۂ حاضر ناظر کے رد میں حضرت مدیر الفرقان کا مختصر مگر قابل دید مقالہ قیمت ار
اعلان النظر فی اذان القبر
بعض مقامات پر میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان دینے کی بدعت رائج ہو گئی ہے اسکے رد میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا قابل دید
رسالہ ہے جسمیں بدعت کے متعلق نہایت محققانہ اصولی بحث کی گئی ہے جس سے تمام مروجہ بدعات کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اور حامیان بدعت کی تمام ابلہ فریبیوں کا پردہ چاک ہو جاتا ہے قیمت ۳؍ رعایتی ۲؍
تاریخ میلاد
اس کتاب میں مروجہ مجلس میلاد اور قیام کی مکمل تاریخ اور مفصل سرگزشت لکھی گئی ہے کہ انکو کب اور کیوں ایجاد کیا گیا، کس نے ایجاد کیا، یہ لوگ کس مذہب کے تھے، ہر زمانہ کے علماء نے اس کے متعلق کیا خیالات ظاہر کئے، اخیر میں مدیر الفرقان کا ایک ضمیمہ بھی شامل ہے جسمیں
مجلس میلاد کے متعلق علمائے دیوبند کا معتدل مسلک بیان کیا گیا ہے ضخامت ۵۰ صفحات قیمت دس آنے رعایتی ۸؍
مروجہ مجالس نبوی اور محافل میلاد پر تبصرہ
یہ ایک محققانہ مقالہ ہے جو ایک بدایونی مولوی صاحب کے میلادی مضمون کے جواب میں لکھا گیا ہے باوجود اختصار کے قابل دید اور فیصلہ کن ہے قیمت ۱۰ر رعایتی ار
تیجہ
دسویں وغیرہ رسوم مروجہ بعد الموت کے بدعت اور ناجائز ہونیکے ثبوت میں مدیر الفرقان کا رسالہ جسمیں فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے علاوہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب کے اقوال سے بھی ثبوت دیا گیا ہے قابل دید ہے قیمت ۱۰ر رعایتی ایک آنہ
شارع حقیقی
اہلبدعت کے کفرانہ عقیدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریع یعنی شریعت مقرر کرنے میں مختار مطلق تھے، جس چیز کو چاہتے اپنی طرف سے حرام کر سکتے تھے اور جسکو چاہتے حلال کر سکتے تھے، جسپر چاہتے کوئی چیز فرض کر دیتے اور جس سے چاہتے کوئی فرض ساقط کر سکتے تھے، اس خیال باطل کے رد میں ایک محققانہ رسالہ ہے جسمیں اہل بدعت کی تمام ان چیزوں کا نہایت شافی جواب دیا گیا ہے جو وہ اس مسئلہ میں پیش کرتے ہیں قیمت ۴؍
مسئلہ علم غیب کا فیصلہ
"بوارق الغیب" نے
اہل بدعت پر ہمیشہ کے لئے حجت الٰہی قائم کر دی
اہلبدعت کے خانہ ساز عقیدۂ "علم غیب کلی" اور "علم جمیع ما کان و ما یکون" کی تردید میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی مدیر "الفرقان" بریلی کی یہ وہی معرکۃ الآراء کتاب ہے جسکا عرصہ دراز سے نہایت بے چینی کیساتھ انتظار کیا جا رہا تھا، ابھی اسکا صرف پہلا حصہ تیار ہوا ہے جسمیں چالیس صاف صریح قرآنی آیات اور دو سو چھیاسٹھ احادیث نبویہ و ائمہ سلف کے ارشادات سے عقیدۂ علم غیب کا بطلان ثابت کیا گیا ہے، صرف اس حصہ میں حدیث و تفسیر وغیرہ کتب معتبرہ دینیہ کے تین سو ساٹھ حوالے ہیں اور ہر حوالہ کی صحت کی کامل ذمہ داری ہے پوری کیفیت آپ صرف مطالعہ ہی سے معلوم فرما سکینگے مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے اختلافی مسائل پر اتنی مبسوط اور مدلل کتاب آج تک نہیں لکھی گئی صرف اس حصہ کی ضخامت ۱۸۴ صفحات ٹائٹیل رنگین دبیز کاغذ قسم اعلیٰ سفید گلیز عہ رعایتی عہ
ایضاً قسم دوم کاغذ رف سفید عہ رعایتی ۱۲

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

چندہ سالانہ
قسم اول کاغذ اعلیٰ (سے)
قسم دوم
×××××

ماہنامہ
الفرقان (بریلی)

ممالک غیر سے
قسم اول سات شلنگ
قسم دوم
×××××

نمبر ۷-۸-۹	بابتہ ماہ رجب و شعبان و رمضان ۱۳۵۸ھ	جلد ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اوّلین :-

تاخیر سے شائع ہونا "الفرقان" کیلئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بالخصوص جب کوئی خاص نمبر زیادہ اہتمام سے نکالا گیا ہے یا کسی پرچہ میں کوئی خاص خصوصیت ہوئی ہے تو وہ تو اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود ہمیشہ ہی مہینے دو مہینے کی تاخیر سے شائع ہو سکا ہے سالنامہ ۵۵ھ "شہید نمبر" "مجدد الف ثانی نمبر" یہ سب بھی بہت کافی لیٹ ہوئے تھے اور اب یہ پرچہ بھی جو اسوقت جنابکے پیش نظر ہے اور جسمیں "خاکسار تحریک" کے متعلق میرا وہ بسیط مقالہ پورا شائع ہو رہا ہے جسکا وعدہ اب سے کئی مہینے پہلے کیا گیا تھا، اور جس کا ناظرین کو شدید انتظار تھا پورے دو مہینے کی تاخیر سے نکل رہا ہے۔

محترم ناظرین کو اس سے جو زحمت بلکہ غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے یہ نہیں ہے کہ ہمکو اس کا احساس نہ ہو۔ احساس ہی نہیں ہمکو تو اس سے شدید نقصان پہونچتا ہے۔ ہمکو اندازہ ہے کہ رسالہ کے مضامین سے ناظرین کو اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی مہینوں کے انتظار سے تکلیف پہنچتی ہے اور اسی واسطے انمیں سے بہت سے عاجز آکر خریداری سے دست بردار ہو جاتے ہیں"۔ الفرقان کے اس چھ سالہ دور میں جو حضرات خریدار ہونیکے بعد پھر نہیں رہے انکی تعداد پانچسو سے زیادہ ہوگی اور اُنمیں اکثر وہی ہیں جو اس تاخیر اشاعت اور عدم پابندی وقت ہی سے تنگ آکر خریداری سے دستکش ہوئے۔ اب آپ خود اندازہ فرماسکتے ہیں کہ خود ہمکو اس کا کسقدر احساس ہوگا۔ کیونکہ قطع نظر فرض شناسی سے یہاں تو اپنے "مفاد" اور اپنی غرض کا بھی سوال ہے۔ اندریں حال آپ خود خیال فرمایئے کہ بروقت شائع کرنیکے لیے اپنی کوشش میں ہم کیوں کوئی کمی کرتے ہونگے ۔۔ درحقیقت یہ تاخیر ایسی ہی وجوہات سے ہوتی ہے جن پر بوجہ اپنی مجبوریوں کے ہم قابو پانے سے عاجز رہتے ہیں۔

اس پرچہ پر جو کچھ گذری اُس کا مختصر حال یہ ہے کہ

جمادی الاخری میں میں نے اپنا یہ مقالہ "خاکسار تحریک مذہب سیاست کی روشنی میں" لکھنا شروع کر دیا تھا اور جس قدر لکھا جا چکا تھا وہ کتابت کیلئے بھی دیدیا گیا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ تیاری کیساتھ ہی اس کی کتابت بھی ہوتی جائیگی۔ کاتب صاحب جمادی الاخری کے پرچہ کی کتابت سے فارغ ہوکر چند دنوں کیلئے اپنے وطن گئے ابتداءً تو یہ جانا صرف اتفاقی تھا اور چند ہی روز کے لیئے ۔۔ لیکن اس کی انتہا انکی مایوسی پر ہوئی اور انھوں نے وہیں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا ۔۔ اِدھر یہ ناچیز رجب کے دوسرے ہفتہ میں یکلخت مریض ہو گیا مرض بھی

سخت تھا کہ پانچ چھ روز غذا بھی قطعاً بند رہی، لیکن حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے صرف دو ہفتہ میں اُس سے نجات مل گئی۔ اب کسی اور کاتب کی تلاش شروع ہوئی۔ پہلے کاتب صاحب سے مایوسی ہو چکی تھی۔ بریلی میں بد قسمتی سے کوئی کاتب "الفرقان" کے معیار کے نہیں ہیں اس لئے باہر سے بلانا ناگزیر تھا چنانچہ امروہہ سے منشی معراج النبی صاحب کو بلایا گیا جو کبھی پہلے بھی کافی عرصہ تک "الفرقان" لکھ چکے ہیں اور وہ وسط شعبان میں آگئے۔ قریباً آٹھ، دس دن ہی انھوں نے کام کیا تھا کہ وہ بھی علیل ہو گئے اور جب علالت برابر بڑھتی گئی تو ان بیچاروں کو بھی اپنے وطن چلا جانا پڑا۔ اب چونکہ دیر بہت زیادہ ہو چکی تھی اور ہوتی جا رہی تھی اس لئے خط کی اچھائی بُرائی کے خیال کو نظر انداز کر کے بریلی ہی کے کاتب صاحبان سے کیف ما اتفق کام لینا شروع کیا، اور وہ بھی اسطرح کہ جبکا جس قدر وقت مل سکا وہ لے لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جا بجا آپکو قلم اور طرز تحریر کی تبدیلی کا احساس ہو گا۔ اس طرح خدا خدا کر کے اب ۲۰ شوال کو اُس کی کتابت مکمل ہو سکی ہے اور توقع ہے کہ اخیر شوال تک تیار ہو کر روانہ ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ان حوادث و واقعات کے علاوہ اسی عرصہ میں پریس کے مصلح سنگ بھی کافی دنوں بیمار رہے اور پریس میں وہی ایک مصلح سنگ ہیں۔ نیز اوائل رمضان مبارک میں یہ ناچیز دوبارہ مریض ہوا، رفیق مکرم مولوی محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بھی علیل رہے۔ پھر انہی دنوں پریس کے پرانے مشین مین نے اپنا تعلق پریس سے منقطع کیا اور آٹھ دس روز کے بعد دوسرا مشین مین دہلی سے بلایا جا سکا یہ تھے وہ عوارض و حوادث جن پر قابو پانے سے ہم عاجز رہے اور انھیں وجوہ سے پرچہ میں اس قدر تاخیر ہوئی۔ پس اگر یہ مشکلات اور یہ قدرتی مجبوریاں آپ کے نزدیک بھی "مشکلات" اور "مجبوریاں" ہوں تو اُمید ہے کہ اس تاخیر میں کسی حد تک ہم کو معذور تصور فرمائیں گے، باقی آپ کو اختیار ہے۔

اور کاش اگر کسی وقت بھی ہمکو یہ اندازہ ہوا ہوتا کہ اس قدر تاخیر ہو جائیگی تو ہم اپنے تمام ناظرین کو خطوط کے ذریعہ اس صورت حال سے اطلاع دیدیتے لیکن اس کا قطعاً اندازہ نہ ہو سکا اور برابر یہی خیال اور یہی اُمید رہی کہ انشاء اللہ ہفتہ دو ہفتہ میں پرچہ روانہ ہو سکے گا۔ مگر ہوا یہ کہ جیسے ہی ایک مشکل ختم ہوئی اسکی جگہ دوسرا مانع پیدا ہو گیا اور اس طرح "موانع و مشکلات" کا سلسلہ ابتک جاری رہا۔ صدق اللہ عزوجل ام للانسان ما تمنیٰ فللہ الآخرۃ والاولیٰ ۵

دوستوں کے شکایتی خطوط:۔

اس عرصہ میں بہت سے احباب کے شکایتی خطوط بھی آئے جن میں سے اکثر کا جواب ناظم صاحب نے دیا لیکن جب ایسے خطوط کا روزانہ اوسط بہت بڑھ گیا اور وقت میں سب کے جواب کیلئے گنجائش نہ تھی تو جن احباب کے متعلق سمجھا گیا کہ وہ اپنے خصوصی تعلق کی وجہ سے عدم ارسال جواب کو برداشت کر سکیں گے اور زیادہ ناراض نہ ہوں گے، تو صرف ان کی غیر متزلزل محبت ہی کے اعتماد پر بالآخر ان کو جواب دینا بند کر دیا، اُمید ہے کہ وہ احباب یہاں کی معذوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاف فرمائیں گے۔

دو مہینے کے بجائے تین مہینے:-

پہلے اس نمبر کو رجب و شعبان صرف دو مہینے کا مشترک پرچہ قرار دینے کا خیال تھا اور جمادی الاخری میں یہی اعلان کیا گیا تھا لیکن اب چونکہ تیسرا مہینہ رمضان بھی گذر چکا ہے نیز اس پرچہ کی ضخامت بھی سابق اندازہ سے بڑھ گئی ہے اس لئے مجبوراً اس کو ان تینوں مہینوں کا پرچہ قرار دیدیا گیا ہے۔ اس کے بعد شوال ذیقعدہ کا مشترک پرچہ انشاء اللہ بہت جلد حاضر خدمت ہوگا۔ ناظرین کرام اس کو نوٹ فرمالیں اور رمضان کے پرچہ کا انتظار نہ فرمائیں۔

موجودہ جنگ کی وجہ سے کاغذ کی بے انتہا گرانی

سخت مشکلات، اور دوستوں کا فریضہ

ہمارے قدیمی احباب کو یاد ہوگا کہ اب سے قریباً تین سال پہلے بھی یورپ میں جنگ کے کچھ آثار نمودار ہوئے تھے جسکی وجہ سے کاغذ سخت گراں ہوگیا تھا اس وقت ہم نے اعلان کیا تھا کہ اب آیندہ سے الفرقان بجائے ۵۶ صفحے کے ۴۸ صفحات پر نکلے گا۔ لیکن باوجودیکہ وہ گرانی عرصہ دراز تک رہی مگر تخفیف صفحات کی اپنی ہی اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے طبیعت آمادہ نہ ہوئی اور رسالہ برابر حسب دستور ۵۶ ہی صفحات پر نکلتا رہا اگرچہ اس کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ پھر اس سال کاغذ کا نرخ جب کچھ اچھا نرم ہوگیا تو بلا کسی تحریک کے ہم نے خود ہی رسالہ کے صفحات بجائے ۵۶ کے ۶۴ کردیئے اور اسکے متعلق کوئی اعلان بھی نہیں کیا نہ خریداروں پر احسان جتلانے کیلئے اس کا ذکر ہی کیا چنانچہ گزشتہ کئی مہینے کے پرچے ۶۴ ہی صفحات پر شایع ہوئے۔ مگر اب صورت یہ ہے کہ جس روز سے موجودہ جنگ شروع ہوئی ہے کاغذ بیحد گراں ہوگیا ہے اور برابر گراں ہوتا جارہا ہے یہاں تک کہ وہ کاغذ جس پر الفرقان قسم دوم چھپتا تھا دوگنی قیمت پر بھی اس نمبر کیلئے دستیاب نہ ہوسکا اور اس لئے مجبوراً یہ نمبر کل کا کل قسم اول ہی کے کاغذ پر چھپوانا پڑا اور اب قسم دوم کے خریداروں کو بھی وہی بھیجا جائے گا۔ اگرچہ قسم اول والا یہ کاغذ بھی کچھ کم گراں نہیں ہے مگر تاہم مل جاتا ہے۔ اسلئے آیندہ کے لیئے بھی یہ طے کرلیا گیا ہے۔ کہ

سردست الفرقان صرف قسم اول ہی شایع ہوا کریگا اور قسم دوم ملتوی رہے گا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے ۶۴ صفحے کے رسالہ پر جتنی لاگت آتی تھی اب اُس لاگت میں ۴۸ صفحے کا رسالہ بھی تیار نہیں ہوسکتا، ادہر صفحات کی تخفیف کے لیئے اب بھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی اس لیئے رسالہ آیندہ بھی انشاء اللہ حسب سابق ۵۶ ہی صفحات پر شائع ہوگا۔ اور اس صورت میں لامحالہ ماہانہ مصارف میں قریباً ڈیوڑھی کا اضافہ ہوجائیگا۔ لہذا چاہیئے تو یہ تھا کہ چندہ میں کم از کم ایک روپیہ کا اور اضافہ کردیا جاتا اور بجائے تین روپیہ کے سالانہ چندہ چار روپئے کردیا جاتا لیکن ہم کو یہ بھی اندازہ ہے کہ الفرقان سے محبت رکھنے والے عموماً ہم ہی جیسے مفلوک الحال ہیں جن کے لیئے تین روپیہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ اسلئے کسی معمولی اضافہ کیلئے بھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔ پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ "الفرقان" پہلے ہی سے اس قدر خسارہ دوں

کا مارا ہوا ہے کہ اب اس میں مزید کسی نقصان برداشت کرنے کی بالکل بھی تاب نہیں ہے۔ پس اس مشکل کا حل صرف بہی خواہوں کی ہمدردانہ مساعی ہی سے ہو سکتا ہے اور وہ بھی صرف اس قدر کہ تمام احباب اس وقت اس کی تکثیر اشاعت کے لیے خاص توجہ سے سعی فرمائیں اور کم از کم ایک نئے خریدار کا اضافہ اپنے لیے لازم فرمالیں جو یقیناً کوئی مشکل نہیں ہے!

الفرقان کی مالی حالت:-

اگرچہ یہ سال مالی حیثیت سے تمام گذشتہ سالوں کے لحاظ سے زیادہ صبر آزما رہا۔ لیکن چونکہ اس سال قطعی طور پر یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اس بارہ میں اب کچھ نہیں لکھا جائیگا اس لیے پچھلے نو ماہ کے عرصہ میں ہم نے الفرقان میں اس کا کبھی اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا اور اگر کاغذ کی اس گرانی نے ہمکو مجبور نہ کر دیا ہوتا تو اس وقت بھی اس بارہ میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن ہم کو افسوس ہے کہ آج ہم اس ارادہ کو توڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ درحقیقت کاغذ کی گرانی نے اب یہ صورت پیدا کر دی ہے کہ اگر احباب کی ہمدردانہ مساعی نے خریداروں کی تعداد میں کافی اور معتد بہ اضافہ نہ کیا تو خطرہ ہے کہ "مشکلات" ہمارے "عزم" پر غالب نہ آجائیں کہنے والے نے بالکل صحیح کہا ہے۔

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج　　　احتیاج است، احتیاج است احتیاج

قسم دوم کے خریداروں سے گذارش:-

آپ کو معلوم ہو چکا کہ رف قسم کے کاغذ کی بے حد گرانی بلکہ کمیابی و نایابی کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے ہیں کہ سردست قسم دوم کے سسٹم ہی کو ملتوی کر دیں اسی لیے جناب کی خدمت میں یہ رسالہ قسم اول حاضر ہو رہا ہے اور آئندہ سے آپ قسم اول ہی کے خریدار متصور ہوں گے۔ یہ بھی جنابکو معلوم ہو گیا ہے کہ قسم اول کے مصارف بھی اب بہ نسبت پہلے کے ڈیوڑھے زیادہ ہو گئے ہیں اور اس لیے چندہ میں کسی کمی اور تخفیف کا اب کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ تاہم جو حضرات کسی طرح تین روپے ادا نہ کر سکتے ہوں وہ صرف ڈھائی روپیہ بھیجدیں ان سے اتنے ہی قبول کر لیے جائیں گے ہمارا دل گوارا نہیں کرتا کہ کوئی صاحب اپنی ناداری اور کم استطاعتی کی وجہ سے "الفرقان" سے اپنا تعلق منقطع کرنے پر مجبور ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ رعایت کے لیے کوئی صاحب خط کتابت نہ فرمائیں — اور ہمکو معذور سمجھیں ہمارا جی تو خود یہ چاہتا ہے کہ جو احباب ناداری اور کم استطاعتی کے باوجود الفرقان کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں ہم ان کی خدمت میں اس کو بالکل مفت ہی پیش کیا کریں مگر کیا کیا جائے کہ الفرقان کی چھ سالہ مدت میں ہم ایک دن بھی اس لایق نہ ہو سکے۔

فالی اللہ المشتکی وھو المستعان

مولٰنا مودودی کے سنسر شدہ مضامین اور "الفرقان"

ہمارے ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ قریباً ایک سال سے رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور سے نکل رہا ہے اور محترم مولٰنا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدیر "ترجمان" کا مستقل مقام اس وقت سے لاہور ہی ہے۔ جس وقت یورپ کی موجودہ جنگ شروع ہوئی اور ہر قوم کے سامنے یہ سوال آیا کہ ہمارا رویہ اس کے متعلق کیا ہونا چاہیئے؟ اور ملک کی مختلف جماعتوں نے اپنے قومی، وطنی، یا خالص سیاسی مسائل و مصالح کو پیش نظر رکھکر اس بارہ میں فیصلے کئے تو مولٰنا مودودی نے اس مسئلہ پر صرف اس نقطۂ نظر سے غور فرمایا کہ مسلمانوں کا رویہ بحیثیت مسلمان ہونے کے اس بارہ میں کیا ہونا چاہیئے اور قرآن پاک اس موقع پر ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ اس غور و فکر نے انھیں جس نتیجہ پر پہونچایا اس کو انھوں نے پورے شرح و بسط کے ساتھ قلم بند کیا لیکن پنجاب کی اُس حکومت نے جس کو بہت سے سادہ لوح "اسلامی حکومت" کا نام دیتے ہیں اس مضمون کی اشاعت کی اجازت نہ دی کیونکہ اس کی اشاعت سے دنیا کی نظر میں "قرآن" اور قرآن والی اُمت کی پوزیشن اگرچہ بلند ہو سکتی تھی اور جنگ کے متعلق اسلام کا بے نظیر اور محیر العقول ضابطۂ اخلاق اگرچہ بہت سے قلوب پر اپنا سکہ جا سکتا تھا لیکن اندیشہ تھا کہ سر سکندر حیات خاں کے سفید فام خداوندان نعمت کیلئے وہ ناراضی کا باعث ہو جن کی رضا جوئی ان کا اور اُن کے رفقا کا دین و ایمان ہے۔ بہرحال جب مجھے اس کا علم ہوا کہ حکومت پنجاب نے اس مضمون کو ممنوع الاشاعت قرار دیدیا تو مولٰنا ممدوح سے میں نے اسکو بایں خیال بلکہ بایں وعدہ حاصل کر لیا کہ الفرقان میں اُس کو شائع کر دیا جائیگا اور یہاں کی کانگرسی وزارت سے بہت سی جائز شکایتوں کے باوجود یہ توقع بھی بلکہ اطمینان تھا کہ وہ اُس کی اشاعت پر معترض نہ ہوگی پھر بعض اخبارات میں یہ اطلاع شائع بھی ہوگئی کہ مولٰنا مودودی کے جن مضامین کو پنجاب میں شائع ہونے کی اجازت نہیں دیجائیگی وہ "الفرقان بریلی" میں شائع ہوا کرینگے۔ اور اسلئے ان مضامین ہی کے حوالے سے بہت سے حضرات الفرقان طلب بھی فرما رہے ہیں۔

لیکن یہاں یہ صورت پیش آئی کہ قبل اس کے کہ الفرقان میں ان مضامین کی اشاعت کا وقت آئے یہاں کی کانگریسی وزارت مستعفی ہوگئی اور حکومت کی باگ خود گورنر بہادر نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس لیئے اب یو۔پی میں "الفرقان" بھی اسی شکنجہ میں ہے جس میں لاہور میں "ترجمان" — لہٰذا بصد افسوس اعلان کیا جاتا ہے کہ فی الحال "الفرقان" میں بھی ان مضامین کی اشاعت کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ ولعلّ اللہ یحدث بعد ذالک امراً ط

خاکسار تحریک اور ہمارا فرض

خاکسار تحریک کا مسئلہ اس وقت مسلمانان ہند کے اہم ترین مسائل میں سے ہوگیا ہے۔ اور وہ اُس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ اگر چندے یہی رفتار رہی تو پھر اُس کی مذہبی اور سیاسی مضرتوں اور ملّت پر مرتب ہونے والے اس کے مہلک

اثرات اور بدنتائج کا انسداد و دفاع اگر محال نہیں تو قریب بہ محال ضرور ہو جائے گا۔ لیکن یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہی کہ اسکی اس اہمیت کو سمجھنے والے اور اس کے خطرناک عواقب کا ادراک رکھنے والے ہندوستان بھر میں شاید گنتی کے چند ہی ہیں۔ ہماری یہ بہت بڑی غلطی ہی کہ ہم کسی فتنہ کی اہمیت کو اُس وقت تک محسوس نہیں کرتے جب تک وہ سیلابی کیفیت نہ اختیار کرلے۔ حالانکہ ؎ سرچشمہ باید گرفتن بہ میل ٭ چو پُر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل

اس سلسلہ میں بڑی اور سب سے پہلی ضرورت ہے ایسے لٹریچر کی تیاری اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جس میں نہایت صحیح، سنجیدہ اور منقح طور پر اس تحریک کی حقیقت، اسکے مقصد و منتہا اور اسکے اثرات و نتائج کو بیان کیا جائے تاکہ جو مسلمان ابھی اس بارہ میں گمراہ نہیں کئے جا سکے ہیں یا جو صرف سرسری طور پر اس عام نظر سے اس کی مخالف ہیں کہ یہ بھی منجملہ دوسری گمراہ اور غلط رو مذہبی و سیاسی جماعتوں کے ایک جماعت ہی اور اس سے زیادہ کوئی غیر معمولی اہمیت انکے نزدیک اس کی نہیں ہی۔ وہ اس کی حقیقت اور خصوصی اہمیت کو سمجھ سکیں اور اس سلسلہ میں اُن پر حفاظتِ اُمّت اور حمایتِ دین و ملّت کا جو خاص وقتی فریضہ عائد ہوتا ہی اس کے ادا کرنے کیلئے کمربستہ ہو جائیں۔ نیز اللہ کے جو سادہ دل اور نیک نیت بندے "اسلامی فوجی تنظیم" کے فریب میں آکر اور اچھرہ کے "ادارہ علیہ" کے بے پناہ مگر محض خالی از حقیقت پروپگنڈے سے متاثر ہو کر اس میں شامل ہو گئے ہیں وہ بھی ٹھنڈے دل اور سنجیدہ دماغ کیساتھ اس کو دیکھکر اپنی رائے اور اپنے رویہ پر نظرثانی کر سکیں ظاہر ہی کہ ایسے لٹریچر کی تیاری اور اشاعت ایک دو شخصوں کا کام نہیں ہی ضرورت ہی کہ جس سے بھی اس سلسلہ میں کچھ ہو سکتا ہو وہ کرے اور جس قدر ہو سکتا ہو اُس قدر کرے۔ اور جن اخبارات میں اس قسم کے مضامین شائع کرائے جا سکتے ہوں اُن میں کرائے جائیں اور اس کیلئے کوئی ممکن کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں میرا جو مقالہ اِسوقت آپکے ہاتھ میں ہی۔ اُمید ہی کہ انشاء اللہ یہ اس مقصد کیلئے مفید ثابت ہوگا اور عام ناظرین کے علاوہ جو حضرات اس تحریک کے متعلق ضروری لٹریچر کی تیاری میں کوئی حصہ لینا چاہینگے انکو بھی اس سے "خاکسار تحریک" کی حقیقت سمجھنے میں اچھی مدد مل سکے گی۔

اس مقالہ میں میرا مطمحِ نظر صرف اِسی قدر رہا ہی کہ نفس "تحریک خاکساران" کا مقصد و منتہا، اسکے حالیہ اثرات اور آیندہ کے متوقع نتائج کو ناظرین علی وجہ البصیرت سمجھ سکیں۔ اسی لئے اس میں میں نے بانی تحریک علامہ مشرقی کے عقائد و خیالات سے براہِ راست تعرض نہیں کیا ہی۔ ہاں تحریک کے رُخ، اس کے مقصد و منتہا اور اس کے پس منظر کو سمجھ لینے کے لئے اُن کی جن خاص خیالات و نظریات سے واقفیت کی ضرورت تھی صرف انہی کو میں نے اس میں ذکر کیا ہی۔

آیندہ بھی "الفرقان" میں اس موضوع پر انشاء اللہ التزام اور تسلسل کیساتھ مضامین درج ہوا کرینگے۔ اس سلسلہ میں "علامہ مشرقی صاحب" کے تذکرہ پر جو در اصل ان کی دعوت کا سنگ بنیاد ہی، اور جس کے پیغام کی تصدیق و تکمیل ہی کیلئے "خاکسار تحریک" شروع کی گئی ہی۔ ایک مبسوط تبصرہ لکھنے کا بھی ارادہ ہی جو انشاء اللہ الفرقان ہی میں مسلسل شائع ہوگا۔ دوسرے اہل قلم حضرات بھی اگر "خاکسار تحریک" کے متعلق کچھ لکھکر بھیجیں تو شکریہ کے ساتھ الفرقان میں شائع کیا جائیگا

بشرطیکہ سنجیدگی اور ذمہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھا گیا ہو اور کوئی مفید تحقیقی بات کہی گئی ہو۔

عملی جدوجہد

یہ بھی ظاہر ہے کہ صرف اس مضامین نویسی اور لٹریچر کی اشاعت سے پورا کام نہیں چل سکتا اور مسلمانوں کو اس دام فریب سے نہیں بچایا سکتا بلکہ اس کے واسطے کچھ عملی جدّوجہد بھی کرنی ہوگی، کچھ ہی نہیں، بہت زیادہ کرنی ہوگی، "اور خاکسار تحریک" کے بانی یا اُس کے حامیوں کی طرف سے جس چیز کا صرف نام لے کر مسلمانوں کو فریب دیا جارہا ہے۔ اس کو حقیقی طور پر شروع کردینا پڑے گا۔ اور خطرات وعواقب سے قطعاً بے نیاز ہوکر شروع کردینا پڑے گا۔ اور یہ صرف اسی واسطے نہیں کہ ہمیں مسلمانوں کو اس تحریک کے دام تزویر سے بچانا ہے۔ بلکہ اس لیے بھی کہ اب وہ وقت کی پرزور پکار، اور ماحول کا شدید تقاضا ہے۔ اور فی الحقیقت یہی احساس اُس کے لیے اصلی محرک ہے۔ یہ محض حُسن اتفاق ہے کہ "خاکسار تحریک" کے دام فریب سے بچانے کے لیے بھی اسی جدوجہد اور سعی وعمل کی ضرورت ہے۔ بلکہ وہی اس وبا کے حتمی نسخے کا آخری جزو ہے۔

اس سلسلہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کرنا ہوگا اور جس طرح کرنا ہوگا اُس کی تفصیلات انشاء اللہ آیندہ کسی اشاعت میں پیش کی جائیں گی۔

"ولی اللہ نمبر"

اس نمبر کے لیے مضامین ومقالات کی تیاری ہو رہی ہے۔ لیکن چونکہ مفصلہ بالا حوادث وعواض کی وجہ سے یہی پرچہ تین ماہ کا مشترک نمبر کردینا پڑا اور پھر بھی کافی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے اور ابھی تک وہ عوارض وموانع فی الجملہ موجود ہیں۔ جن کہ کاتب کا مستقل انتظام ابھی تک نہیں ہو سکا ہے۔ اس لیے اب بظاہر آنے والے محرم سے پہلے اس کی اشاعت نہ ہو سکے گی۔

تیاری برابر جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گی اور جس وقت اس کا کام بالکل قابو میں آجائیگا اُس وقت تاریخ اشاعت کے متعلق اعلان کردیا جائے گا۔ تاکہ ناظرین کرام کو انتظار کی زیادہ زحمت نہ اُٹھانا پڑے۔

ضروری ہدایات

ترسیل زر اور خط وکتابت کیوقت اپنا نمبر خریداری اور اپنا مکمل پتہ صاف اور خوشخط لکھیئے۔
کتابوں کا آرڈر دینے سے پہلے رسالہ ہذا کے ٹائٹل کے آخری صفحہ پر قواعد ضرور دیکھیئے اور انکا لحاظ رکھیئے۔

ناظم الفرقان ومکتبۃ الفرقان بریلی

چند ضروری گذارشات

(از ناظم الفرقان بریلی)

الفرقان کی مالی مشکلات کا کچھ حال جناب کو اس پرچہ کی نگاہ اولیں سے معلوم ہو چکا ہوگا۔ اس سلسلہ میں اگر جناب کچھ توجہ فرمانا چاہیں تو اُس کے لیے اس وقت اتنی صورتیں ہیں۔ جن میں سے کوئی نہ کوئی ضرور آپ کے مناسب حال ہوگی۔

(۱) اگر ممکن ہو تو الفرقان کی توسیع اشاعت کے لیے کچھ سعی فرمایئے اور کم از کم ایک دو خریدار فراہم کرنے کی کوشش کیجئے۔ یہ الفرقان کی سب سے بڑی اور مستقل مدد ہے۔

(۲) کسی مدِ خیر سے کچھ حصہ بھیجکر ان ناداروں کی امداد کیجئے جو الفرقان جاری رکھنا چاہتے ہیں مگر اُس کا پورا چندہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یا بالکل ہی نادار ہیں۔

(۳) اسی نمبر میں مکتبہ الفرقان کی رعایتی فہرست شائع ہو رہی ہے، اور باآنکہ کاغذ کی شدید گرانی کیوجہ سے کتابوں کے نرخ پر بھی کافی اثر پڑا ہے۔ مگر ہم نے اس وقت الفرقان کی فوری ضروریات کے لیے روپیہ فراہم کرنے ہی کے واسطے وہ رعایت کی ہے جو کبھی پہلے بھی نہ ہوئی تھی حتیٰ کہ باہر سے آنیوالی بعض کتابوں کی قیمت وہ رکھی ہے جس پر وہ خود ہمکو پڑتی ہیں۔ براہِ کرم اس فہرست کو ضرور ملاحظہ فرما لیجئے۔ یہ ملحوظ رہے کہ رعایات مندرجہ فہرست کے علاوہ کسی اور رعایت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے ہرگز خط و کتابت نہ فرمایئے۔ یہ رعایت تاخیر اشاعت کی وجہ سے اب اخیر ذیقعدہ تک رہے گی۔

(۴) اس فہرست میں ہر مذاق اور ہر قسم کی بہتر سے بہتر کتابیں درج ہیں پوری فہرست پر ایک نظر ڈالکر اپنے لیے کتابیں منتخب کیجئے اور اس وقت خصوصی رعایت سے فائدہ اُٹھایئے پھر یہ موقعہ نہیں رہے گا۔

(۵) فہرست کے آخری صفحے جنکا کاغذ دوسری قسم کا ہے سالگذشتہ کے چھپے ہوئے ہیں انہیں کتابوں کی جو رعایتی قیمتیں درج ہیں اس وقت ان پر مزید رعایت کیجائیگی۔

(۶) جو کتابیں فہرست میں مندرج نہیں ہیں انپر بھی اسوقت آخری امکانی رعایت کی جائے گی۔

(۷) جن احباب کے ذمہ الفرقان یا مکتبہ الفرقان کا کوئی مطالبہ ہو وہ براہ کرم اس وقت ادا فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۸) حضرت مدیر الفرقان کی کتاب "دو خاکسار تحریک مذہب و سیاست کی روشنی میں" جو اس پرچہ میں بہ تمام و کمال شائع ہو رہی ہے "الفرقان" سے علیحدہ کتابی شکل میں بھی اس وقت تھوڑی زیادہ تیار کرائی گئی ہے جسپر مستقل کتابی ٹائٹل ہے اسکی اشاعت کیلئے فوری سعی فرمایئے! ہم اپنے احباب اور عام مسلمانوں کے دینی احساس سے اُمید بلکہ اپیل کرسکتے ہیں کہ صرف دو ہفتے کے اندر یہ کل نسخے ختم ہو جانے چاہیں تاکہ اگلے مہینے تک اسکا دوسرا ایڈیشن تیار کرایا جاسکے قیمت فی نسخہ ۵/ ہے اسوقت رعایتی، محصول ڈاک بلا رجسٹری ۲/ رجسٹری ۵/ مفت تقسیم کرنیوالے حضرات صرف تین ۳/ روپے فی سیکڑہ

خاکسار تحریک

مذہب و سیاست کی روشنی میں!

از

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین

اِن اوراق میں

میں نے خاکسار تحریک پر مذہبی یا سیاسی نقطۂ نظر سے جو بحث کی ہے، اُس میں اپنے نزدیک پوری دیانت داری اور کامل احتیاط سے کام لیا ہے اور بانیٔ تحریک "علامہ مشرقی" کی جن تصانیف، یا خاکسار تحریک کے لٹریچر کو سلسلہ کی جن چھوٹی بڑی کتابوں سے اس میں اقتباسات لئے ہیں ان کو اکثر مکرر سہ کرر دیکھا ہے اور اسکی پوری کوشش کی ہے کہ کوئی بات ایسی اُنکی طرف منسوب نہ رہے جس کے وہ قائل نہ ہوں۔

نیز بحث کو صرف اصول تک محدود رکھا ہے۔ اور ناظرین کے دماغ کو فروعی بحثوں میں اُلجھانے، یا اُنکی طبائع کو "علامہ مشرقی" یا اُن بیچارے خاکساروں کے خلاف خواہ مخواہ مشتعل کرنے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ حتی الوسع اس سے دامن بچانے کی سعی کی ہے۔ کیونکہ اس کاوش سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ سنجیدہ طبیعتیں اس تحریک کو صحیح روشنی میں دیکھ کر صحیح رائے قائم کر سکیں۔

اس مقالہ میں میرے خصوصی مخاطب

اسلامی اخبارات کے وہ محترم اڈیٹرانِ کرام، اور وہ تعلیم یافتہ اصحاب ہیں جو خاکسار تحریک کے متعلق سرسری اور ناکافی معلومات رکھنے کی وجہ سے "اسلام" اور "مسلمانوں" کے حق میں اُس سے اچھی توقعات رکھتے ہیں۔ اور اسواسطے وہ اس تحریک کے حامی اور ہمدرد ہیں اُن سے میری عاجزانہ گذارش ہے کہ وہ ان صفحات کو ضرور ملاحظہ فرمائیں، نیز وہ خاکسار حضرات جو محض محبت خدا اسلام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی نیت سے اس تحریک میں شامل ہوئے ہیں اُن سے بھی مخلصانہ التماس ہے کہ وہ میری ان معروضات کو ایمان وانصاف کی نظر سے دیکھیں اور سوچیں کہ جو راہ آپنے اختیار کی ہے وہ بجائے کعبہ کے ترکستان کو تو نہیں جاتی؟۔ خدا شاہد ہے کہ ان گذارشات کا مقصد صرف آپکی اور ملت اسلامیہ کی بہی خواہی اور اپنے فریضہ "اظہارِ حق" کی ادائیگی ہے۔ لَا غَیْرَ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ شَہِیْدٌ۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تقدمہ ضروریہ

دینِ اسلام اور مُسلم قوم

دینِ مقدس سے ناواقفی، اور اسلامی تعلیم سے عام بےخبری کے باعث، مسلمانوں میں بھی بدقسمتی سے، قوم، قومی مفاد قومی خدمت، قومی ہمدردی جیسے لفظوں کا وہی جاہلی تصوّر پھیلتا جارہا ہے جو دنیا کی دوسری قوموں کا ہے کہ انھیں حق و باطل، اور حلال و حرام سے کوئی بحث نہیں ہوتی، وہ اِن تمام چیزوں سے آزاد اور بالکل آزاد ہوکر اپنے قومی مسائل کو سوچتے ہیں اور جس راہ سے انھیں قوم کا فائدہ نظر آتا ہے وہ اسی پر چل پڑتے ہیں اور یہ اِس واسطے کہ انکے یہاں اس کے لئے کوئی مستقل قانون ہی نہیں ہے جس کے وہ پابند ہوں، —— بخلاف اُمتِ مسلمہ کے، وہ جس طرح عقائد اور طرزِ عبادت میں الٰہی ہدایات کی پابند ہے اسی طرح اپنے دوسرے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں بھی احکامِ ربانی سے آزاد نہیں، —— پس اسلام کے نزدیک مُسلم قوم کا "مفاد" اور مُسلم قوم کی "خدمت" صرف وہی ہے جو اسلامی احکام کے خلاف اور مقاصدِ اسلام کو پامال کرنیوالی نہو —— لیکن آج ہو یہ رہا ہے کہ ایک "مسلمان" کو دوسرے "مسلمان" سے کسی "غیر مسلم" کے خلاف جھوٹی گواہی دلوانی ہو تو وہ کہتا ہے کہ بھائی یہ مسلمان اور نامسلمان کا معاملہ ہے آپ کو اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ دینا اور اُس کی مدد کرنا چاہیئے —— گویا اسلام کا نام لیکر اسلام ہی کا واسطہ دیکر اسلام کے اصولِ "سچائی" کو ذبح کیا جاتا ہے —— اسی طرح سودی لین دین کے بینک کھولے جاتے ہیں اور ان کا نام "اسلامی بینک" اور "مُسلم بینک" رکھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اِن بینکوں سے معاملہ کرنا چاہیئے اسمیں اپنی قوم کا فائدہ اور اپنی قوم کی ہمدردی ہے —— گویا اسلام، سود کی جس لعنت کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتا تھا آج مسلمانوں میں اسی کی ترویج کے لئے "اسلام" اور "مسلم مفاد" کا نام لیا جارہا ہے —— علیٰ ہذا شراب اور دوسری قسم کی محرمات کے ٹھیکے اور نیلام ہوتے ہیں اگر بدقسمتی سے کوئی مسلمان افسر نیلام کرنیوالا ہے تو ایک "مسلمان" صاحب اُسکے پاس پہنچتے ہیں اور بلا ادنیٰ شرم محسوس کئے کہتے ہیں کہ دیکھئے میں مسلمان ہوں، آپ کا بھائی ہوں، براہ کرم اس نیلام کو میرے ہی نام ختم کردیجئے آپکا اسمیں کوئی حرج نہیں ہوتا کہ آپکے ایک مسلمان بھائی کا فائدہ ہوجائیگا، گویا شراب وغیرہ کے ٹھیکے کے لیے بھی اسلام ہی کو سفارشی بنایا جاتا ہے۔

پھر ان سب مثالوں سے زیادہ افسوسناک یہ ہے کہ "اسلام" اور "مُسلم قوم" کا نام لیکر کوئی تحریک کھڑی کی جاتی ہے لیکن "عمل" اور "راہِ عمل" میں اسلامی اصول و احکام کی کوئی پروا نہیں کی جاتی بلکہ بسا اوقات وہ راستہ اور وہ طرزِ عمل

اختیار کرلیا جاتا ہے جسمیں اسلامی تعلیمات اور دینی احکام سے براہ راست بغاوت ہوتی ہے مگر اس کے لئے دعوت پھر بھی "اسلام" اور "مسلم مفاد" کا نام ہی لیکر دیجاتی ہے ـــ گویا اسلامی اصولوں کی صریح مخالفت اور اسلامی احکام و تعلیمات کو پامال کرکے ہی "اسلام کی خدمت" اور "مسلم قوم" کی فلاح و بہبود کے لئے جد و جہد کی جاتی ہے ـــ اور اگر بالفرض کوئی غلط رو گروہ اور اسلام کا نام لے کر اسلامی اصولوں کے خلاف چلنے والی یہ گمراہ جماعت کسی غیر مسلم قوم بالخصوص ہندوؤں کو گالیاں دینا، ان کے خلاف اشتعال انگیز باتیں کہنا اور لکھنا ہی اپنا شعار بنالے تو پھر تو اُس کے "علمبردار اسلام" اور "خادم دین و ملت" ہونے میں شبہ کرنیوالا بھی یہاں "کشتنی اور گردن زدنی" سمجھا جاتا ہے ـــ گویا کہ آج کل ہندوستان میں اسلام کوئی متعین اور مثبت حقیقت نہیں ہے، اور نہ اُس کے کچھ اصول ہیں، بلکہ وہ نام ہے بس اُس "عصبیت جاہلیہ" کا جو ایک جاہل قوم کو دوسری قوم کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔

افسوس یہ حال ہے آج اس امت کا جو دنیا کو اس جاہلیت کی تاریکی سے نکالنے ہی کے لئے مامور بلکہ مبعوث ہوئی تھی۔ (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر)

پس اگر خدانخواستہ آپ بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں اور "اسلام" و "مسلم قوم" کا تصور آپکے نزدیک بھی یہی ہے اور اس بناء پر "اسلامی خدمت" اور "مسلم مفاد" کو آپ بھی اسلامی احکام و قوانین سے آزاد سمجھتے ہیں تو مجھے آپ سے اس کے سوا کچھ کہنا نہیں کہ آپ اسلام اور مقتضیات اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں اور آپکو چاہیئے کہ جس اسلام کی پیروی اور جسکی خدمت و ہمدردی کے آپ مدعی ہیں پہلے اسکا صحیح علم حاصل کریں ـــ اسلام اللہ کا سچا دین ہے ایک مستقل ضابطۂ حیات ہے، اس کے اصول متعین ہیں اور وہ اُس "خدمت" اور اُس "ہمدردی" سے قطعاً مستغنی بلکہ سخت بیزار ہے جو باطل طریقوں سے ہو، اور جسکی وجہ سے باطل کو فروغ ہو، اسلام ہر باطل کا دشمن ہے خواہ وہ ہندویت ہو، خواہ عیسائیت، اور خواہ کسی اور نام کی بدمذہبیت۔ اور مسلمان کیلئے اسکی تعلیم یہ ہے کہ وہ حق کے ساتھ اور ہر باطل سے کنارہ کش رہے وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ـــ الغرض آجکل کے رائج شدہ "مسلم قوم" کے جاہلی تصور میں اگر آپ گرفتار ہیں تو اسکو پہلے دماغ سے نکالدیجئے اور یقین کیجئے کہ "اسلامی خدمت" صرف وہی ہے جس سے اسلامی اصول پامال نہ ہوں، اور جو ان اصولوں ہی کے بلند کرنے کے لیے ہو، اور جو "حرکت و عمل" اس رخ پر نہ ہو وہ اُس نماز کی طرح ہے جو قبلہ سے منہ موڑ کے پڑھی جائے، پس جس طرح ایسی نماز وبال اور خدا سے مذاق کرنا ہے، اسیطرح اسلام کے نام پر ایسی تحریکوں کی حمایت کرنا جو اسلام کیخلاف جانیوالی ہوں، اپنے نفس پر ظلم اور اسلام سے دل لگی ہے، جس کا انجام دنیا میں خسران اور آخرت میں حرمان ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

میں یہاں "خاکسار تحریک" کے متعلق جو کچھ لکھنا چاہتا ہوں اُسکی حیثیت "شہادت" کی ہے، اور شہادت بھی ایک جماعت اور ایک تحریک سے متعلق جس کی ذمہ داری شخصی گواہیوں سے یقیناً زیادہ ہے۔

ادائے شہادت کے متعلق اسلام کا جو قانون، اور قرآن پاک کی جو سخت ہدایات ہیں۔ الحمدللہ میرا دل اُن سے غافل نہیں ہے۔ بالخصوص حق جل جلالہ کا یہ ارشاد کہ۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے مسلمانو! اللہ کیلئے سچائی اور انصاف
کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ لِلّٰہِ	کیساتھ شہادت دینے کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ، اور
شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا	کسی جماعت کی عداوت و مخالفت سے متاثر ہو کر
یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ	ہرگز عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو
عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا	بلکہ ہر حال میں عدل پر قائم رہو۔ خدا ترسی کی
ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا	بات یہی ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ
اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	تعالیٰ تمہارے تمام (ظاہر و مخفی) اعمال سے
(مائدہ)	پوری طرح خبردار ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تہدید۔ کہ:۔

اَیُّھَا النَّاسُ عُدِلَتْ شَھَادَۃُ	اے لوگو!
الزُّوْرِ اِشْرَاکًا بِاللّٰہِ۔ الحدیث	جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی
(ابوداؤد و ترمذی)	گئی ہے۔

خاص طور پر میرے پیش نظر ہیں۔ اور میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں کہ اس ادائے شہادت میں مجھ سے کوئی تقصیر ہو۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ

خاکسار تحریک کا آغاز اور اسکا پس منظر!

"علامہ عنایت اللہ خان المشرقی" نے اب سے قریباً ۲ برس پہلے ۱۹۳۳ء میں اس تحریک کو شروع کیا تھا وہی اس کے بانی ہیں اور آج کی تاریخ تک وہی اس کے "مختار مطلق امیر" اور لاشریک قائد ہیں۔ اس لئے تحریک کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ علامہ موصوف کی ذات اور ان کے حالات وخیالات سے بھی فی الجملہ واقفیت حاصل کی جائے۔

علامہ مشرقی اور ان کے عزائم وخیالات

علامہ صاحب آج کل کی اصطلاح میں ایک اعلےٰ درجہ کے تعلیمیافتہ شخص ہیں، پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قریباً پانچ برس آپ کیمبرج یونیورسٹی (انگلستان) میں بھی رہے ہیں اور وہاں آپ نے چند مختلف علوم وفنون میں اعلےٰ امتحانات پاس کئے ہیں "السنہ شرقیہ" (عربی فارسی) کی تعلیم بھی آپ نے وہیں حاصل کی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اسلام اور قرآن کے مطالعہ میں بھی آپکا زاویۂ نظر سراسر "مغربی" ہے اور جو شخص آپ کی تصانیف بالخصوص اُن کی مایۂ ناز تصنیف "تذکرہ" کو دیکھے گا وہ محسوس کرے گا کہ وہ کسی مسلمان کی نہیں — بلکہ کسی غیر مسلم یوروپین مستشرق کی تصنیف دیکھ رہا ہے جو روحِ اسلام سے قطعاً نابلد ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے کو اسلام اور اسلامیات کا سب سے بڑا ماہر سمجھ رہا ہے۔

بہرحال ہمارے نزدیک علامہ کی ذہنی تربیت میں زیادہ حصہ اُن کے یورپین اساتذہ کا ہے اور یہ تربیت اُن کے رگ و ریشہ میں اس طرح پیوست ہوگئی ہے کہ وہ اب دیکھتے ہیں تو صرف یوروپین آنکھ سے سوچتے ہیں تو صرف یوروپین دماغ سے، اور کچھ سمجھتے ہیں تو صرف یوروپین عقل و ذہن سے، وہ اگرچہ اپنے کو کہتے اور لکھتے "مشرقی" ہیں لیکن ان کا دل و دماغ قطعاً "مغربی" ہے اور مغربی افکار و نظریات ہی ان کے نزدیک معیارِ حق وصداقت ہیں۔

اگر خالص نیک گمانی سے کام لیا جائے اور علامہ صاحب کی دعوت اور ان کی کھڑی کی ہوئی خاکسار تحریک کو کسی پُراسرار سازش کا نتیجہ نہ سمجھا جائے (جیسا کہ اُن کے بہت سے مخالفین کا دعویٰ ہے) بلکہ ظاہری واقعات ہی کے تسلسل پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو بلا کسی پیچیدگی کے ہمارا ذہن اس طرح رہنمائی

طے کرنا ہے ـــ کہ

یورپ کے طویل قیام کے زمانہ میں ایک طرف تو علامہ نے اہل یورپ کے عروج اور ان کی خیرہ کن
مادی ترقیات کو دیکھا اور دوسری طرف "مسلمانوں" کے انتہائی تنزل اور ان کی بے پناہ پستی و زبوں
حالی پر ان کی نظر پڑی اس المناک مشاہدہ سے ان کی حساس طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی اور ایک نسلی و
جدی مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کو بھی بلند دیکھنے کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہوئی اور اس کے لیے
یورپ کے قدم بہ قدم پیروی کے سوا ان کے نزدیک کوئی نسخہ نہ تھا - ادھر یورپ زدگی اور فلسفہ مغرب سے
مرعوبیت نے ان کے اس وسوسہ کو یقین کی حد تک پہنچا دیا تھا کہ انسانیت کا نصب العین "تمکن فی الارض" اور غلبہ
و قوت ہے وہی انسان کی فلاح و خسران کا واحد معیار ہے جو زمین پر حکمران ہے اور غلبہ و علو دنیا میں جس کو
بھی حاصل ہے بس وہی خدا کی مرضی کے مطابق چلنے والا اور حق پرست ہے بالفاظ دیگر "غلبہ ہی حق ہے اور حق
ہی غلبہ" ہے اس خالص مادہ پرستانہ منطق کے ذریعہ وہ بہت مختصر راستہ سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ "حق" اور "منشاء الٰہی"
وہی ہے جس پر یورپ کی اقوام غالبہ عامل ہیں ـــ پھر اسی تخیل کی "روشنی" میں انھوں نے قرآن پاک کا "مطالعہ"
کیا اور اس مطالعہ میں انھوں نے صرف احادیث نبوی یا اسلامی آثار و روایات اور سلف امت کے علوم ہی سے
صرف نظر نہیں کیا بلکہ عربی لغت اور قواعد عربیت کو بھی پس پشت ڈال کر صرف اپنی یورپین سمجھ اور مغربی تخیل ہی
کو شمع راہ بنایا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن پاک بھی از اول تا آخر آپ کو اپنی افکار و خیالات کا مجموعہ نظر آیا اور ان کو قطعاً
محسوس نہ ہوا کہ میں جن تخیلات کو قرآن کے آئینہ میں دیکھ رہا ہوں یہ فی الحقیقت میرے ہی دماغ کے نقوش اور میرے
ہی "صور ذہنیہ" ہیں ـــ آخر کار ان "تخیلات" اور "وساوس" نے ان پر پورا قبضہ کر لیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ ۔
دور حاضر کے مسلمان جس اسلام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ غلط ہے ۔ اسی کا نتیجہ ان کی موجودہ ذلت و نکبت ہے
اور صحیح دین و مذہب اور اصلی اسلام وہ ہے جس پر اہل یورپ عامل ہیں وہی "صراط مستقیم" اور "منشاء الٰہی" وہی "مذہب"
اور "دین حق" ہے اور ان کی موجودہ "ترقیات" اور "حکومت ارضی" خدا کی طرف سے ان کی "نیک روی" ان کے
صادق ایمان" اور "اعمال صالحہ" ہی کا انعام ہے، خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا کے محبوب ہیں ۔ نیز
قرآن نے بھی دنیا کو "اسی اسلام" کی دعوت دی تھی اور اپنے اپنے وقت میں تمام اگلے انبیاء بھی یہی دین لے کر
آئے تھے اور قرن اول کے مسلمان اسی پر عامل تھے اسی واسطے وہ دنیا پر غالب اور دنیا کے حاکم ہو گئے تھے
یہی تھے وہ عجیب و غریب اور نئے نرالے خیالات جن کو علامہ صاحب نے "نبأ عظیم" اور "حقیقت کبریٰ"

سمجھا اور سب سے پہلے سنہ ۲۴ء میں اپنی کتاب "تذکرہ" میں پورے بسط و تفصیل بلکہ فضول در فضول اطناب و تکرار کے ساتھ قلمبند کر کے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر علامہ صاحب کے ان خیالات کو خود انہی کے الفاظ میں ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جائے — اگرچہ یہ داستان طویل ہے مگر ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ صبر کے ساتھ علامہ صاحب" کے ان نظریات کو ملاحظہ فرمائیں اور کامل غور و فکر کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں یہاں ہم ان طول طویل اقتباسات کے نقل کرنے پر اس لئے مجبور ہیں کہ "خاکسار تحریک" اور علامہ صاحب کے ان خیالات میں گہرا ربط ہے اور ان سے واقف ہونے کے بعد ہی تحریک کے پس منظر اور اس کے عواقب کو ٹھیک طور سے سمجھا جا سکتا ہے۔

علامہ مشرقی کے نزدیک "اسلام" صرف غالب بن کر رہنے اور اس کے لئے جد و جہد کرنے کا نام ہے

دنیا میں جو غالب اور حاکم ہے وہی مسلمان ہے اور جو مغلوب و محکوم ہے وہی کافر و مشرک ہے۔

(۱) علامہ صاحب نے تذکرہ کے عربی افتتاحیہ میں اپنے اس نظریہ کو بہت تفصیل بلکہ طبیعت کو اکتا دینے والے اطناب کے ساتھ پیش کیا ہے اس کے آخر میں خلاصہ کلام اور حاصل پیغام کے طور پر لکھتے ہیں

افلم تومنوا من بعد ما بینت لکم ههنا بان الاسلام هو النظم والنسق والجد والجهد والسعی والعمل والقوة والاتحاد والغلبة والامن والاستبقاء من الله بل هو فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة ۝ وانما هو هذه بل کله هذه لا بشیٔ من دون ذالك ولا وما یهجر به علماءکم الجاهلون۔"

کیا میری اس تبیین و توضیح کے بعد بھی تم اس پر ایمان نہیں لاؤ گے کہ "اسلام" "بس نظم و نسق" اور جد و جہد اور سعی و عمل اور قوت و اتحاد اور غلبہ و امن اور طلب بقا من اللہ کا نام ہے' بلکہ وہی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔
اور بیشک اسلام بس یہی اور بالکل یہی ہے۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں — اور وہ وہ نہیں جو تمہارے جاہل علماء بکتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ صاحب نے اپنے اس نظریہ کے ثبوت میں دکھلایا ہے کہ اسلام کے مشہور اصول و احکام کا مقصد و منشار بھی یہی نظم و نسق اور غلبہ و اتحاد تھا مثلاً توحید کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ قوم میں یگانگت اور تخیل کی وحدت پیدا ہو، اور مثلاً نماز کا منشا یہ تھا کہ اس کے ذریعہ قوم منظم ہو اور روزے کا حکم اس واسطے تھا کہ صبر و مشقت کی عادت پڑے اور زکوۃ اس لئے تھی کہ قوم میں زور اور قوت پیدا ہو جس کے ذریعہ سے غلبہ حاصل کیا جا سکے۔ اور علی ہذا حج کا منشا یہ تھا کہ اس سے قوم میں ربط و تعلق پیدا ہو[۱]۔

بہرحال اسلام اُن کے نزدیک غالب بن کر رہنے اور اس کے لئے جد و جہد کرنے ہی کا نام ہے۔ یہی اُن کے خیال میں اصل اسلام اور منتہائے ایمان ہے اور تمام اصول و احکام اسلام کا مقصد و منشار بھی یہی ہے اپنے اسی نظریہ کے مطابق دیباچہ تذکرہ اردو صلا پر وہ فرماتے ہیں۔

جہاں فتح و ظفر کا پرچم لہرا رہا ہے جہاں ایک قوم کو دوسرے گروہ پر غلبہ حاصل ہو رہا ہے جہاں ایک طرف عجز اور بے بسی اور دوسری طرف قوت و استیلا قائم ہے وہیں ایک قوم انبیا کے خدا کے ہاں سے لائے ہوئے مشترک قانون کی صحیح معنے میں مومن ہے ۔ ۔ ۔ ۔

خدا کے قانون کی پہلی اور آخری دفعہ یہی ہے کہ ایمان بہر نوع فتح و نصرت کے مترادف ہے اور کفر بہرحال شکست اور زوال کے ہم معنیٰ ہے۔

پھر اسی دیباچہ کے صلـ۱۰۹ پر لکھتے ہیں۔

الغرض جہاں کسی قوم میں قوت و زور ہے، امن اور قیام ہے، موت اور ہلاکت میں بہت کچھ ڈھیل ہے، وہیں توحید باقی ہے، وہیں صحیح معنوں میں میری عبادت ہو رہی ہے میرے قانون پر سچا عمل ہے۔ میرے آئین کا صحیح علم ہے میری منشار کی سچی درک ہے میری صحیح معرفت ہے، وہیں صراط مستقیم ہے، وہیں اسلام ہے، وہیں محمد پر سچا ایمان ہے (۔ ۔ ۔ ۔) اس کے لائے ہوئے قرآن پر ایمان ہے، انبیار کی لائی ہوئی الکتاب پر ایمان ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جہاں کوئی قوم مغضوب غلبہ ہو رہی ہے۔ اس پر میرا دردناک عذاب نازل ہو رہا ہے

---

[۱] علامہ صاحب کے اصل الفاظ جن کا یہ خلاصہ پیش کیا گیا ہے یہ ہیں
وان ھو الا ان تومنو بالتوحید لتوحی وا انفسکم و تصلوا لتنتظموا امتکم و تصوموا لتنصبروا و تقصا بروا و تحجوا لترابطوا و تخالطوا و تنفقوا لتتقووا قومکم و تعاضدوا بینکم غالبین ۔ بر اسس اقتباسیہ اور جگہ بھی علامہ صاحب نے اس مضمون کو زیادہ بسط او تفصیل سے لکھا ہے۔

اس کے ملک یک بہ یک چھینے جا رہے ہیں۔ اس پہ میرے غیظ و غضب کا تنور جوش مار رہا ہے، وہیں عبادت شیطان جاری ہے۔ وہیں توحید قطعاً نہیں، وہیں انعمت علیہم کا صراط گم ہو چکا ہے۔ کان اکثرھم مشرکین (روم) کے مصداق بن چکے ہیں۔ وہیں شرک قطعاً ہے، کفر قطعاً ہے، مجھ سے انکار قطعاً ہے، محمد سے انکار قطعاً ہے۔"

پھر اسی سلسلہ میں ص۱۱۲ پر لکھتے ہیں۔

کفر اور توحید کا صحیح معیار اس دنیا کے اندر حتماً یہی ہے کہ موحد اور مومن قوم ہر نوع غالب ہے، ہر حال ترقی کر رہی ہے اس کی دولت اور حکومت، عزت اور اقتدار سب کچھ بڑھ رہے ہیں، جماعت کی کثرت ہو رہی ہے جنات اور انہار مل رہے ہیں، نئی قوموں پر حکومت مل رہی ہے، الغرض وہ منعم لم یزل اس سے بحیثیت مجموعی راضی ہے، وہ بھی خدا سے راضی ہیں،

پھر اسی کے ص۱۲۰ پر فرماتے ہیں۔

"مومن وہی (قوم) ہے جس نے سب کو پچھاڑ دیا، کافر وہی ہے جو سب سے پچھڑ گئی"۔

اور اصل کتاب "تذکرہ" ص۱۸۲ پر اسی نظریہ کو ان زوردار الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

"اسلام کا اس دنیا میں منتہائے وحید اعلون اور غالب بن کر رہنا ہے اور اسی واحد غرض و مطلب کے لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تھے۔ قرآن کے طول و عرض میں رسول کے بھیجنے کی اس کے سوا کوئی اور غرض کہیں نہیں بتلائی گئی"۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ "علامہ" صاحب کے نزدیک اور آپ کے خیال کے مطابق رسول اللہ صلعم کی نبوت (بلکہ دوسرے تمام انبیا کی بعثت کا مقصد دحید بھی "بس غالب" ہو کر رہنا تھا۔ علامہ صاحب کا خیال ہے کہ وہ سب اسی اور صرف اسی واسطے آئے تھے کہ اپنی اپنی قوموں کو حکومت و بادشاہت اور حصول غلبہ کی راہ پر لگا دیں اور دنیا میں انھوں نے یہی کیا۔ اور اسی کے لئے ساری جد و جہد کی۔ چنانچہ دیباچہ اردو ص۲۵ میں فرماتے ہیں۔

"بلا استثنار سب انبیا اپنی اپنی جماعت کو میدان حیات میں قوت اور امن کی راہ پر لگا گئے، ان کو قعر عزل و جمود سے نکال کر اوج سعی و امن پر بلا واسطہ مشرف کر گئے۔ یہی انکے آنے کی واحد غرض تھی، اور اسی مطلب کے حاصل کرنے کے لئے ان کا بے مثال سعی و عمل تھا"۔

پھر حاشیہ میں اس عبارت کے لفظ "واحد غرض" پر یہ نوٹ بھی لکھا ہے۔

اس کتاب (تذکرہ) کا اہم مطمح نظر در اصل اسی امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا اور بتدریج تمام نبوت کی صحیح غرض و غایت کو منکشف کرنا ہے۔ اس دیباچہ کے صـ۶۶ـ الخ پر اس مضمون کو پھر دہرایا گیا ہے اور اس کی قرآنی شہادت ایک حد تک پیش کی ہے لیکن مکمل شہادت اصل کتاب میں جا بجا ملے گی۔ اگر انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کا پیش نہاد ابتی اپنی قوموں کو قانون خدا سے آگاہ کر کے قوت اور امن کی راہ دکھانا نہیں تھا تو میرے نزدیک دراصل وہ کوئی پیغام نہیں لائے اور نہ ان کے پاس فی الحقیقت کوئی علم تھا" حاشیہ صـ۲۶ـ

حاشیہ کی اس عبارت میں صـ۶۶ـ کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں

جو بات میری دانست میں مسلّم ہے یہ ہے کہ سب انبیاء کرام بلا استثنار احدی اپنی اپنی امت کو اس زمین پر امن دینے آئے تھے اِنّی لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ کا پیام لائے تھے، منصور اور غالب کرنے آئے تھے[1]

---

[1] علامہ صاحب کے پاس اس مدعا کے لئے بڑی دلیل انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے یہی قرآنی الفاظ "اِنی لکم رسول امین" ہیں ان کے نزدیک "امین" کے معنے۔ امن دینے والے کے ہیں۔ حالانکہ عربی زبان و لغت سے ہر واقفیت رکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر جاہلانہ دعوے ہے محاورات عرب سے کہیں بھی "امین" کے یہ معنی ثابت نہیں اور نہ قواعد عربیت کی رو سے اُس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں بلکہ اُس کے معنی "مامون" قابل اعتماد اور امانت دار" کے ہیں۔ لیکن علامہ صاحب کو کوئی کس اصول سے منوا سکتا ہے وہ تو قرآن سمجھنے کے لئے لغت عرب سے واقفیت کی ضرورت کے بھی قائل ہی نہیں (ملاحظہ ہو دیباچہ تذکرہ اردو صـ۳۶ و ۳۷ـ) بہرحال یہ تو حال ہے علامہ صاحب کی قرآن دانی کا اور اس پر ادعا یہ ہے کہ مجھ سے پہلے تمام مفسرین نے "قرآن" کو غلط سمجھا اور (معاذ اللہ) اُمیں تحریفیں کیں چنانچہ اسی صفحہ ۶۶ کے حاشیہ میں مندرجہ بالا عبارت پر یہی نوٹ لکھتے ہیں۔

"اس آیت شریفہ (انی لکم رسول امین) کے صحیح مفہوم کے متعلق شارحین قرآن نے حیرت انگیز غلطی کی ہے اور "امین" سے مراد "امانتدار پیغمبر" لے کر کہا ہے کہ انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوم کو یہی کہا کہ میں تمہارے واسطے ایک امانت خدا کے ہاں سے لایا ہوں ... مجھے یقین ہو چکا ہے کہ امین کے لفظ سے الٰہی مراد "امن دینے والے پیغمبر" کی تھی اور پیغام یہ تھا کہ اے لوگو میں تمہیں اس دنیا کے اندر امن دینے کے لئے آیا ہوں، تمہاری کمزور اور شکستہ حالت کو قوت سے بدلنے کے لئے آیا ہوں"

علامہ صاحب نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں (کہ امین "کے معنے "امانت دار" نہیں بلکہ امن "دینے والے" کے ہیں) کچھ قابل التفات محض لغو اور جہل انگیز بازیوں کے علاوہ ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ

"امین کی الٰہی اصطلاح اِن معنوں میں کئی جگہ قرآن میں استعمال ہوئی ہے مثلاً اِنَّ المتقین فی مقام امین (دخان)

ہم پورے دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تمام قرآن میں از اول تا آخر کسی ایک جگہ بھی "امین" امن دینے والے کے معنی میں نہیں آیا اور نہ عربی زبان میں اس لفظ کے یہ معنی ہیں اور سورۂ دخان کی جو آیت اس موقعہ پر علامہ صاحب نے پیش کی ہے اس میں بھی "امین" کے معنی ہرگز امن دینے والے کے نہیں ہیں۔ بلکہ "مامون" کے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ "متقی لوگ ایک پُرامن اور محفوظ مقام میں ہوں گے جہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور نہ کوئی خطرہ ہوگا"۔ حضرات اہل علم اس سے قرآن کے بارہ میں علامہ صاحب کے جہل مرکب کا اندازہ فرمائیں ۱۲

پھر اسی بحث میں صنے پر تحریر فرماتے ہیں۔

الغرض وراثت زمین اور تمکن فی الارض کا اہم نصب العین نشار آفرینش سے اسلاف انبیا کے پیش نظر بلا شرکت غیرے رہا وہ تمام عمر اسی بات کے درپے رہے کہ اپنی امتوں کو اس لازوال قانون اس اٹل آئین عمل اس امر رب العلمین اس "العلم" سے آگاہ کر کے عمل پیرا کردیں جس کا نتیجہ اجتماعی بقا ہے۔ دوام فی الارض ہے، بادشاہت اور غلبہ ہے، یہی ان کا لایا ہوا دین تھا"

پھر اگلے صفحہ پر خاص طور سے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھتے ہیں۔

"اسلاف انبیاء سے قطع نظر خود نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واحد مطمح نظر روئے زمین پر غلبہ حاصل کرنا اور امت عرب کو بقا و دوام کے معراج پر پہنچانا تھا یہی ان کے مبعوث ہونے کی واحد اور صحیح غرض تھی (هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون (صف) نہیں بلکہ اسی غالب ہو کر رہنے کے علم کو حاصل کر کے اس پر عامل ہو جانا عین اسلام اور عین دین بلکہ تمام اسلام اور تمام مذہب تھا"

پھر قریباً ڈیڑھ صفحہ میں اسی کی مزید تفصیل و تشریح کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

الغرض (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جس رنگ میں آسمانی پیغام دیا اس کا منتہائے جلیل یہی اجتماعی تمکن اور وراثت زمین ہی رہا، قرون اولیٰ کی اسلامی زندگی کے تمام عملی ماحول کو پیش نظر رکھ کر دقیقہ رس اور حقیقت شناس شخص کے لئے آج بھی اس امر کا اعتراف کچھ متعذر نہیں کہ عہد رسالت میں اور اس کے کئی برس بعد تک ہر مسلمان کی زندگی اسی واحد نصب العین کے لئے وقف رہی، ہر فرد اسی الاعلون بن کر رہنے کو عین اسلام بلکہ تمام ایمان سمجھتا رہا" دیباچہ تذکرہ اردو ص۲۳

مچھر کا سبق آموز اور قابل تقلید ایمان

علامہ صاحب کے نزدیک چونکہ غالب بن کر رہنے" اور دوسرے کو پچھاڑ دینے کا نام ہی اسلام و ایمان ہے اسلئے ہر وہ مخلوق ان کے نزدیک عند اللہ مومن ہے جسمیں "نیش زنی" کی خصلت ہو حتیٰ کہ مچھر ان کے خیال میں اللہ کے نزدیک بڑا پکا اور راسخ مومن ہے کیونکہ وہ خواہ مخواہ انسان کو ستاتا اور اس کو گزند پہنچاتا ہے چنانچہ علامہ صاحب "منشار الٰہی" کی ترجمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی فرماتے ہیں:۔

پھر کانیش مار کر اپنے کو "اعلون" ثابت کرنا میری ہی بنائی ہوئی نظرت ہے مجھے اس باایمان وجود کی مثال بیان کرتے ہوئے کچھ شرم نہیں آتی کیونکہ وہ بہر نوع مومن ہے اور اپنی ذراسی بساط کے مطابق "اعلون" رہنے کی سعی کرتا ہے۔" (دیباچہ تذکرہ ص۲)

..یورپ کی غالب اور حکمران قومیں ہی مومن اور مسلم ہیں

اور اسی نظریہ کی بنا پر کہ غلبۂ و قوت اور اس کے لئے جد و جہد اور سعی و عمل ہی کا نام اسلام ہے اور وہی منتہائے ایمان اور حاصل دین ہے، علامہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ یورپ کی موجودہ "ترقی یافتہ" اور حکمران قومیں مومن اور مسلم ہیں بلکہ فی زمانا صرف انہی میں صحیح ایمان اور "اصلی اسلام" پایا جاتا ہے اور اس لئے نجات و فلاح بس انہی کے لئے ہے، خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا کے محبوب ہیں۔

اس مضمون کو علامہ صاحب نے "تذکرہ" میں اس قدر تکرار سے اور بار بار لکھا ہے کہ اگر ہم ان تمام مقامات کو بالاستیعاب نقل کریں تو ایک مستقل کتاب صرف ان اقتباسات کی تیار ہو سکتی ہے اس لیے ہم صرف چند ہی عبارات یہاں پیش کرتے ہیں، ناظرین کرام اس کو محض "مشتے نمونہ از خروارے" تصور فرمائیں، تذکرہ کے عربی افتتاحیہ میں اہل یورپ کے "کارناموں" ان کی نظر و فکر ان کی تحقیقات و اکتشافات ان کی ایجادات اور ترقیات اور ان پر خدا کے انعامات کا ذکر کرنے کے ساتھ ان کے بارہ میں علامہ صاحب نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

عبادہ اولو باس فضل اللہ بعضھم علے بعض درجت یرثون الارض علے سلطٰن منہ لانھم احسنوا فی ھذہ الدنیا واصلحوا واتقوا واسلموا وجوھھم لہ ولم یتخذوا اربابًا من دونہ ولم یعبدوا الا اللہ ولم یسجدوا لاحدٍ غیرہ ولم یتخذوا اھواءھم واولیاءھم اٰلھۃ"...... وجاھدوا باموالھم وانفسھم ولم یولوا ادبارھم حین الباس ولم یحرفوا

وہ اللہ کے جنگ کرنے والے بندے ہیں خدا نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے، اور اسی کے حکم سے وہ زمین کے وارث ہیں کیونکہ انھوں نے اس دنیا میں اچھے کام کیئے ہیں اور اصلاح کی ہے اور تقویٰ اختیار کیا ہے اور انھوں نے اپنی ذوات کو خدا کے تابع فرمان کر دیا ہے اور سوائے خدا کے انھوں نے کوئی اور رب نہیں بنایا، اور بجز خدا کے کسی اور کی عبادت نہیں کی نہ کسی اور کو سجدہ کیا، اور نہ انھوں نے اپنی خواہشات اور اپنے متعلقین یا مددگاروں کو اپنا معبود بنایا...... اور انھوں نے اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور جنگ کے وقت انھوں نے

عن القتال وهاجروا من ملك الى ملك لتقوية سلطنتهم واجراء حكمهم في الدنيا... وتفكروا في خلق السموات والارض حق امكانهم وساحوا في الارض ومشوا في مناكبها حد سعيهم (وكل هذا امرنا الله في القرآن حاشية منه) وقدروا الله حق قدره بدرس اعماله وعرفوه حق معرفته بدرس فطرته....

وصاروا من الذين احسنوا واصلحوا فادخلهم الله في الصالحين المحسنين العٰبدين واورثهم الارض ومسكنكم التي كنتم فيها امنين وقد كتب الله في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصٰلحون ٥ ان في هذا لبلٰغًا لقوم عٰبدين (٢١: ١٠٥-١٠٦) وقد قال لكم ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين (٧: ١٢٨) ففتشوا ارض الله و درسوا صحيفة الفطرة وعلموا قانونه وطالعوا احوال مخلوقاتها وطلعوا على عاداتها وخصائصها.... واستقرءوا ليروا ملكوت السموات والارض وليطلعوا على عادته تعالى وسنته.....

وتخلقوا باخلاق الله ـ وبما

پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑائی سے نہیں ہٹے، اور اپنی سلطنت کی تقویت اور دنیا میں اپنا حکم جاری کرنے کے لئے انھوں نے ایک ملک سے دوسرے ملک کو ہجرت کی ....

اور زمین و آسمان کی تخلیق میں انھوں نے بقدر امکان خوب غور و خوض کیا اور جہاں تک ہو سکا وہ زمین اور اسکے اطراف میں خوب چلے پھرے اور انھوں نے دنیا کو چھان ڈالا اور یہ سب چیزیں وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ہم کو قرآن میں حکم کیا ہے حاشیہ اور اعمال خدا کا سبق حاصل کر کے انھوں نے اللہ کی صحیح قدر جانی اور اس کی فطرت سے سبق لیکر انھوں نے اللہ کی ایسی معرفت حاصل کی جیسا کہ اُس کا حق ہے...

اور (یہ اہل یورپ) اپنے ان کارناموں کی وجہ سے ان لوگوں میں سے ہو گئے جنھوں نے اچھے کام کیئے اور اصلاح کی، پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو "صالحین" "محسنین" "عابدین" کی جماعت میں داخل کیا اور انکو زمین کا وارث بنایا اور تمھاری وہ ملک بھی اُن کے حوالے کر دیئے جن میں تم امن سے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تو نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میری صالح بندے ہونگے، اسمیں عابد قوم کے لئے ایک واضح پیغام اور بڑا سبق ہے، نیز قرآن عزیز میں یہ بھی فرمایا ہے کہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاھتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا نتیجہ متقیوں کے واسطے ہے" بس دیکھو کہ ان اہل یورپ نے خدا کی زمین کو کھنگال ڈالا اور صحیفہ فطرت کو خوب پڑھا اور اسکے قانون قدرت کا اچھی طرح علم حاصل کیا اور اسکی مخلوقات کے احوال کا مطالعہ کیا، انکے عادات و خصوصیات کو دیکھا بھالا...

اور سنۃ اللہ و فطرۃ اللہ کا علم حاصل کرنے کے لئے اور "ملکوت السموات والارض" دیکھنے کیلئے انھوں نے تمام زمین و آسمان کو چھان ڈالا... اور اخلاق خداوندی اپنے اندر پیدا کیئے۔

صلح من عبادت مخلوقاته السفلية	اور اللہ کی مخلوقات سفلیہ میں جو صالح عادات تھیں ان کو
ومیّزوا الخبیث من الطیّب وحصلوا التوّ	اختیار کیا، پاک اور ناپاک یعنی اچھے بُرے میں تمیز کی،
عن الخطا بجدّ امکانھم وا ستعملوا سمعھم	اور بقدر امکان خطا و ثواب کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا،
وبصرھم وفؤادھم لیطلبوا العلم من	اور ظنی باتوں کو چھوڑ کر اعمال خدا کا علم یقین حاصل کرنے کے واسطے
اعمال اللہ من دون الظن فعرفوا اعمالہ	انھوں نے اپنے کانوں، آنکھوں اور عقلوں کو استعمال کیا، پس
تعالیٰ لیعرفوا ربّھم ولیعلموا ما یریدُ منھم	انھوں نے اعمال خدا کی صحیح معرفت حاصل کی اور یہ سبب اس واسطے
ربّھم وما مشیتہ فیھم ولخصّوا حقائق	کیا کہ وہ اس طرح اپنے خدا کو پہچان سکیں اور ان کو معلوم ہو سکے
الفطرۃ وبینوا دقائق الاشیاء لیستنبطوا	کہ اللہ تعالیٰ اُن سے کیا چاہتا ہے اور اُن کے متعلق اس کا ارادہ
منھا فما یضنہ الانسان، ثم استسلموا لھا	اور اس کی مشیت کیا ہے اور انسان کا فریضہ معلوم کرنے کے لئے
وصاروا من المفلحین، درسوا کتاب اللہ	انہوں نے فطرت کے حقائق کو نچوڑ ڈالا اور دقائق اشیاء
بل حجّتہ البالغۃ الکاملہ وکنتم عن دراستہ	کو کھول ڈالا ہے پھر وہ خدا کے اس ارادہ و مشیت کے مطیع و منقاد
لغافلین وقد قال اللہ لکم انّ فی السمٰوات	ہوگئے اور اس کی وجہ سے وہ اہل فلاح ہوگئے، انھوں نے خدا کی
والارض لآیٰت للمؤمنین (۴۵ : ۳)	کتاب فطرت کو پڑھا، اُسکی حجۃ بالغہ وکاملہ کا علم حاصل کیا، اور تم
(عربی افتتاحیہ تذکرہ ص۳۷-۳۸)	(اے مسلمان کہلانے والو) اس سبق سے غافل رہے اور اللہ تعالیٰ

نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ زمین و آسمان میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اس کے بعد علامہ صاحب نے چند وہ آیات اور نقل کی ہیں جن میں ارشاد ہوا ہے کہ زمین اور آسمان اور اُن کے اندر کی کائنات میں اُن لوگوں کیلئے خدا کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں جو مومن ہیں، جو تفکر کرتے ہیں، جو علم اور عقل صحیح رکھتے ہیں جو اذعان و یقین والے ہیں اور جن میں تقوے کی صفت موجود ہے"

پھر علامہ صاحب نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ چونکہ اہل یورپ نے کائنات کا علم خوب حاصل کیا ہے اور چونکہ حقائق طبیعہ کی دریافت میں انہوں نے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی ہے لہٰذا وہی ان تمام آیات کے مصداق ہیں وہی "مومنین" ہیں وہی "متفکرین" ہیں، وہی "عالمین" اور "عاقلین" ہیں۔ وہی "موقنین" "اور متقین" ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:-

فلا یزال الحکماء الطبیعیون	یورپ کے یہ ماہرین طبعیات فلاسفر طبعیات کے اسرار اور
من المغرب یطلعون علی سرائر	فطرت کے اطوار او موالید ثلثہ جمادات، نباتات، حیوانات)

الطبيعة وعوائد العادة و احوال المواليد الثلاثة من الجماد والنبات والحيوان ..... وطلبو فيها آيات الله البالغة النافعة التي تقدم ذكرها فصاروا بالحق من عباد الله المومنين المتفكرين العالمين العاقلين الموقنين المتقين" (ایضاً صفحہ ۴۰)	کی حالات کو ہمیشہ معلوم کرتے رہتے ہیں..... اور ان چیزوں میں انہوں نے اللہ کی اُن زبردست اور نفع مند نشانیوں کو تلاش کرلیا ہے جنکا آیات مذکورۃ الصدر میں ذکر ہوچکا ہے پس یورپ کے یہ سائنسدان فی الحقیقت اللہ کے اُن بندوں میں سے ہوگئے جن کے اوصاف (آیات مندرجہ بالا میں) یہ وارد ہوئے ہیں کہ وہ "مومنون" ہیں "متفکرون" ہیں "عالمون" ہیں "عاقلون" ہیں "موقنون" اور "متقون" ہیں۔

اس کے بعد علامہ صاحب نے مسلمانوں اور خاص طور پر علماء اسلام پر اپنا غصہ اُتارا ہے اور لکھا ہے کہ تم لوگ اس "اصل دین" اور "منشاء الٰہی" سے غافل ہوگئے اور تم نے "اپنی شریعت" کے علم کو ذریعۂ نجات سمجھ لیا۔ اور اہل یورپ نے صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے اس منشاء الٰہی کو جان لیا، اور اس طور پر منشاء قرآن کو انہوں نے پورا کیا، اسی سلسلہ میں اُنکی ایجادات و مادی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے آیۂ کریمہ وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ الآيه نقل کر کے لکھتے ہیں۔

والمغربيون كلهم صدقوا بهذه الآية بالعمل وآمنوا بها ما استطاعوا وبدلوا خوفهم امنا منها واطاعوا الله ورسوله فصاروا من المفلحين في الدنيا ولا شك انهم في الآخرة من عباده المومنين (افتتاحیہ عربی صفحہ ۴۶)	اور تمام اہل یورپ نے اپنے عمل سے اس آیۃ کی پوری پوری تصدیق کی ہے اور اپنی طاقت بھر وہ اسپر ایمان لائے ہیں اور اپنے خوف کو انہوں نے امن سے بدل دیا ہے اور اللہ و رسول کی انہوں نے اطاعت کی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ دنیا میں فلاح پاگئے ہیں اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ آخرت میں بھی وہ اسکے مومن بندوں میں ہوں گے۔

پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں۔

فوالله ما جاهد قوم قط في هذه الدنيا مثل ما جاهد الغرب في زماننا هذا ولم يعرفوا	خدا کی قسم اس دُنیا میں کبھی کسی قوم نے ایسا جہاد نہیں کیا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں یورپ نے کیا ہے اور کسی کو خدا کی ایسی معرفت حاصل نہیں

اللہ مثل ما عرفوہ ولم یقدرہ	ہوئی جیسی ان کو ہوئی ہے اور کسی نے خدا کی
مثل ما قدروہ فکیف لا یودی	قدر ایسے نہ جانی جیسی انہوں نے جانی ہے پس کیوں اللہ
اللہ اجورھم و یوفیھم حق	ان کو اجر نہ دے اور کیوں دنیا میں اُن کی عبادت
عبادتھم فی الدنیا و یتم	کا حق بھرپور نہ دے اور جب وہ خدا کے شاکر بندے
نعمتہ علیھم ان کانوا شاکرین	ہیں تو کیوں اُن پر اتمام نعمت نہ کرے اور بھلا کیوں
وکیف لا یستخلف فی الارض الذین	زمین کی خلافت اُن کو نہ بخشے جو ٹھیک طور سے اللہ
آمنوا باللہ بالحق وعملوا الصالحات	پر ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے اللہ تو
انہ شکور حلیم (ایضاً صفحہ ۴۶)	شکور وحلیم ہے"۔

اس موقعہ پر علامہ صاحب نے حاشیہ پر لکھا ہے۔ الاشارۃ الی قولہ تعالیٰ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم الآیہ) (یعنی اس سے میرا اشارہ اس آیت کیطرف ہے جسمیں فرمایا گیا ہے کہ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین کی خلافت دیگا الخ")

گویا علامہ صاحب کے نزدیک اس آیت کے مصداق بھی اہل یورپ ہیں اور اُن کی یہ موجودہ حکومت اور اُن کا یہ غلبۂ و تسلط دراصل خلافتِ الٰہیہ ہے جو انکے ایمانِ صحیح اور اعمال صالحہ کا نقد انعام ہے۔ (معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

"اہل یوروپ زمین میں خدا کے "خلیفہ" ہیں" جو ملائکہ ہیں

مندرجہ صدر عبارت سے چند سطر بعد فرماتے ہیں۔

خلائف الارض حقاً فھم الذین	وہ حقیقی خلفاءِ ارض ہیں وہی وہ ہیں کہ جب خدا نے
قال الملائکۃ لربھم فیھم حین	انکو زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا تھا تو فرشتوں نے
اراد اللہ ان یجعل فی الارض خلیفۃ	اُن کے بارے میں کہا تھا کہ "کیا آپ زمین میں اُن کو
اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ	خلیفہ مقرر کریں گے جو فساد پھیلائیں گے اور خونریزی
الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ	کریں گے اور ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح و
لَکَ (۲: ۳۰) فاجاب لھم ربھم	تقدیس کرتے رہتے ہیں" تو اللہ تعالیٰ ان اہل یورپ
ناظراً الی اعمالھم الآتیۃ وشاھداً	کے آئندہ کارناموں اور انکی علمی فکری ترقیات پر نظر
علی افکارھم البالغۃ انی اعلم	کرتے ہوئے ان ملائکہ کو جواب دیا تھا کہ تم کو ان باتوں کا

مَا لَا تَعْلَمُونَ (۲: ۳۰) فعلمهم الاسماء اکثرها من حقائق الاشیاء معظمها واقدرهم علی استعمالها وملٰئکته یدخلون علیهم من کل باب سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ (۳۹: ۷۳) فی هٰذه الارض واحسنتم اراحکم الله فالبثوا فیها الی الحین . وهم الذین قال فیهم ربهم للملٰئکة وفی رجال مثلهم اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (۳۰: ۷۱ - ۷۳) (ایضاً صفحہ ۴۷)

کا علم نہیں جو میرے علم میں ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان اہل یورپ کو اکثر اسماء اور حقائق اشیاء کا علم عطا فرمادیا اور ان کو انکے استعمال کی قدرت دی۔ اور اللہ کے ملائکہ اُنپر ہر دروازے سے "سلام علیکم طبتم" کہتے اور اُن کی نیک کرداری کا اعتراف اور اُن کے حق میں دعا کرتے داخل ہوتے ہیں اور وہی وہ ہیں جن کے متعلق اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں پس جب وہ میرے حکم سے تیار ہو جائے اور اس میں روح پھونک دی جائے تو تم اسکے لئے سر بسجود ہو جانا۔

پس سارے ملائکہ نے اس حکم کے مطابق سجدہ کیا۔

اس موقعہ پر یہ ظاہر نہ کرنا بے انصافی ہوگی کہ "علامہ صاحب" کے نزدیک ملائکہ کا وہ تصور نہیں ہے جو جمہور مسلمین کے نزدیک ہے کہ وہ اللہ کی ایک مستقل نورانی اور محترم مخلوق ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک ملائکہ نام ہے بجلی اور اسٹیم جیسی کائناتی قوتوں کا اور وہی ان کے نزدیک خدا کے ان احکام کی مخاطب تھیں اور ان ہی سے گویا ان اہل یورپ کی اطاعت کا عہد کیا گیا تھا جو ان کے نزدیک زمین میں خدا کے خلیفہ ہیں۔ یہی اُن کے نزدیک حکم سجدہ کے معنی ہیں۔

پھر اسی سلسلۂ کلام میں اہلِ یوروپ کے بہت سے "مناقب و فضائل" بیان فرمانے کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

یا ایها المسلمون الم تسمون افلا انتم فی اسلامکم الضالون وعن الصراط لناکبون۔ افما انتم تفعلون هو الاسلام ام ما یفعل

او "رسمی مسلمانو!" کیا تم اپنے اسلام کے بارہ میں گمراہ اور "راہ راست" سے ہٹے ہوئے نہیں ہو؟ کیا اسلام وہ ہے جو تم کرتے ہو یا وہ ہے جسکو یہ "کافر" (اہل یوروپ) کررہے ہیں (اور دیکھو اسکا معیار یہ ہے کہ)

الکفر و ان و قد قال اللّٰہ لکم من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔ (۳:۸۴)

فلم یقبل اللّٰہ منھم ولا یقبل منکم ویتم نعمتہ علیھم ویعرض عنکم ویرفعھم ویخفضکم، یقبض المسلمین ویبسط الکافرین فالحق انہ ما فیکم من الاسلام من شئ وانھم ھم المسلمون (ایضاً صفحہ ۴۸)

اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ "جو شخص اسلام کے سوا اور دین اختیار کریگا تو وہ ہرگز نہیں قبول کیا جائیگا اور آخرت میں وہ خسارہ والوں میں سے ہوگا"۔

پس سوچو کہ (اگر) کیوں اللّٰہ تعالیٰ ان (اہل یورپ) سے قبول کرتا ہے اور تم سے کیوں نہیں قبول کر رہا اور کیوں ان کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کر رہا ہے اور تمہاری طرف سے کیوں بے رخی برت رہا ہے، اور کیوں انکو بلند اور تم کو پست کر رہا ہے اور کیوں تم "مسلمانوں" کو تنگی میں ڈال رہا ہے اور ان "کافروں" (یعنی اہل یورپ کو) کیوں فراخی اور وسعت دے رہا ہے۔ پس حق بات یہ ہے کہ تم میں اسلام کی کوئی چیز اور کوئی بات بھی نہیں پس یہ اہلِ یورپ ہی مسلمان ہیں[ل]

اہل یورپ کے ایمان و اسلام کی عجیب توجیہہ

اہل یورپ کے "ایمان و اسلام" کے متعلق علامہ صاحب کا نظریہ ٹھیک طور سے سمجھنے کیلئے ناظرین کرام کو یہ بھی معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے "اسلام" کے دس بنیادی اصول "مقرر کئے ہیں وہی اُن کے نزدیک "ارکانِ

ل۔ گویا علامہ صاحب کے نزدیک اہل یورپ کی موجودہ حالت ان کے دین کی مقبولیت کی دلیل ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا موجودہ مذہب اور طریق عمل ہی اسلام ہے کیونکہ حسب فرمودۂ قرآن اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول ہی نہیں ہوسکتا یہ ہے علامہ صاحب کے نزدیک اہل یورپ کے "اسلام" کی بڑی دلیل۔ اور یہ بعینہٖ وہی دلیل ہے جو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے برسرِ حق ہونے کے لئے پیش کی تھی۔ اور رسول اللّٰہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مکہ کے سرمایہ دار مشرکوں اور منکروں نے بھی اسی فرعونی منطق سے کام لیا تھا۔ جیسا کہ ہم ان شاء اللّٰہ عنقریب بہ تفصیل بیان کریں گے۔ ۱۲

اسلام" اور" اصول ایمان" ہیں اور ان کا خیال ہے کہ جس طرح بھی کسی کو ان دس اصولوں کا علم ہو جائے اور وہ اُن پر عمل پیرا ہو جائے بس وہ مسلمان ہے۔ پھر ان کے نزدیک ان اصولوں کا علم حاصل ہونے کی چند راہیں ہیں۔ ایک ذریعہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی لائی ہوئی آسمانی کتابیں ہیں۔ دوسرا ذریعہ "صحیفہ فطرت" زمین اور آسمان اور دیگر کائنات کے احوال میں غور و خوض ہے۔ تیسرا ذریعہ چرندوں پرندوں وغیرہ حیوانات کے حالات و خصائل کا مطالعہ ہے ان کا خیال ہے کہ یہ ساری کائنات بھی ان ہی اصولوں پر چل رہی ہے اور" مومن و مسلم" ہونے کے لئے بس اسکی ضرورت ہے کہ اپنی زندگی کو ان اصولوں کے مطابق کر لیا جائے خواہ ان اصولوں کا علم کسی نبی کے فیض اور اُس کی تعلیم سے حاصل کیا جائے یا دوسرے مذکورہ بالا ذرائع سے، اور اہل یورپ نے ان اصولوں کا علم موخرالذکر ہی ذرائع سے حاصل کر کے ان کو اپنا لائحہ عمل بنا لیا ہے، لہٰذا وہ مومن ہیں مسلم ہیں، "دین الحق" اور" دین فطرت" پر ہیں گویا علامہ کے نزدیک کسی کے "مومن" اور "مسلمان" ہونے کے لئے اسکی ضرورت نہیں کہ نبی اور رسول کی تصدیق ہو، انکی نبوت و رسالت کا اذعان و اقرار ہو۔ اُنکی تعلیم سے استفادہ ہو، بلکہ ایک شخص اللہ کے فرستادہ نبی و رسول سے منکر ہوتے ہوئے بھی "علامہ" صاحب کے اصول پر "مومن و مسلم" ہو سکتا ہے بشرطیکہ کسی ذریعہ سے ان کے مقرر کئے ہوئے ان "دس اصولوں" کا علم اسکو حاصل ہو جائے اور وہ ان کے مطابق عامل ہو۔ اور اسی لئے وہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں اور کھُلے مخالفوں موجودہ اہل یورپ کو "مومن و مسلم" کہتے ہیں۔ اور عہد حاضر کے مسلمانوں کو باوجود ایمان باللہ ایمان بالرسول، ایمان بالقرآن اور اقرار اسلام کے، جو وہ کافر و مشرک" کہتے ہیں تو صرف اسی لئے کہ ان کے مقرر کئے ہوئے دس اصولوں پر اُنکا عمل نہیں ہے۔

پھر یہ "دس اصول" جنکو علامہ صاحب نے "ارکان اسلام" ٹھہرایا ہے ان کی تشریحات کے مطابق وہی "غالب بنکر رہنے" کے ہتھیار ہیں غرض "اسلام و ایمان" کی روح اور اسکی اصل اُن کے نزدیک بس غلبہ و قوت اور دنیوی حکومت ہی ہے۔ لاغیر۔

سلسلہ کلام جب یہاں تک پہنچ چکا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کرام کو علامہ صاحب کے ان "اصول عشرہ" اور انکی حقیقت سے بھی آشنا کرا دیا جائے۔ ملاحظہ ہو وہ اصول یہ ہیں۔

علامہ صاحب کے مقرر کردہ "اسلام" کے دس بنیادی اصول

(۱) توحید فی العمل۔ (۲) وحدت اُمت۔ (۳) اطاعت امیر (۴) جہاد بالمال۔ (۵) جہاد بالسیف و بالنفس (۶) ہجرت (۷) استقامت فی السعی مع التوکل فی النتائج۔ (۸) علم۔ (۹) مکارم اخلاق (۱۰) ایمان بالآخرت

(عربی افتتاحیہ صفحہ ۵۶ و دیباچہ اردو صفحہ ۱۲۶)

ان "اصول عشرہ" کے متعلق علامہ صاحب لکھتے ہیں۔

" یہ وہ دس عظیم الشان اصول ہیں جنپر میری دانست میں نبی آخر الزماں کے لائے ہوئے اسلام کی تمام بنیاد ہے"۔ (دیباچہ اردو صفحہ ۱۲۷)

پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں۔

"اصل دین" اور "الامر" یہی دس اصول ہیں، یہی عشرہ مبشرہ دین فطرت ہے۔ یہی "فطرۃ اللہ التی فطر النّاس علیھا" (روم ۳۰) ہے یہی وہ لائحہ عمل ہے جسپر چلکر ہر قوم آرام پارہی ہے اتمکن فی الارض ہے موروثِ زمین ہے۔ (ایضاً)

اِن اصولوں کی حقیقت

ان اصولوں کے عنوان تو اگرچہ اسلامی ہیں لیکن علامہ صاحب کے نزدیک ان کی حقیقت اُس سے بالکل مختلف ہے جو جمہور اہل اسلام سمجھتے ہیں اور جو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً توحید کا جمہور امت کے نزدیک جو مفہوم ہے وہ سب جانتے ہیں۔ لیکن علامہ صاحب کے نزدیک "توحید" کی حقیقت اُس سے بالکل مختلف ہے، اس بارہ میں ان کا جو خود ساختہ نظریہ ہے وہ ذیل کے اقتباسات سے معلوم ہو سکتا ہے۔

علامہ صاحب کے نزدیک "توحید" کیا ہے

ما التوحید بما انتم تزعمون ان هو الا علمکم اعمال ربکم وهجرکم کل ما یشغلکم عنهی والاستقامة الیه لو کنتم تعلمون

(عربی افتتاحیہ صفحہ ۷۰)

توحید وہ نہیں ہے جو تم لوگ خیال کرتے ہو، توحید تو بس یہ ہے کہ اعمالِ خدا کا علم حاصل کیا جائے (جیسا کہ اہل یورپ نے حاصل کیا۔م) اور جو چیز سعی و کوشش سے تم کو روکنے والی ہو اسکو چھوڑ دیا جائے اور پوری استقامت سے کام کیا جائے، کاش تم اس حقیقت کو جان لیتے۔

اسی کے صفحہ ۲۱ پر یہ بھی لکھا ہے کہ۔

فما التوحید الا وحدۃ الامة لو کنتم تعلمون۔

بس "وحدتِ امت" اور قوم کا باہمی اتحاد ہی "توحید" ہے۔ کاش تم کو اسکا علم ہوتا"۔

اور دیباچہ اُردو کے صفحہ ۱۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"پس اس کارگاہ کسب وعمل کے اندر اگر کوئی شخص کسی مفید جماعت منتہا کو پیش نظر رکھ کر کڑیاں جھیل رہا ہے تو وہ از روئے قرآن خدا کا عابد ہے۔ جو قوم تکلیف اٹھا کر اپنے آپ کو بہتر بنا رہی ہے وہ فی الحقیقت توحید پر چل رہی ہے، جو کاہل اور بے عمل ہے، وہ مشرک ہے، منکرِ خدا ہے، عابدِ شیطان ہے، جو کام کر رہی ہے وہ حلقۂ عبودیت میں شامل ہے...... توحید کا اصل اصول فی الحقیقت اَن لیس لِلانسان الّا ما سعیٰ (النجم) ہی کو تسلیم کرنا ہے، یہی خدا کو ماننا اور شیطان سے گریز کرنا ہے۔ یہی عبادت ہے، یہی توحید ہے"

اور چونکہ علامہ صاحب کے نزدیک توحید کی حقیقت اور اسکا معیار یہ ہے۔ اسلئے ان کے خیال کے مطابق۔

آجکل کی بت پرست قومیں اور "تین خدا ماننے والے نصاریٰ بھی موحد ہیں

بلکہ اُن کی توحید بہ نسبت مسلمانوں کے اعلیٰ اور اصلی ہے

بت پرستی کا عقیدہ رکھنے یا عملاً بت پرستی کر لینے یا منہ سے تین خدا کہنے کی وجہ سے کوئی شخص یا کوئی قوم مشرک نہیں ہوتی۔ توحید سے خارج نہیں ہو جاتی

اس سلسلہ کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اس کشت زار سعی وعمل کے اندر نہ اعتقادی بُت پرستی کوئی بت پرستی ہے۔ نہ قولی خدا پرستی کو عبودیت کہہ سکتے ہیں۔ (دیباچہ اردو صفہ ۱۱۸)

ظاہری بت پرست مگر متحد قومیں اُسکی (یعنی خدا کی۔م) مطلق اصطلاح میں عابدِ خدا اسلئے ہیں کہ اسکے قانون پر عمل کر رہی ہیں، رسمی بت پرستی کے باوجود متحد ہیں۔" (ایضاً صفہ ۱۱۹)

اگر کوئی قوم یا فرد اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے اُس کے قانون کی عملاً مطیع ہے لیکن رسماً یا عادۃً یا رواجاً کسی بت، کسی پتھر، کسی شخص دھر کے آگے ماتھا ٹیک رہی ہے تو وہ درحقیقت خدا کی عابد ہے......

پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابدِ خدا یا عابدِ ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے مشرک یا موحد بنجانے کا محاکمہ طے نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا نصیبِ عمل اور صرف عمل پر ہے۔ اس بات کو دیکھنا ہے کہ کس کے احکام کی تعمیل ہو رہی ہے! اگر خدا معبود ہے تو وہ قوم موحد ہے اگرچہ رسماً پتھروں کو کیوں نہ پوج رہی ہو۔ یا قولاً خدا کو تین یا دس، یا دس ہزار کہہ رہی ہو۔ (ایضاً صفہ ۹۹)

اور اقتاحیہ عربی صفہ ۶۶ پر لکھتے ہیں۔

فوالله ما جاهد قوم فی زماننا هذا فی التوحید قطّ مثل ما جاهد الغرب۔	پس قسم بخدا کہ ہمارے زمانہ میں کسی قوم نے توحید کے بارہ میں ایسا جہاد نہیں کیا جیسا کہ اہل یورپ نے کیا ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۱۴۴ پر ہے۔

القول الفیصل الذی لا ریب فیه هو ان علماء الطبیعة هم الذین یومنون بتوحید الله تعالی بالحق	اور قول فیصل جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں یہ ہے کہ طبیعات کے ماہرین ہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنی میں خدا کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔

پھر اسی کے صفحہ ۱۹ پر ہے۔

النصرانیون قد بلغوا شاواً مبلغهم فی العلم والعمل وما لکم لا تعلمون ولا تعملون۔ لقد ورثوا الارض صعیدها وجزرها وبرها وبحرها فصاروا من عباده الصالحین۔ لقد آمنوا بالتوحید علماً وعملاً علی قولهم ثالث ثلثه۔	زمانہ حال کے نصرانیوں نے علم و عمل میں زبردست ترقی کی ہے اور افسوس تم میں نہ علم ہے نہ عمل۔ وہ عیسائی آجکل ہر قسم کی زمینوں کے مالک ہیں بحر و بر پر ان کا قبضہ ہے پس اسواسطے وہ خدا کے صالح بندوں میں سے ہیں اور تین خدا کہنے کے باوجود علمی اور عملی دونوں طرح سے توحید پر انکا ایمان ہے۔

امید ہے کہ علامہ صاحب کی ان تصریحات سے ناظرین کرام نے توحید کے متعلق انکا نظریہ سمجھ لیا ہوگا اور اندازہ کر لیا ہوگا کہ اصل "اسلامی توحید" سے علامہ صاحب کی یہ "توحید" کسقدر مختلف ہے۔

"علامہ صاحب" کے مقرر کردہ دس اصولوں میں سے دوسرا اصول "وحدتِ اُمت" ہے لیکن اسکا بھی یہی حال ہے کہ ان کے نزدیک اسکی جو حقیقت ہے وہ اس سے بالکل جداگانہ ہے جو اسلام میں مطلوب ہے، (دین الٰہی جس وحدت کا مطالبہ کرتا ہے وہ، وہ دینی اور مذہبی وحدت ہے جسکا مرکز "دین الٰہی" ہو اسی کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے واعتصموا بحبل الله جمیعًا ولا تفرقوا ۔ لیکن وہ وحدت اور اجتماعیت جسکا مرکز اور محور "دین الٰہی" نہو بلکہ وطنیت یا نسلیت یا کوئی اور چیز اسکی محرک ہو) اسلام میں اسکی کوئی اہمیت نہیں اور علامہ صاحب کی مراد اس جگہ وہی "وحدتِ امت" ہے جسکا دوسرا نام آج "قومی اتحاد" ہے جو فی زماننا غیر مسلم اقوام یا بالخصوص اقوام یورپ میں بالغایت پایا جاتا ہے جیسا کہ علامہ صاحب نے عربی الفتیاحیہ کے

صفحہ ۳۲ پر اسکی تصریح کی ہے۔

علامہ صاحب کا تیسرا اصول "اطاعتِ امیر" ہے۔ اس بارہ میں بھی انکا نظریہ اسلامی نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ مگر چونکہ "خاکسار تحریک" کی بنیادی اصولوں میں سے وہ ایک اصول ہے اسلئے ہم آئندہ اوراق میں اسپر مستقل بحث کریں گے۔ اس سے ہمارے ناظرین کو انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا کہ "اسلام کی تعلیم کردہ "اطاعتِ امیر" کی حقیقت کیا ہے اور علامہ صاحب کا نظریہ اس سے کسقدر مختلف بلکہ اسکے کتنا مناقض ہے۔

یہی حال ان کے باقی اصولوں "جہاد بالمال" جہاد بالسیف والانفس، ہجرت، اور پھر اس راہ میں صبر و استقامت وغیرہ کا ہے۔ اسلام کے نزدیک جانی یا مالی جہاد اور ہجرت وہی ہے جو فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے لئے اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کے ماتحت ہو۔ لیکن علامہ صاحب کے نزدیک ایک قوم کا دوسری قوم سے لڑنا اور کسی قومی کام کے سلسلہ میں ایک ملک سے دوسرے ملک کو جانا۔ پس اسی کا نام "جہاد" اور "ہجرت" ہے۔ اسی بناء پر اہل یورپ کی لڑائیاں اور ان کا حکومت کرنے کے لئے دوسرے ملکوں کو جانا ہی اُن کے نزدیک جہاد اور ہجرت ہے۔ گویا ان کے اصول پر آج کی دنیا میں سب سے بڑے "مجاہدین"، "مہاجرین" اور پھر "صابرین" "سولینی اور ہٹلر اور انکی قومیں ہیں۔

اہل یورپ کے "جانی و مالی جہاد" ان کی "ہجرت" اور پھر اس راہ میں ان کی استقامت کے متعلق مشرقی صاحب کی بعض تصریحات صفحات ماسبق میں گذر چکی ہیں یہاں ایک عبارت اور ملاحظہ ہو۔

فواللہ ما ربکم لکم بغفور رحیم	پس قسم خدا کی اللہ ہرگز تمہاری مغفرت یا تم پر رحم
ان ھو لغفور الا للمغربیین	کرنیوالا نہیں ہے۔ وہ تو صرف ان یورپین عیسائیوں
النصرانیین المومنین الذین	کی مغفرت کرنیوالا ہے۔ جو صحیح معنی میں "مومن" ہیں
یداومون فی زماننا ھذا	اور فی زمانناہمیشہ تلوار اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے
علی جہادھم بالسیف والانفس	رہتے ہیں تاکہ دشمنوں کو اپنے سے دفع کریں اور جو اپنی
لیکفوا ایدی الاعداء عنھم	قوم کو قوت پہنچانے کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک
والذین یھاجرون من ملک	کو ہجرت کرتے رہتے ہیں۔
الی ملک لتقویۃ قومھم	اور جو اپنی جد و جہد میں صبر و استقامت
والذین یصبرون فی سعیھم	سے کام لیتے ہیں۔
صبرا تاما[۵۱] (عربی افتتاحیہ صفحہ ۹۳)	

[۵۱] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵-۱۶-۱۸

اسی ایک عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ صاحب کے نزدیک "اسلام" کی بنیاد جس "جہاد" یا "ہجرت" اور "صبر" "استغنا" پر ہے انکی حقیقت وہ نہیں ہے جو جمہور امت کے نزدیک ان اصطلاحوں سے مراد ہوتی ہے بلکہ ان کی مراد ان الفاظ سے وہ ہے جو اہلِ یورپ کا عمل ہے۔

اسی طرح "علم" اور "مکارمِ اخلاق" کا حال بھی ہے جس "علم" کو وہ بنیادِ "اسلام" بتلا رہے ہیں وہ اہل یوروپ ہی کے موجودہ علوم ہیں اور وہی ان کے نزدیک "مکارم اخلاق" کے مالک ہیں۔ چنانچہ عربی افتتاحیہ کے صفحہ ۱۳ پر اہل یوروپ کی موجودہ علمی و عسکری ترقیات کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

افعلماءکم المتشرعون الحاضرون "العلماء بالحق" فی لغة القرآن. ام الحکماء الغربیون الطبیعون المعاصرون۔

کیا آجکل کے تمہارے علماءِ باشرع، قرآن کی زبان اور اسکی اصطلاح میں "علماء بالحق" (یعنی حقیقی علماء) ہیں یا یوروپ کے یہ ماہرینِ طبعیات فلاسفر۔؟

پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں۔

اھم حریون بان یسموا العلماء ام الغربیون (ایضاً صفحہ ۴۲)

کیا تمہارے یہ "مولوی" اس قابل ہیں کہ انکو "علماء" کہا جائے یا یہ اہل یوروپ۔

پھر اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔

والمغربیون العالمون الذین عرفو ربھم بوساطة صحیفة الفطرة ودرسوا کتاب اللہ۔ (ایضاً صفحہ ۴۳)

اور اہل یوروپ ہی "وہ علماء" ہیں جنہوں نے صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے اپنے رب کی صحیح معرفت حاصل کی ہے اور انہوں نے کتاب اللہ کو پڑھا ہے (کتاب اللہ سے علامہ صاحب کی مراد جو ہے وہ ابھی صفحہ ۳۲ پر آتی ہے)

نیز کتاب ہٰذا کے صفحہ ۱ پر اسی افتتاحیہ عربی صفحہ ۳۷ و ۳۸ کی اور صفحہ ۲۵ پر افتتاحیہ صفحہ ۹۱ کی جو عبارات نقل ہو چکی ہیں ان میں بھی علامہ صاحب نے بڑے تزدر کے ساتھ اپنے اس خیال کو ظاہر کیا ہے کہ علم صحیح اور وہ علم جسکو قرآن نے "علم" کہا ہے[۵] بس ان اہل یوروپ ہی کے پاس ہے اور وہ ہی حقیقی علماء ہیں

[۵] فان العلم فی لغة القرآن ھو الذی یترشح من درس الفطرة ومطالعة اعماله تعالیٰ" تذکرہ صفحہ ۳۵

علی ہٰذا ''مکارمِ اخلاق'' کے متعلق اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر افتتاحیہ صفحہ ۳۷و ۳۸ کے حوالہ سے اہل یورپ ہی کے بارہ میں اُن کی یہ پرزور شہادت گذر چکی ہے کہ:۔

تخلقو باخلاق اللّٰہ (اعربی افتتاحیہ صفحہ ۳۸)	انہوں نے اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرلئے ہیں۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُن کے نزدیک ''مکارمِ اخلاق'' کا معیار کیا ہے۔

ان کا دسواں اور آخری اصول '' ایمان بالآخرۃ '' ہے اسکی کوئی مستقل اور جداگانہ تشریح میری نظر سے نہیں گذری۔ اسلئے مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ اسکی حقیقت ''علامہ صاحب'' کے نزدیک آیا وہی ہے جو جمہور امت کا اس بارہ میں عقیدہ ہے۔ یا توحید، جہاد، ہجرت، وغیرہ کی طرح اس لفظ اور اس عنوان سے بھی اُنکی کچھ اور مراد ہے۔ واللہ اعلم!۔

بہرحال یہ ہیں وہ دس اصول جنپر ''علامہ صاحب'' کے نزدیک اسلام کی ''تمامتر بنیاد'' ہے یہی اُنکے نزدیک ''اصل دین'' ہیں اور یہی اصول وہ ''فطرۃ اللہ'' ہیں جسکے متعلق قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے، فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔

علامہ صاحب کا خیال ہے کہ جو ان اصولوں کے موافق چلے بس وہ ''مومن اور مسلم'' ہے۔ اور موجودہ یورپین اقوام ان کے نزدیک اسی لئے ''مومن اور مسلم'' ہیں کہ انہوں نے طبعیات اور سفلی مخلوقات کے احوال کے تجسس اور پرندوں چرندوں وغیرہ حیوانات کے عادات وخصائل کے گہرے مطالعہ سے ان ''اصولِ اسلام'' کو دریافت کرلیا ہے اور انہی کو اپنا لائحہ عمل بنالیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

فالذین جاھدوا فی ھٰذہ الاصول حق جھادھا وبلغوا اشد مبلغھم فیھا وسعوا فیھا ما استطاعوا ولم یتزلزلوا عنھا فاولٰئک ھم المفلحون۔ واولائک ھم	پس جن لوگوں نے ان دس اصولوں میں کما حقہٗ جدوجہد کی اور بقدر امکان و وسعت انکے لئے انتہائی سعی وکوشش کی۔ اور استقلال کے ساتھ اُنپر چلتے رہے۔ بس وہی فلاح پانے والے ہیں اور وہی ''مومن'' اور ''مسلمان'' ہیں۔ اور بیشک دانایانِ یورپ نے

المومنون المسلمون- وقد استنبط
الحکماء من المغرب کل هذا الاسلام
من دراسة احوال الطبعیة و
عوائد المخلوقات السفلیه ومن
مطالعة ما یماثل ویشاکل بین
مجامع الناس وامم الطیور والدواب

(عربی افتتاحیہ صفحہ ۵۸)

طبیعت کے احوال اور مخلوقاتِ سفلیہ کے اطوار
میں غور وفکر کرکے اور پرندوں چرندوں کی
امتوں، اور انسانی گروہوں کے درمیان جن
چیزوں میں مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے
ان کا گہرا مطالعہ کرکے اس پورے اسلام
کو دریافت کرلیا ہے۔

پھر قریبًا تین ورق میں اسکی تفصیل کی ہے —— اسی سلسلہ میں انکے انکشافات کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

وھم الذین ھدوا الی الصراط
المستقیم صراط الذین انعم
اللہ علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین۔

(ایضاً صفحہ ۶۴)

اور یہی وہ ہیں جنکو "صراطِ مستقیم" (سیدھے راستے)
کی ہدایت ہوئی جو ان لوگوں کا راستہ ہے جنپر
اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور جنپر خدا غضب نہیں
ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

پھر اسی سلسلۂ بحث میں اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کہ:-

ونظرا الی کل ما تقدم من اجتھادتھم
فی اشیاء الفطرة ومبلغھم
من عادة اللہ واستقصائھم فی
قانونه واستقرائھم سنته
القول الحق الذی لا ریب فیه
ھو ان کل ھذه ما ذھب الیھا
الغرب من اصول الاسلام بل
دینه تعالیٰ بل فطرة اللہ التی
فطر الناس علیھا، والدین الذی

ان اہل یورپ نے اشیاءِ فطرت کی دریافت میں
جو فکری جدوجہد کی اور اللہ کی سنت وعادت
اور اسکے قانونِ قدرت کو جسطرح چھانا اور پھر جانا
ان سب چیزوں پر نظر کرکے کہا جاسکتا ہے اور
بلا کسی شک وشبہ کے سچائی کے ساتھ کہا جاسکتا
ہے کہ یہ سب کچھ جسکو یورپ نے اختیار کیا اسلام کے
اصولوں میں سے ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا
دین ہے۔ اور اسکی بنائی ہوئی وہ فطرت
ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہو

وصّیٰ بہ النبیون لانھم افلحوا بہذا القانون واصلحوا بالھم بہذا المسنون فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

(۳۵:۷) واما الاختلاف بین القرآن وبینھم فی اسالیب نفاذھا وطریق اتباعھا فھو من الفروع لیس باصل الدین ولذ الک یجزیھم اللہ بما کسبوا ویستخلفھم فی الارض ویمکن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم (۲۴: ۵۵)

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

(عربی افتتاحیہ صفحہ ۲۶)

اور وہی وہ دین ہے جس کی وصیت تمام نبیوں نے کی تھی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اہل یورپ نے اسی قانون سے فلاح پائی ہے اور اپنی حالت کو انہوں نے اسی دستور کے ذریعہ درست کیا ہے اور (قرآن پاک میں ہے کہ) جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے" اور ان اہل یورپ اور قرآن کے درمیان جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف ان "اصول اسلام" کے نفاذ اور ان کے طریق عمل میں ہے اور وہ محض فروعی ہے جس کا اصل دین سے تعلق نہیں اور اسی واسطے اللہ اُن کے اعمال کا بدلہ دے رہا ہے اور انکو زمین کی خلافت حوالہ کر رہا ہے اور ان کے لئے جو دین اس نے پسند کیا اس کو ان کے لئے مستحکم اور مضبوط کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نیک کرداروں کے اجر کو رائگاں نہیں کرتا۔

یورپین عیسائیوں کے ایمان اور علم بالقرآن پر خدا کی گواہی

اسی افتتاحیہ کے صفحہ ۲۰ پر ان ہی اہل یورپ کے "فضائل و مناقب" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولا شک فی انھم ھم الابرار الذین آمنوا وعملوا الصالحات۔ فی ھذہ الارض فی زماننا ھذا ولا شک انھم ھم المفلحون ولا تظنوا انہ ما کان للنصاریٰ الغربیین المعاصرین ان یومنوا بالقرآن کما ھذا وان لھم

اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہی لوگ وہ نیکوکار ہیں جو اس زمانہ میں اور اس دنیا میں ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور مت خیال کرو کہ یورپ کے آجکل کے یہ عیسائی "مومن بالقرآن" نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اگرچہ

یروۃ ادیان رسوۃ کن رسکم فاللہ
شہیدٌ علیٰ ایمانھم بہٖ وعلمھم
فی القرآن فی ما یلی الایات التی
نقدم ذکرھا وقال وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ
الْکِتَابِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ
اِلَیْکُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ الآیہ)
(افتتاحیہ عربی صفحہ ۸۵)

قرآن کو دیکھا نہیں اور یہ تمہارا طرح پڑھا ہے، لیکن
اللہ اُن کے ایمان بالقرآن اور "علم بالقرآن" کی گواہی
خود قرآن میں دے رہا ہے (اُن بعض آیات میں بھی
جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں اور اُن کے علاوہ ایک یہ آیت ہے)
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اہل کتاب میں سے بعض وہ بھی
ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو تمہاری طرف
نازل کیگئی اور اسپر بھی جو انکی طرف نازل ہوئی۔ الخ

اگرچہ یہاں ہم علامہ صاحب کے ان خیالات پر علمی تنقید کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں اور یہ فرض ہم انشاءاللہ آئندہ کسی صحبت میں مستقل طور سے ادا کریں گے تاہم ناظرین کرام کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے اس موقع پر اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صفحہ ۸۵ کی مندرجہ صدر عبارت میں یورپین عیسائیوں کا "ایمان بالقرآن" ثابت کرنے کے لئے انہوں نے جو آیت (وَاِنَّ من اھل الکتاب لمن یومن باللّٰہِ الآیہ) پیش کی ہے اسکے معنی میں انہوں نے نہایت افسوسناک اور باطل ترین تحریف کی ہے۔ اس آیت میں درحقیقت ان خوش نصیب اہل کتاب (نصاریٰ یا یہود) کا ذکر ہے جنکو اسلام قبول کرنے کی توفیق ہوئی، مثلاً حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت کعب احبارؓ جیسے وہ نومسلم حضرات جو پہلے یہودی یا نصرانی تھے اور انہوں نے اپنی فطری سعادت کے باعث اسلام کو حق سمجھ کر قبول کیا اور وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اسلام یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے، پس اس آیت کو موجودہ یورپین عیسائیوں پر چسپاں کرنا ایسی شرمناک تحریف ہے جس کی جرأت صرف "مشرقی صاحب" جیسے بہادر علاموں کو ہی ہو سکتی ہے۔

"علامہ صاحب" نے موجودہ یورپین اقوام کو، مومن و مسلم اور صالح و متقی، ثابت کرنے کے لئے تذکرہ بالخصوص اس کے عربی افتتاحیہ میں اتنا زور لگایا ہے اور اس مقصد کے لئے قرآن پاک میں ایسی باطل اور شرمناک تحریفیں کی ہیں کہ ان کو دیکھ کر "علامہ صاحب کی جرأت علی اللہ پر حیرت ہوتی ہے اور خیال ہوتا ہے کہ شاید "تذکرہ" کی تصنیف سے علامہ صاحب کا مقصد ہی یہ ہے کہ کسی طرح مسلمانوں میں موجودہ اہل یورپ کے "مومنین"، "صالحین" ہونے کا یقین پیدا کر دیا جائے۔ ناظرین کرام نے بھی اُن کی بیسیوں مذکورہ صدر عبارات سے اس کا اندازہ فرمایا ہوگا۔ پھر یہ خیال نہ فرمایا جائے کہ اس بارہ میں علامہ صاحب کی تصریحات بس یہی ہیں۔ یقین فرمایئے کہ ابھی تو ان کا عشر عشیر

بھی نقل نہیں ہوا۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ صرف افتتاحیہ کے قریباً ستر ورقوں میں کم از کم ستر ہی جگہ انہوں نے اہل یورپ کے "مومن وصالح" ثابت کرنے کی کوشش کی ہوگی چونکہ مضمون بہت طویل ہوتا جارہا ہے اسلئے اب ہم چند تصریحات اور نقل کرکے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ افتتاحیہ کے ہی صفہ ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

والمغربیون ھم الذین یومنون بالقرآن العظیم بعلمھم و عملھم فی زماننا ھٰذا ولو کرہ المسلمون المرتسمون الا انھم نما ضوا فی السمٰوات والارض اشد خوضاً فی ھٰذا الزمان و استنبطوا من ھٰذا الکتاب الجلیل المبین آیات اللہ البالغہ النافعۃ التی ھم بھا متمسکون فلا شک فی انھم ھم المومنون۔ (افتتاحیہ صفہ ۸۶)

اور اہل یورپ ہی وہ لوگ ہیں جو فی زماننا قرآنِ عظیم پر علمی اور عملی طور سے ایمان رکھتے ہیں[۱]۔ اگرچہ یہی مسلمانوں پر یہ چیز گراں ہو اور ان اہلِ یورپ کے ایمان بالقرآن کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے زمین و آسمان کی کائنات میں خوب غور و فکر کیا ہے اور قدرت کی اس عظیم الشان کتاب کے مطالعہ سے انہوں نے اللہ کی زبردست اور نفع بخش آیات کو دریافت کرلیا ہے اور وہ ان پر عامل ہیں۔ پس بلاشک وہی "ایمان والے ہیں"۔

پھر اسی کے صفہ ۸۹ پر فرماتے ہیں۔

فالمغربیون ھم الذین آمنوا باللہ علی علمھم و عملوا الصٰلحٰت بایدیھم و ارجلھم بالحق فاولٰئک ھم المفلحون۔

پس اہل یورپ ہی وہ لوگ ہیں جو علم کے ساتھ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھ پیروں سے حقیقی معنوں میں اعمال صالحہ کئے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

---

[۱] اس موقعہ پر ہر شخص کو یہ شبہ ہوگا کہ یورپ والے جب قرآن کو جانتے اور مانتے ہی نہیں تو قرآن پر اُن کے ایمان کے کیا معنی؟ علامہ صاحب نے عربی افتتاحیہ صفحہ ۵۰ پر اسکا جو عجیب و غریب جواب دیا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ "قرآن درحقیقت خاص اس کتاب کا نام نہیں ہے جسکو مسلمان حفظ کرتے ہیں اور جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اور نہ اس خاص عربی کتاب پر دین کا مدار ہے بلکہ "کتاب اللہ" نام ہے صرف اُس ہدایت اور اُس اصول و آئینِ حق کا جو خدا کے رسول اس واسطے لیکر آئے تھے کہ تمکو اسکے ذریعہ سے غالب کردیں اور وہی سارے نبیوں اور رسولوں کا مشترک دین و آئین تھا بس اسی مشترک پیغام کا نام قرآن ہے اور یورپ نے اپنی غور و فکر سے اسکو دریافت کرلیا ہے لہٰذا وہ مومن بالقرآن ہیں"۔ ملخصاً مشرقی تذکرہ۔ صفہ ۵۰-۵۲-۱۲ منہ

پھر اس سے اگلے صفحہ پر مسلمانوں کو خطاب کرکے لکھتے ہیں۔

فلاشکّ انکم لاتومنون ولاتعملون الصٰلحٰت ولاتعبدونہ بل تشرکون بہ واکثرکم الفاسقون، والمغربیون ھم الذین آمنو وعملوا الصالحات فی زماننا ھٰذا فیستخلفھم و یستدرجکم من حیث لاتعلمون۔ (عربی افتتاحیہ صفحہ ۹۰)

اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ تم میں نہ تو ایمان ہے اور نہ تم اعمالِ صالحہ کرتے ہو اور خدا کی عبادت بھی تم نہیں کرتے بلکہ اسکے ساتھ شرک کرتے ہو۔ اور تم میں زیادہ تر "فاسقون" ہیں۔ اور اہل یورپ ہی وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور جنکے اعمال صالح ہیں اسی واسطے اللہ انکو خلافت دے رہا ہے اور تمہیں اسطرح ڈھیل دے رہا ہے کہ تمہیں

پھر اس سے ایک ورق کے بعد صفحہ ۹۳ پر مسلمانوں ہی کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

فواللہ ما ربکم لکم لغفور رحیم ان ھو لغفور الاّ للمغربیین النصرانیین المومنین الذین یداومون فی زماننا ھٰذا علی جہادھم بالسیف والانفس لیکفوا ایدی الاعداء عنھم والذین یھاجرون من ملک الی ملک لتقویۃ قومھم والذین یصبرون فی سعیھم صبرا تامّا فانہ قال۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ ھَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاھَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۶: ۱۱) وقال اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ایضاً صفحہ ۹۳)

خدا کی قسم تمہارا رب ہرگز تمہاری مغفرت کرنیوالا اور تم پر رحم کرنیوالا نہیں، وہ تو صرف یورپ کے ان نصرانیوں کی مغفرت کرنیوالا ہے جو صحیح معنی میں ایمان والے ہیں اور جو فی زماننا دشمن کی دراز دستیوں کو روکنے کے لئے برابر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جو اپنی قوم کو طاقتور بنانے کیلئے ایک ملک سے دوسرے ملک کو ہجرت کرجاتے ہیں اور جو کامل صبر و استقلال سے اپنی جد و جہد میں لگے رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے مصیبتیں جھیلنے کے بعد ہجرت کی اور پھر جہاد کیا اور اس راہ میں صبر و استقامت دکھائی تمہارا خدا ان آزمائشوں کے بعد انہی کی مغفرت کرنیوالا اور انہی پر رحمت کرنیوالا ہے۔ نیز دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہو سکتے ہیں اور اللہ انکے لئے غفور

اس عبارت میں ان "علامہ صاحب" نے جو دو آیتیں نقل کی ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے اپنی راہ میں ہجرت و جہاد کرنیوالوں اور پھر اسکی مصائب و مشکلات کا صبر و استقامت سے مقابلہ کرنے والوں کے لئے مغفرت و رحمت کی بشارت دی ہے، ان مقدس آیتوں کو اہل یوروپ پر چسپاں کرنے میں علامہ صاحب نے جو حیرت ناک بلکہ شرمناک تحریف کی ہے اسکو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے۔ یوروپ کی موجودہ جنگیں اور اپنے مقبوضات کی توسیع کے لئے ان کی خونریزیاں "علامہ صاحب" کے نزدیک "ہجرت" اور "جہاد فی سبیل اللہ" کا مصداق ہوں تو ہوں لیکن اسلامی اصول بلکہ انسانی نقطۂ نظر سے بھی وہ سراسر درندگی اور شیطنت ہے۔

اہل یوروپ کے "ایمان و اسلام" اور ان کے "صلاح" و تقوے" کے متعلق علامہ صاحب کی تصریحات ابھی بہت کچھ باقی ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں اُنکا نقطۂ نظر سمجھنے کیلئے منقولہ بالا عبارات بہت کافی ہیں نیز یہ بھی خیال ہے کہ اس سلسلہ کو اب اس سے زیادہ طول دینا غالباً ہمارے ناظرین کرام کی حد برداشت سے باہر ہوگا۔ لہٰذا اب انہی عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے — اور امید ہے کہ محترم ناظرین نے "تذکرہ" کے ان اقتباسات سے "ایمان" و "اسلام" اور "دین و مذہب" کے متعلق علامہ صاحب کا یہ نظریہ اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ ان کے نزدیک یہ سب عنوانات ہیں۔ "تمکن فی الارض" "غلبہ و قوت" اور "سلطنت و حکومت" کے اور اس کے لئے جد و جہد کرنے کے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے بس وہی ان کے نزدیک ارکان اسلام اور اصول ایمان ہیں، اُن ہی پر دین و مذہب کی تمامتر بنیاد ہے، وہی عناصر فطرت ہیں۔

یوروپ کی موجودہ قومیں جو "غالب" ہیں "حکمران" ہیں اور اس غلبۂ و حکومت کیلئے جد و جہد کر رہی ہیں، خوب انسانوں کا خون بہا رہی ہیں — بم بار طیاروں سے انسانی آبادیوں پر بے دریغ آگ برسا رہی ہیں، پُر رونق اور آباد شہروں کو برباد کر رہی ہیں — اور اسطرح اپنی حکومتوں کی حدود کو وسعت دیکر بقول "علامہ صاحب" اپنے کو "اعلون" ثابت کر رہی ہیں۔ وہی ان کے نزدیک "مومن" ہیں "مسلم" ہیں "صالح" ہیں "متقی" ہیں۔ "دین فطرت" اور "صراط مستقیم" پر ہیں۔ خدا کی "محبوب" اور "منعم علیہم" ہیں۔ "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کی صحیح مصداق ہیں۔

علامہ صاحب کے اس نظریہ کو ذرا اور زیادہ وضاحت اور یقین کے ساتھ سمجھنے کے لئے ان کی ذیل کی عبارات اور ملاحظہ فرمائیے۔

دُنیا میں غالب ہوکر رہنا ہی "صراطِ مستقیم" ہی جسکے لیے ہر نماز میں دُعا کیجاتی ہی

فما الصراط الا ان تغلبوا فی الدنیا وتمشوا فی الارض آمنین ۔
(عربی افتتاحیہ صفحہ ۱۳۵)

"صراطِ مستقیم" اسکے سوا کچھ نہیں کہ دُنیا میں تمہارا غلبہ ہو اور زمین میں تم با امن ہو۔

پھر اسی صفحہ پر چند سطر بعد لکھتے ہیں۔

فما دعاءکم فی الصلاۃ للصراط المستقیم الا ان یغلبکم اللہ فی الدنیا من فور ولھذا ترکعون و تسجدون ۔

نماز میں "صراط مستقیم" کے لئے جو دعا کیجاتی ہے (اھدنا الصراط المستقیم) اسکا مطلب یہی ہے کہ اللہ تم کو جلدی دُنیا میں غالب کردے اور اسی مقصد کے واسطے تمہارا رکوع سجدہ ہوتا ہی

"دین الحق" اس دُنیا میں قوی بنکر رہنے کی راہ کا نام ہے "

اصل کتاب "تذکرہ" صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں ۔

"دین الحق" اس دنیا میں قوی بنکر رہنے کے لئے وہ صحیح راہِ عمل ہے جو عرب نے رسول خدا کی سیادت میں اختیار کی تھی جب تک مسلمان غالب آتے رہے یہ راہ عمل ازروئے قرآن درست رہی۔ جب "اعلون" بنکر رہنے کا نصب العین نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو مسلمانوں کا طرزِ عمل بھی "دین الحق" نہیں رہا"

سیاسی تمکن ہی کو قرآن میں "نور اللہ" کہا گیا ہے

فرماتے ہیں ۔

"سیاسی تمکن" ہی کو "نور اللہ" کہا گیا ہے جس کے اتمام کا وعدہ خدائے عزوجل کر رہا تھا"

(ایضاً صفحہ ۱۸۴)

جس قوم کا سیاسی اقتدار گھٹ رہا ہی وہی "ظالم اور فاسق" ہے

فرماتے ہیں ۔

"جس قوم کا سیاسی اور اجتماعی اقتدار گھٹ رہا ہے، جو ہلاکت کے قعر مذلت کیطرف بڑھ رہی ہے وہ شارع کائنات کی نظروں میں بلا لحاظ مذہب وملت ظالم اور فاسق ہے ۔ (ایضاً صفحہ ۸۱)

آخرت میں جنت اُنہی کیلئے ہے جو اس دُنیا میں زمین کی بادشاہیں اور دوزخ اُن کے لئے ہے جن کی حکومت زمین کے کسی گوشہ پر نہیں

فرماتے ہیں۔

فانّ "الجنّۃ" لوارثی جنات الارض...... وبرّزت الجحیم، للغوین الضالّین الّذین لم یرثوا من الارض قطعۃً وکانوا مستضعفین ومن کانَ فی ھٰذہٖ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی (۱۷: ۷۲) ومن الضالین.... فالضالون ھم الذین لم یقدروا علیٰ النعم ربھم فی ھٰذہٖ الدنیا واولٰئک ھم المغضوبون، والمغضوبون ھم الذین لم یرثوا من الارض قطعۃً فصاروا مستضعفین والمستضعفون ھم الهالکون المغضوبون ۔ (عزبی افتتاحیہ ۱۶)

پس "الجنّۃ" (یعنی اُخروی جنت) ان ہی کے لئے ہے جو "جنات الارض" (یعنی اس زمین اور اسکے باغوں اور مرغزاروں) کے مالک و وارث ہوں اور دوزخ ان گمراہوں کے لئے تیار ہوئی ہے جنکا قبضہ زمین کے کسی گوشہ پر نہیں اور وہ کمزور ہیں ۔ اور جو اس دنیا میں محروم ہے وہ آخرت میں بھی محروم رہے گا اور گمراہوں میں ہوگا ۔ پس گمراہ وہی ہیں جو اس دنیا میں خدا کی نعمتوں کو نہ پا سکے اور وہی وہ بدنصیب ہیں جنپر خدا کا غضب ہے ۔ اور یہ وہی ہیں جو زمین کے کسی ٹکڑے پر بھی حکمران نہیں اور اسی لئے کمزور اور دبے ہوئے ہیں ۔ اور یہی ہلاک ہونے والے ہیں اور ان ہی پر خدا کا غضب ہے ۔

نیز اسی افتتاحیہ کے صفحہ ۹۷ پر فرماتے ہیں ۔

واللہ لا یفلح احدٌ منکم فی الآخرۃ حتی یفلح قومہ فی الدنیا

اور خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی آخرت میں نجات حاصل نہیں کر سکتا جبتک کہ اسکی قوم دُنیا میں فلاح یاب نہو۔

اگر آپ نے "علامہ صاحب" کی اِن تمام تصریحات پر کچھ غور فرمایا ہوگا تو اُمید ہے کہ ان کا نظریہ اچھی طرح واضح ہو کر آپکے سامنے آگیا ہوگا اور ہمارے اس دعوے کی صداقت آپ پر واضح ہوگئی ہوگی کہ "علامہ صاحب" کے نزدیک "ایمان و اسلام" کی روح اور اسکا حاصل صرف "غلبہ وقوت" اور "سلطنت وحکومت" ہے ۔ نیز ان کے نزدیک تمام انبیاء علیہم السلام کی

آئمہ کا مقصد بھی یہی قیامِ حکومت و سلطنت تھا یہی اُن سب کا واحد نصب العین تھا اور اسی کے لئے اُن کی ساری جد و جہد تھی، نیز ارکانِ اسلام (نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ) کی مشروعیت بھی اسی وجہ سے ہے کہ یہ قیامِ سلطنت و حکومت اور حصولِ غلبۂ و قوت کے اچھے ہتھیار ہیں اسکے سوا کچھ نہیں، غرض اُن کے نزدیک اصل دین اور منشاءِ الٰہی اس دُنیا کی کامیاب اور غالبانہ زندگی ہی ہے ۔ اور یہاں کی "بلندی و پستی" اور "زبردستی و زیردستی" ہی ایمان و کفر کا معیار اور حق و باطل کا نشان ہے بلکہ وہی بعینہٖ کفر و ایمان اور حق و باطل ہے جو زبردست اور غالب ہے بس وہی مومن و مسلمان ہے ۔ اور جو زیردست اور مغلوب ہے وہی کافر اور مشرک ہے مثل مشہور ہے "جسکی لاٹھی اُسکی بھینس"۔ لیکن "علامہ مشرقی صاحب" کا "مغربی نظریہ" یہ ہے کہ :-

جسکی لاٹھی اسی کا "ایمان" جسکی توپ وہی مسلمان
جسکا ملک اور جسکی حکومت بس اسی کا خدا اور اسی کی جنّت

اگرچہ علامہ صاحب کے ان "نظریات" کا ابطال اسوقت ہمارا مقصد نہیں ہے ۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس فرض کو انشاءاللہ آئندہ کسی فرصت میں مستقل طور سے ادا کریں گے تاہم مختصراً اتنا عرض کر دینا یہاں بھی ضروری ہے کہ "اسلام" کی یہ تشریح جو ان "علامہ صاحب" نے کی ہے اس سے زیادہ باطل اور اس سے زیادہ گمراہ کن ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی یہ دعویٰ کرے کہ "اسلام" یہودیت یا نصرانیت" ہے یا کوئی سماجی پنڈت یہ کہے کہ "اسلام" "ویدک دھرم" کا دوسرا نام ہے ۔

"اسلام" اور "دُنیوی غلبۂ و قوت کو باہم مرادف اور ہم معنیٰ کہنا، اور پھر اس تخیّل کو قرآنِ حکیم کیطرف منسوب کرنا "اسلام" اور "قرآن" دونوں پر ظلمِ عظیم ہے جہل مبین ہے، افتراء علی اللہ اور سخت ناخدا ترسی ہے ۔

اسلام اور حکومت کا صحیح تعلق

ہاں اس میں شک نہیں کہ اسلامی دعوت کی آزادی شعائرِ دینیہ کے قیام اور احکامِ الٰہیہ کے نفاذ کے لئے "اُمتِ مسلمہ" کا اجتماعی غلبہ اور سیاسی اقتدار بھی دینی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت ہے ۔ لیکن اسی کو اصلِ دین" اور مقصود بالذات و منتہائے اسلام سمجھنا اور یہ کہنا کہ تمام انبیاء اسی مقصد (غلبۂ و قوت) کی تحصیل کے لئے آئے تھے اور اسی پر انسانی سعادت و شقاوت کا مدار ہے اور جسکو یہ حاصل نہیں اسکے پلّے ایمان و اسلام بھی نہیں ۔ وہ "مغضوبین" اور "ضالّین" میں سے ہے ۔ ———— انتہائی گمراہی ہے

علامہ صاحب کے اس اصول پر تو بہت سے وہ انبیاء علیہم السلام جنکو اس دُنیا میں تمکن فی الارض اور

حکومت ایک دن کیلئے بھی حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ ہمیشہ دشمنوں اور منکروں کے ہاتھوں سے دُکھ ہی اُٹھاتے رہے بلکہ ان میں سے بعض شہید بھی ہوئے معاذاللہ "مغضوب" اور "غیر مومن" ٹھہریں گے۔ اور فرعون و ہامان، نمرود و شداد، جیسے طاغوت پرست بادشاہ جنہوں نے مدتوں اس زمین پر حکومتیں کیں۔ اور بڑے کر و فر اور دبدبہ و طنطنہ کے ساتھ کیں۔ وہ سب "مومنین" "صالحین" اور "محسنین" و "متقین" قرار پائیں گے۔

مشرقی نظریہ، فرعونی منطق

اور یہ تو بالکل وہی "منطق" ہے جو خدا کے مشہور باغی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے کو اعلیٰ و افضل اور برتر و بہتر ثابت کرنے کیلئے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی۔ قرآنِ پاک میں ہے۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۔ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ۔ الآیہ (زخرف ع ۶)	اور فرعون نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھو! کیا پورے ملک مصر پر میری حکومت نہیں ہے اور میرے نیچے یہ کیسی نہریں بہ رہی ہیں، کیا یہ سب کچھ تمہیں نظر نہیں آتا۔؟ بیشک میں ہی بہتر اور برتر ہوں اس (موسیٰ) سے جو ایک معمولی اور ذلیل حیثیت کا آدمی ہے اور جو اچھی طرح بات بھی نہیں کر سکتا اگر وہ خدا کا رسول ہے اور خدا کیطرف سے ہے) تو اسکو (میری سے) سونے کے کنگن کیوں نصیب نہیں ہوئے۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت سپرد ہوا اور آپ نے خدا کا پیغام اپنے ہمعصر اور ہم وطن مشرکوں کو پہنچایا تو ان میں سے بعض فرعونی دماغ رکھنے والوں نے بھی آپ سے کہا تھا۔

لولا نزل ھذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم ط	یہ قرآن "مکہ" یا "طائف" کے کسی "بڑے شخص" پر کیوں نازل نہیں ہوا۔"

اُن کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں بستیوں میں بڑے بڑے امیر کبیر موجود ہیں جن کی دولت و ثروت اور عظمت و رفعت اسکی دلیل ہے کہ خدا ان سے راضی ہے اور انکو اپنی نعمتوں سے نواز رہا ہے، پس اگر خدا کو کسی کو رسول بنانا تھا، اور کوئی کتاب کسی پر نازل کرنی تھی تو وہی اسکے زیادہ مستحق تھے، تم جیسے مفلسوں، ناداروں کا رسول ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔"

فرعونی منطق کا خدائی جواب اور "الٰہی نظریہ"

حق تعالیٰ نے اس "فرعونی منطق" کا جو جواب دیا ہے اُسکا آخری حصّہ یہ ہے۔ کہ ناحق شناسو! تم تو یہ سمجھتے ہو کہ کسی کے پاس مال و دولت کا ہونا اُسکی مقبولیت اور افضلیت کی دلیل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ :۔

ولولا ان یکون الناس امۃً واحدۃً لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم سُقفاً من فضۃٍ ومعارج علیھا یظھرون ۔ ولبیوتھم ابواباً وسرراً علیھا یتکئون ۔ وزخرفاً ۔ وان کل ذالک لما متاع الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین ۔

(زخرف ع ۳)

اگر بنی آدم کی کمزوریوں سے یہ خطرہ ہوتا کہ وہ سب کفر ہی کیطرف آجائیں گے تو ہم ان منکروں کافروں کو اس حیاتِ دُنیا میں اتنا مال اور اسقدر چاندی سونا دیتے کہ انکے گھر کی چھتیں اور حتیٰ کہ اُپر چڑھنے کے زینے اور اُن کی کواڑ سب چاندی سونے کے ہوتے اور گھروں میں اُنکے آرام کے لیے چاندی سونے ہی کے تخت پڑے ہوتے ۔ اور یہ سب کچھ تو صرف دنیوی زندگانی کی ساماں ہیں اور آخرت کی نعمتیں خدا کے یہاں صرف متقیوں کیلئے ہیں۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ چند روزہ دُنیا کے ساز و سامان اور یہاں کا مال و دولت کافروں منکروں کے لئے زیادہ شایان ہے اور اگر لوگوں کی غلط فہمی میں پڑ کر کفر ہی کیطرف جھک جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو سب کافروں کو یہاں کے مال و متاع سے بے طرح پاٹ دیا جاتا اور چاندی سونے سے اُن کے گھر بھر دیئے جاتے ۔ البتہ آخرت کی اچھی زندگی صرف مومنین متقین کے لئے ہے ۔

ایک دوسری آیت میں نعماء دنیا و آخرت کی عطا کے فرق کو اسطرح بیان فرمایا گیا ہے :۔

من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیھا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم یصلٰھا مذموماً مدحوراً ۔ ومن اراد الاٰخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا وھو مومن ، فاولٰئک کان سعیھم مشکوراً ۔

جو لوگ اپنی جد و جہد سے صرف اس دُنیا کی نعمتیں ہی چاہیں گے ہم ان میں سے جس کیلئے مناسب سمجھیں گے جتنا چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں گے ۔ (لیکن) اس دُنیا کے بعد ہم اسکا مقام جہنم بنائیں گے جسمیں وہ بُرے حال میں دھکّے دیکر داخل کیا جائیگا ۔ اور جو لوگ ثواب آخرت کا ارادہ کریں گے اور اسکے لئے جیسی سعی

كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝

(بنی اسرائیل ع ۲)

ہونی چاہیے ویسی سعی کریں گے اور ساتھ ہی وہ مومن بھی ہونگے تو اُنکی یہ سعی شکور و مقبول ہوگی۔ یعنی اُن کو آخرت کی مراد مل جائیگی۔ اور دنیوی عطا کا دروازہ تو اِنپر بھی کھلا ہوا ہے اور اُنپر بھی (یعنی یہ مسلمانوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ یہ سب کے لئے ہے) اور اسکا دروازہ کسی پر بند نہیں ہے

اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دنیوی عیش و راحت اور یہاں کی دولت و ثروت صرف اہل ایمان کے لئے نہیں ہے بلکہ اسکا دروازہ کافروں، مشرکوں، خدا و رسول کے منکروں کیلئے بھی کھلا ہوا ہے، لہٰذا یہاں کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر یہ رائے قائم کرنا کہ یہ عند اللہ مقبول ہے "منعم علیہ" اور خدا کا محبوب ہے محض گمراہی، اور قرآنی فلسفہ سے بیخبری ہے ــــ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس حیاتِ دُنیا اور یہاں کی "عاجل نعمتوں" ہی کو نصب العین بنانا مومن کا کام نہیں۔ اور ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں صرف دُکھ اور رسوائی ہے۔ ایمان والوں کا "پیش نہاد" اور مقصدِ حیات بس رضائے الٰہی اور دار آخرت ہونا چاہیے اور دُنیا کو صرف "متاع" سمجھ کر برتنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ذیل کی آیت اور ملاحظہ فرمائیے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ ۗ

لوگوں کو مرغوبِ نفس چیزوں کی محبت مثلاً عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیروں گھوڑوں، اور دیگر مویشیوں اور کھیتوں کی محبت اچھی معلوم ہوتی ہے (لیکن) یہ سب اسی دُنیا کا سامان ہے اور اللہ کے پاس لوٹکر جانے کی اچھی جگہ ہے، اے رسول ان لوگوں سے کہیئے! کیا میں تمکو ایسی چیز بتلاؤں جو ان سب چیزوں سے (بدرجہا) بہتر ہے۔ (لو سنو!) ان لوگوں کے لیے جو متقی ہیں ان کے مالکِ حقیقی کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیش

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ط
(آل عمران ع ۲)

رہیں گے اور پاک صاف بیبیاں ہیں اور اس کے
ساتھ اللہ کی خوشنودی ہے اور وہ اپنے بندوں کو
خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔

ضروری انتباہ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور پھر مکرر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو دنیا اور اسکی نعمتوں سے بالکل قطع تعلق کر کے بس "تارک الدنیا" اور "راہب" ہو جانا چاہئے۔ اسلام ہرگز اسکی تعلیم نہیں دیتا بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا اور اسکا ساز و سامان حتیٰ کہ اسکی بادشاہت مومن کا "نصب العین" اور "مقصد حیات" نہیں ہے چہ جائیکہ وہی "اصل ایمان" اور "منتہائے اسلام" ہو۔ دُنیا تو صرف ہمارے برتنے کی چیز ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ "ہدایتِ ربانی" کے پابند ہو کر اسکو ہم اسطرح برتیں کہ مالک حقیقی ہم سے خوش ہو۔ اور آخرت کی لازوال نعمتوں اور راحتوں کے ہم مستحق ہو سکیں۔

اُمّتِ مسلمہ کو حکومت اور تمکن فی الارض کی عطا سے الہٰی منشا کیا ہوتا ہے؟ ہمکو اس سے بھی انکار نہیں ہے کہ "ہدایت ربانی" کی اس پابندی کے انعام میں "رب العالمین" کیطرف سے کبھی کبھی اس دنیا کی نعمتیں اور یہاں کی حکومت و بادشاہت بھی دی جاتی ہے اور دی گئی ہے لیکن کسی چیز کے "انعام" اور "نصب العین" و "مقصد حیات" ہونے میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ پھر یہ "بادشاہت" بھی صرف "بادشاہت کرنے" اور "اعلون" بنکر رہنے کیلئے نہیں دی جاتی۔ بلکہ اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس ذریعہ سے ان بندگانِ خدا کو "اعلاء کلمۃ الحق" اور دین الہٰی کی خدمت کا اور زیادہ موقع ملے۔ یہ "امر بالمعروف" "نہی عن المنکر" اور زیادہ وسیع پیمانہ پر کر سکیں، اور بادشاہت ملنے کے بعد "اللہ کے فقیر" اور اُسکے "عاجز و مسکین بندے" بنے رہنے کی بلند ترین نیکی بھی اُن کے "اعمال صالحہ" کی فہرست میں درج ہو جائے اور دنیا ان بادشاہت کرنے والے فقیروں کی زندگی کو دیکھ کر اس حقیقت کو سمجھ سکے کہ "دنیوی حکومت و سلطنت" "حقیقت شناس" اور "ربانی انسانوں کا نصب العین نہیں ہوتی، نہ وہ اسکو اپنی معراج سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ اس سے بھی صرف خدا کا نام بلند کرنے، اسکو راضی کرنے اور اپنی اُخروی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور اسی نقطۂ نظر سے حکومتِ ارضی حاصل کرنے اور اُسکے واسطے جد و جہد کرنے کا مسلمانوں کو حکم ہے۔ اور اسی کا نام . . . . اسلامی اصطلاح میں جہاد ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی قوم یہ نیت نہیں

رکھتی، ملکہ ان کا مطمح نظر صرف کسی ملک پر قبضہ کرنا اُسکے منافع سے تمتع حاصل کرنا اور بس۔ "اعلون" بننا ہی اوراسی واسطے وہ جدوجہد کرتے اور دوسروں سے لڑتے بھڑتے ہیں۔ (جیسا کہ آجکل اہل یورپ کا حال ہے) توانکی یہ جدوجہد ہرگز اس لائق نہیں کہ اُسکو "جہاد" کا مقدس نام دیا جائے، ایسوں کے حق میں تو صاف اعلانِ خداوندی ہے کہ دار آخرت کی نعمتوں میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ (ما لھم فی الآخرۃ من خلاق)۔ نیز ارشاد ہے۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً ط والعاقبۃ للمتقین۔ (قصص ۹۶)

یہ عالمِ آخرت ہم صرف اُن کے لئے مقرر کرتے ہیں جو دنیا میں نہ "بڑا بننا" چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور عاقبتِ حسنہ صرف متقی لوگوں کے لئے ہے۔

ہمارے اس دعوے کی (کہ مسلمانوں کے جہاد اور انکو حکومتِ ارضی عطا فرمانے سے منشاء الٰہی یہی تھا جو اوپر مذکور ہوا) واضح تر دلیل سورۂ حج کی یہ مندرجہ ذیل آیات ہیں جنمیں پہلے پہل مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے اور نصرتِ خداوندی اور تمکین فی الارض کے وعدہ کے ساتھ اس جہاد اور حکومتِ ارضی کی غرض و غایت کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللّٰہ علیٰ نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللّٰہ ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیعٌ وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیراً ط ولینصرن اللّٰہ من ینصرہ ان اللّٰہ لقوی عزیز ط

جن بیچاروں سے ظالم کافر برابر لڑتے رہتے اور اُن کو ستاتے رہتے ہیں چونکہ انکی مظلومیت کی انتہا ہو چکی ہے اسلئے اب انکو بھی جنگ کی اجازت دیجاتی ہے اور (وہ مطمئن رہیں کہ) اللہ انکو غالب کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جنکو ناحق صرف اسبات پر گھروں سے بے گھر کیا گیا ہے کہ وہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ "ہمارا رب صرف اللہ ہے" اور اگر یہ قانونِ جہاد نہ ہوتا اور ظالموں کی دست درازیوں کو اللہ اپنے دوسرے بندوں سے نہ رکواتا تو ہر زمانہ میں امتوں کی عبادت گاہوں اور ذکر خدا کے مرکزوں کو ظالم لوگ برباد کر دیا کرتے۔ اور جو اللہ کے دین کی مدد کریگا،

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصّلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ط وللہ عاقبۃ الامور ۝ (حج رکوع ۶)

اللہ اسکی ضرور مدد کریگا، بتحقیق اللہ ہی غلبہ اور قوت والا ہے۔ یہ مظلوم جن کو ہم جنگ کی اجازت دے رہے ہیں اور جن سے نصرت کا وعدہ کیا جا رہا ہے ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو زمین کی حکومت دیں تو یہ خود بھی نماز کی پابندی کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور دوسروں کو بھی اچھے کاموں کی ہدایت کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے علم میں ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ اسلامی جہاد کا اصل مقصد نشرِ دین اور اہل دین اور مراکزِ دین کی صیانت و حفاظت اور دشمنانِ دین کی دراز دستیوں کو روکنا ہے۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اہلِ ایمان کو حکومتِ ارضی کی ضرورت صرف اسلئے ہے کہ وہ آزادی سے شعائرِ الٰہیہ کو قائم اور احکامِ خداوندی کو نافذ کرسکیں۔ حق کی دعوت پوری قوت کے ساتھ دی جاسکے۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اعلیٰ پیمانہ پر ہو سکے۔

بہرحال ان چند آیات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حکومتِ ارضی اور غلبہ وقوت مسلمانوں کے لئے بذاتِ خود مطلوب نہیں۔ اُن کا اصل "نصب العین" اور مقصدِ حیات بس اعلاءِ کلمۃ الحق، اقامتِ دین اور اسکے ذریعہ سے رضاءِ الٰہی اور پھر حُسنِ عاقبت ہے۔ اور اقتدار و حکومت و غلبہ وقوت جس درجہ میں مقصود و مطلوب ہی وہ صرف اسی مقصد کیلئے۔

ہم عرض کرچکے ہیں کہ "علامہ مشرقی" صاحب کے نظریات کا ابطال یا ان پر تنقید اسوقت ہمارا اصل مقصد نہیں ہی یہ جو کچھ بھی تھوڑا سا کلام اس سلسلہ میں کیا گیا محض استطراداً اور تکمیل بحث کے لئے، ورنہ یہاں تو ہم اپنے ناظرین کے سامنے صرف اُن کے نظریات ہی کو اُنکی اصلی شکل میں پیش کرنا اور یہ بتلانا چاہتے تھے کہ ان کے نزدیک "ایمان" و "اسلام" کیا ہے، سو بحمد اللہ ایک حد تک کافی تفصیل کے ساتھ ہم اسکو پیش کر چکے۔ اور توقع ہے کہ ناظرین کرام نے انکی منقولہ تصریحات سے اُن کے نقطۂ نظر کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اور اندازہ فرمالیا ہوگا کہ "ایمان و اسلام" کی حقیقت اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اسکی غرض وغایت کے سمجھنے میں اُنکی گمراہی کس انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی ہے اور وہ کس طرح فرعونی کیش اور چنگیزی طریقِ عمل کو "الٰہی دین" اور "اصل ایمان" و "منتہائے اسلام" قرار دے رہے ہیں، اور کیسی بلند آہنگی

کے ساتھ عام مسلمانوں کو اسی فرعونیت اور چنگیزیت کی دعوت دے رہے ہیں۔

علامہ صاحب کیطرف سے اِن گمراہانہ خیالات کے پھیلانیکی پہلی کوشش

"تذکرہ" کی تصنیف اور اسکی اشاعت

انسان کی فطری خاصیت ہے کہ وہ خود جن صحیح یا غلط خیالات کا حامل ہوتا ہے اُسکی سعی و کوشش یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسکے ہمنوا اور ہم خیال ہوں۔ اگر علامہ صاحب کے متعلق نیک گمان ہی سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس فطری داعیہ کے ماتحت علامہ صاحب نے بھی چاہا کہ وہ اپنے ہم خیالوں کی ایک دُنیا پیدا کریں۔ اسکے لئے پہلی کوشش اُنکی طرف سے "تذکرہ" کی تصنیف و اشاعت کی شکل میں ظاہر ہوئی جس کے ذریعہ سے انہوں نے مسلمانوں کو اس "اسلام" کے اختیار کرنے کی دعوت دی جو اُن کے نزدیک "اصلی اسلام" تھا۔

"تذکرہ" کیساتھ علماءِ اسلام اور دیگر دینی شعور رکھنے والے حضرات کا سلوک

علامہ مشرقی صاحب کا "تذکرہ" جب شائع ہوا تو قریبًا ہر طبقہ کے ان علماء کرام نے جن کی نظر سے وہ گذرا اپنی دینی بصیرت کی روشنی میں علامہ صاحب کو سخت گمراہ، اور اُن کے "تذکرہ" کو "سخت گمراہ کُن کتاب" قرار دیا۔ اسی زمانہ میں اگست ۱۹۲۵ء میں اتفاق سے ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی نمائندہ جماعت "مرکزی جمعیۃ علماء ہند دہلی" کی مجلسِ منتظمہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا اُس میں بھی "تذکرہ" پیش ہوا اور کافی غور و خوض کے بعد مندرجہ ذیل تجویز باتفاقِ آراء پاس ہوئی۔

مجلس منتظمہ جمعیۃ علماء ہند کی تجویز

"جمعیۃ منتظمہ کے اجلاس میں عنایت اللہ مشرقی ایم، اے کی کتاب "تذکرہ" پیش ہوئی۔ اسکے متعلق باتفاق رائے قرار پایا کہ کتاب مذکور میں الحاد و زندقہ کے جراثیم اسلامی عنوانات میں پیش کئے گئے ہیں اور اسکا مولف جسطرح مذہب اور دین سے قطعًا آزاد ہے۔ اسی طرح کسی خاص اصول کا بھی پابند نہیں۔ اسلامی فرائض پر استہزاء اور توہین۔ اور آسمانی عقائد کا ابطال اسکا خاص مطمحِ نظر ہے۔ اور ان تمام قابلِ نفرت مقاصد کیساتھ نصاریٰ کی مدح سرائی اور انکی نصرت و اعانت اور اُن کے اغراض کی حمایت مقصدِ اعلیٰ ہے —— پس جمعیۃ منتظمہ کا یہ اجلاس اس کتاب کو جسطرح مذہب کے لئے زہر سمجھتا ہے اسی طرح اسلامی سیاست کے لئے بھی

بدترین دشمن یقین کرتا ہے ۔ اور تمام مذہبی و قومی اور سیاسی مرکزوں کو توجہ دلاتا ہے
کہ وہ اس فتنہ کو روکنے میں پوری قوت صرف کریں "
نیز ان ہی دنوں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہٗ نے اپنے رسالہ "معارف" بابتہ ماہ اگست ۱۹۲۴ء میں اس
"تذکرہ" پر ایک مستقل تبصرہ لکھا جسکو زمیندار (۱۹۳۵ء سے پہلے زمیندار) اور دیگر اخبارات نے بھی شائع کیا ____
اسکے علاوہ جناب چودھری محمد حسین صاحب ایم اے، (سکریٹری علامہ اقبال مرحوم) نے بھی اسپر اپنا تبصرہ لکھا۔ غرض
جس جس صاحبِ نظر کی نظر سے وہ گذرا انہوں نے اسکے خلاف نہایت سخت رائے کا اظہار کیا اور اسکو نہایت
"گمراہ کن کتاب" قرار دیا۔ اور اس "ردِ عام" ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ "تذکرہ" مسلمانوں کے کسی طبقہ میں بھی کوئی مقبولیت
حاصل نہ کر سکا ۔ اور اسطرح علامہ صاحب کی وہ آرزوئیں جو انہوں نے تذکرہ کی تالیف و اشاعت سے وابستہ
کی تھیں سب خاک میں مل گئیں

علامہ صاحب کیطرف سے اپنے مشن کو کامیاب بنانیکی دوسری کوشش
خاکسار تحریک کا آغاز

ہمارا خیال ہے کہ "علامہ صاحب" نے اپنی توقعات کے خلاف "تذکرہ" کا یہ حشر دیکھا تو وہ اس سے
مایوس ہوگئے کہ صرف قلم کے زور اور اشارات کی طاقت سے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا سکیں گے اسلئے بہت غور و خوض
کے بعد انہوں نے مسلمانوں بالخصوص اُن کے نوجوانوں میں سپاہیانہ جذبات اور اسی کے ساتھ اُن کی تماشا پسندی
کا صحیح اندازہ کرکے "خاکسار تحریک" شروع کی ۔ اور مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے انہوں نے یہ عملی راستہ
اختیار کیا۔

تذکرہ کی تالیف اور خاکسار تحریک کے اجراء کا واحد المقصد ہونا

ہمارے اس خیال کی تصدیق (کہ خاکسار تحریک علامہ صاحب نے اسی مقصد کیلئے شروع کی ہے جس مقصد
کے لئے پہلے "تذکرہ لکھا تھا ۔ اور یہ کہ اُنکی یہ دونوں کوششیں ایک ہی سمت میں ہیں) خود علامہ صاحب کی
تحریروں اور خاکسار تحریک کے لٹریچر سے ہوتی ہے، تحریک کے واحد آرگن "الاصلاح" مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء کی اشاعت
میں علامہ صاحب نے صاف اعلان کیا تھا۔ کہ :-
"تذکرہ" "تحریک خاکساران" کے لئے آواز کی قوت تھا اور "اشارات" اُسکے لئے لائحہ عمل "
نیز علامہ صاحب کی جو مختصر سوانح حیات اُن کے "قولِ فیصل نمبر" کے آخر میں چھپی ہوئی ہے اور جسکا اعلان تحریک کے لٹریچر کے

سلسلہ میں ادارہ علیہ کیطرف سے برابر ہوتا رہتا ہے۔ اسمیں بھی پوری وضاحت کے ساتھ یہ اعلان موجود ہے کہ۔ خاکسار تحریک کا مقصد "تذکرہ" کے پیغام کی عملی تصدیق" ہی ہے چنانچہ اسکے صفحہ ۲۴ کالم ۲ میں زیر عنوان "خاکسار تحریک اور" اشارات" کی تصنیف"۔ علامہ صاحب کے متعلق لکھا ہے۔

"سنہ ۱۹۲۴ء میں جو پیغام دُنیائے اسلام کو "تذکرہ" کی صورت میں دیدیا گیا تھا اُسکی تصدیق کے لئے سنہ ۱۹۳۱ء میں "اشارات" کے نام سے قوم کی اصلاح کیلئے عملی پروگرام پیش کردیا اور سنہ ۱۹۳۳ء میں خود میدانِ عمل میں مجاہدانہ اُتر آیا اور خاکسار تحریک کے نام سے موت کی نیند سونے والے بے عمل مسلمانوں کو دعوت دی"

خاکسار تحریک کا واحد مقصد

نیز تحریک کے لٹریچر کے سلسلہ میں خود علامہ صاحب نے بار بار اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسکا مقصد مسلمانوں کو اس راستہ سے ہٹا کر جسپر وہ مولویوں کے بتلانے سے چل رہے ہیں اُس مذہب پر لگانا ہے جو علامہ صاحب کے نزدیک صحیح مذہب، اصلی اسلام اور سارے نبیوں کا لایا ہوا دین ہے (اور وہ وہی ہے جو ہمارے ناظرین کو گذشتہ اوراق میں "تذکرہ" کے منقولہ اقتباسات سے معلوم ہو چکا ہے) ـــــ البتہ اس مقصد کے اظہار کے لئے علامہ صاحب نے الفاظ ایسے اختیار کئے ہیں جن سے عام مسلمانوں کو کچھ زیادہ وحشت نہ ہو بلکہ ایک مخصوص طبقہ کے لئے کبھی قدر کشش بھی پیدا ہو سکے۔ وہ صاف یہ نہیں کہتے کہ "مسلمانوں کا اسلام غلط ہے اور ہم خاکسار تحریک کے ذریعہ سے اسکو مٹا کر "اپنا والا اسلام" رائج کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اب وہ یوں کہتے ہیں کہ "مولویوں" کا اسلام غلط ہے اور ہم خاکسار تحریک کے ذریعہ سے اسکو مٹانا چاہتے ہیں۔

"تذکرہ" میں بھی انہوں نے یہی کیا ہے کہ "اسلام" کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ "مولویوں" کا اسلام کہہ کر لکھا ہے اور اپنی طرف سے انہوں نے جو عجیب وغریب "اسلام" پیش کیا ہے (جسکی روسے بس انگریز اور دورِ حاضر کی دوسری ترقی یافتہ قومیں ہی مومن ومسلم ٹھیرتی ہیں) اسکو انہوں نے اصلی اسلام، قرآن کا تعلیم فرمودہ اسلام، اور نبی علیہ السلام کا لایا ہوا اسلام کہکر پیش کیا ہے۔ غرض اسی فریب کو وہ تحریک میں بھی استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ تحریک کے جو چودہ نکات انہوں نے مقرر کئے ہیں ان میں کا تیسرا نمبر یہ ہے۔

"مولوی کا آجکل کا بتایا ہوا راستہ غلط ہے، خاکسار سپاہی اس غلط مذہب کو صفحۂ زمین سے مٹانے کے لئے اور اُسکی جگہ نبوی اسلام پھر رائج کرنے کے لئے اُٹھا ہے" (غلط مذہب نمبر ۲ صفحہ ۲۶)

یہاں یہ نہ بھولئے گا کہ ان علامہ کے نزدیک "اصلی نبوی اسلام" کیا ہے، نیز ستمبر ۱۹۳۶ء کے لاہور کیمپ پر علامہ نے جو ایڈریس دیا تھا اس میں تحریک کے مقصد کی وضاحت اسطرح کی ہے۔

"میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خاکسار ہندوستان میں صرف اسلئے اُٹھے ہیں کہ مولوی" کا اسلام غلط ہے۔ خاکسار نے خوش قسمتی سے کئی برسوں کے بعد قرآن کو خود کھولا ہے دینی اور دنیوی پیشواؤں کے رنگ ڈھنگ مدت تک دیکھ کر کئی مجبوریوں کے بعد قرآن کو خود پڑھنے کا تہیہ کیا ہے۔ اور اس قرآن کو براہِ راست پڑھنے کا نتیجہ خاکسار سپاہی کا وجود ہے" (غلط مذہب نمبر ۱ صفحہ ۲)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ صاحب نے قرآن سے جو کچھ براہ راست سمجھا ہے (اور وہ وہی ہے جس کا کچھ نمونہ گذشتہ اوراق میں پیش کیا گیا ہے) وہی ان کے نزدیک صحیح اور اصلی اسلام ہے اور مولوی جو کچھ کہتے اور سمجھتے ہیں وہ غلط ہے اور اس کو مٹانے کے لئے ہی خاکسار تحریک اٹھائی گئی ہے۔

غور فرمائیے! ان تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ خاکسار تحریک کا مسلمانوں کے مذہب اور ان کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ صرف ایک سیاسی تحریک اور فوجی تنظیم ہے کیا سراسر فریب اور کھلا مکر نہیں ہے؟

خاکسار تحریک کے ذریعہ اس مقصد میں علامہ کی کامیابی کا راز

اس چیز کے سمجھنے کے لیئے کہ اس تحریک کے ذریعہ کیوں کر علامہ کا یہ منشا پورا ہو سکتا ہے جب کہ بظاہر خاکساروں کو علامہ کے مخصوص خیالات وعقائد سے موافقت نہ کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے، امور ذیل پر غور فرمائیے۔

(۱) خاکسار تحریک اور علامہ صاحب کا اختیار ناطق

علامہ صاحب نے "خاکسار تحریک" کا بنیادی اصول" امیر جماعت کی (یعنی خود اپنی) غیر مشروط فرمانبرداری اور بلاقید واستثنا اطاعت مقرر کیا ہے، تحریک میں انکا اختیار "اختیار ناطق" ہے اور وہ مختار ناطق امیر اور پیغمبر کی طرح مطاع مطلق امام ہیں ان کا ہر حکم ہر خاکسار کے لیئے بلا استثنا واجب العمل ہے۔ اگرچہ وہ اپنی ذاتی رائے میں اسے غلط اور خلاف شرع بھی سمجھے، لیکن جبتک وہ خاکسار ہے اور علامہ مشرقی اس تحریک کے امیر ہیں اس کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اُن کے اس حکم کی بھی بلاچون وچرا تعمیل کرے ــــ اس اصول کی پوری تشریح علامہ صاحب نے اپنے اُس ایڈریس میں کی ہے جو آپ نے ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء کے لاہور کیمپ پر دیا تھا، اس کا موضوع بحث ہی

اختیارِ امیر" اور "اطاعت مطلقہ ہے" اس میں آپ نے صاف لکھا ہے کہ امیر جماعت کی اطاعت نبیوں اور رسولوں ہی کی طرح طلق اور بلا قید و شرط ہے، بلکہ وہ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو اطاعتِ رسول کا حکم ہے اس سے مراد بھی اُنکی اطاعت بحیثیت امیر جماعت ہونے کے ہے ۔ نہ کہ بحیثیت "رسول اللہ" ہونے کے ۔ اس ایڈریس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں ۔

"اطاعت رسول" کے معنی رسول کے وقتی، زبانی، ہنگامی، مصلحتی، فوری، اور بالمشافہ احکام کی تعمیل بہ حیثیت امت کے زندہ امیر ہونے کے ہے اس کے سوا "حتماً" اور "لازماً" اور "قاطبتہً" کچھ نہیں ۔ ہاں لیکن آج رسولوں کا زمانہ مدت ہوئی گذر چکا، نبوت پہ مہر لگ چکی ۔ قانون خدا اکمل اور مفصل مل چکا، سب رسول جو کسی زمانہ میں امتوں کے زندہ اور ناطق (یعنی بولنے والے) امیر تھے گذر چکے سب "مات" اور "قتل" کے ماتحت آچکے اب رسولوں کے بعد انسانی امتوں میں جماعت کے قیام کی کوئی صورت ماسوا اس کے نہیں کہ ان کے بعد بھی ایک زندہ امیر ہر وقت موجود ہو جس کے منہ سے نکلے ہوئے حکم اسی شدت سے مانے جائیں" (مولوی کا غلط مذہب صلا)

پھر اسی کے صفحہ ۱۵ پر ہے ۔

"اسلام میں امیر کی اطاعت مطلق اور بلا قید و شرط ہے"۔

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں ۔

"الغرض مسلمان کا امیر امیر ناطق ہے، امت کی ہر گرفت سے آزاد ہے اس کا معاملہ صرف خدا اور رسول سے ہے صرف خدا اور رسول ہی اس سے نبٹ سکتے ہیں، اس کو چاہیئے کہ مشورہ کرے، لیکن خود خدا کی مانند وہ لا یشرک فی حکمہ احداً کا مقصداق ہے لا شریک حاکم ہے ۔ صرف اللہ، شریعت رسول، سنت کا پابند ہے اور وہ پابندی بھی امت کی رائے سے نہیں خود اس کی اپنی تمیز سے ہے"

پھر اسی کے صفحہ ۲۳ پر ہے ۔

جب تک انسانی اقوام میں رسول رہنما رہے پیغمبروں کی اطاعت غیر مشروط رہی، پیغمبروں کے مقرر کردہ حاکموں کی اطاعت بلا قید و شرط رہی، اب رسولوں کے بعد امیر جماعت کی اطاعت بلا قید و شرط ہے، مسلمان کو اختیار نہیں کہ اپنے امیر کے خلاف حرف زنی کر سکے ۔ ۔ ۔ مسلمان کا امیر اگر کوئی خلاف مرضی بات کرے تو مسلمان کا منصب صرف اس قدر ہے کہ اس معاملہ کو صرف خدا و

رسول پر چھوڑ دے۔ اس حاکم کی مطلق اطاعت کرے۔

امیر کی غیر مسئولیت بلکہ معصومیت کے اس عقیدہ کا اصلی ماخذ

اسی ایڈریس کے صلا۲ پر فرماتے ہیں۔

"دور کیوں جاؤ انگریز قوم کا ایک مسلم قانونی مسئلہ ہے کہ انگریزوں کا بادشاہ قانون کی ہر گرفت سے آزاد ہے خطا اور گناہ کرنے کے ناقابل ہے (INFALLIBLE)

مسلمانوں جب تک کسی قوم کے امیر میں کم از کم یہ خدائی خاصیتیں یہ ربانی اوصاف، یہ الٰہی تحکم، یہ اخلاف.. خدا سے تخلق فرض نہ کر لیا جائے قوم اس امیر کی قیادت میں کسی بلند مقام کسی ادنی سے نظام کسی معمولی سی طاقت تک نہیں پہنچ سکتی۔"

امید ہے کہ ان تصریحات سے ہمارے ناظرین نے علامہ صاحب کے اصطلاحی "اختیار ناطق" اور "اطاعت مطلقہ" کی حقیقت اچھی طرح سمجھ لی ہوگی۔

اختیار ناطق کا نظریہ اور قرآن

اب قبل اس کے کہ ہم اس "نظریۂ امارت" کے مقاصد اور مضار پر بحث کریں اپنے ناظرین کو یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ علامہ صاحب نے جس طرح اپنے دوسرے مغربی نظریات کو قرآن اور اسلام میں فٹ کرنے کی خوب خوب کوششیں کی ہیں اسی طرح انھوں نے اس غیر مسئولانہ امارت کے تخیل کو بھی اسلام اور قرآن میں جگہ دینے کے لئے بڑا زور لگایا ہے۔ اور غضب یہ کہ قرآن مجید کی اسی آیت سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو اس گمراہی کی براہ راست بیخکنی کر رہی ہے، وہ آیت کریمہ یہ ہے، یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا ط (سورۂ نساء ۸۶)

بلا کسی ایرپھیر کے اس آیت کا صاف اور واضح مطلب بلکہ لفظی ترجمہ یہ ہے۔

"مسلمانو! اللہ پاک کی اطاعت کرو اور اس کے فرستادہ نبی کی اطاعت کرو اور تم میں جو صاحب امر ہوں انکی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارے اور ان کے درمیان نزاع واقع ہو جائے تو اس اختلافی معاملہ کو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو تمھارے لئے یہی راہ عمل بہتر ہے اور اسی کا انجام اچھا ہے۔"

یہ ہے اس آیت کا خالص لفظی ترجمہ جس سے اس کا مطلب اور مقصد بھی بالکل واضح ہے اور ہر معمولی سمجھ رکھنے والا بھی

سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم تو مطلق اور بلا قید و شرط دیا گیا ہے لیکن صاحبان امر کی اطاعت کا حکم اس طرح مطلق نہیں دیا گیا بلکہ اُس کے ساتھ یہ قید لگا دی گئی ہے کہ اگر ان سے کسی معاملے میں اختلاف رائے ہو مثلاً وہ کوئی حکم دیں اور تم اپنی بصیرت سے اُس کو قانون آلہی اور دستور اسلام کے خلاف سمجھتے ہو تو پھر اس کی اطاعت تمھارے لئے ضروری نہیں بلکہ ایسی صورت میں دونوں فریق امیر و مامور کا فرض یہ ہے کہ اس خاص معاملہ کا فیصلہ کتاب اللہ اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ) کی روشنی میں کریں۔

اللہ و رسول کی اطاعت اور امراء کی اطاعت کا فرق

الغرض قرآن کی نظر میں مرجع الیہ صرف اللہ و رسول اور ان کے احکام ہیں اور انہی کی اطاعت بلا قید و شرط ضروری ہے۔ باقی امیر کی اطاعت اسی حد تک ہے کہ اس کا حکم صحیح ہو خلاف خدا و رسول نہ ہو۔ اور عقل و فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو پوزیشن اللہ و رسول کے ان احکام کی ہے جن میں کسی غلطی اور خطا کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا وہ پوزیشن کسی خلیفہ، کسی امیر، کسی پیر، کسی عالم، کسی مرشد کے حکم کی نہ ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں جہاں مطلق اطاعت اور بلا قید شرط فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے وہاں اللہ و رسول کے سوا کسی کا ذکر نہیں کیا گیا چند آیات ملاحظہ ہوں (۱) قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین (آل عمران ع ۴)

(۲) و اطیعوا اللہ والرسول واحذروا (المائدہ ۱۲)

(۳) واطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ان کنتم مومنین (انفال ع ۱)

(۴) اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون (״ ۳)

(۵) اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا (״ ع ۶)

(۶) قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (النور ع ۷)

(۷) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً (احزاب ع ۹)

(۸) یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (محمد ع ۴)

(۹) ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہر (الفتح ع ۲)

(۱۰) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین (التغابن)

اس قسم کی قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں صرف اللہ و رسول ہی کی اطاعت کا حکم بلا قید و شرط دیا گیا ہے۔

اور اطاعت امیر کا حکم صرف ایک جگہ سورۂ نساء کی مندرجۂ بالا آیت ہی میں دیا گیا ہے اور وہیں یہ تشریح کردی گئی ہے کہ اگر کسی معاملہ میں تمھارے اور تمھارے امیر کے درمیان اختلاف رائے ہوجائے تو پھر امیر کا حکم فیصلہ کن نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں معاملہ کو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ گویا قرآنی نقطۂ نظر میں حکومت اصلیہ صرف اللہ و رسول کی ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ صرف اللہ کی ہے (ان الحکم الا للہ) اور آیات بالا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر صرف اس حیثیت سے کیا گیا ہے کہ اللہ پاک کے احکام ہم کو آپ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتے ہیں، پس فی الحقیقت اطاعت رسول سے مراد آپ کے لائے ہوئے احکام الٰہیہ کی ہی اطاعت ہے، نہ یہ کہ اللہ کے احکام کے علاوہ آپ کے کچھ اور احکام ہیں جن کی اطاعت احکام الٰہی کی طرح حتماً ہم پر لازم ہو، قرآن پاک نے اس احتمال کی خود ہی نفی کردی ہے۔ فرمایا۔ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ (النجم ع ۱) اور دوسری موقع پر اسی حقیقت کو قرآن حکیم نے اس طرح بے نقاب کیا ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے، بہرحال اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت حقیقت اور مآل کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے اور یہی اطاعت اسلام میں مطلق اور بلاقید و شرط فرض ہے۔ . . . .

. . . اس کے علاوہ اُمرا کی اطاعت ہرگز مطلق اور بلاقید و شرط نہیں بلکہ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ "معروف" میں ہو کتاب و سنت اور منشار الٰہی کے خلاف نہ ہو۔

قرآن جو غیر اللہ کے تعبد کی جڑیں ہی کاٹنے کے لئے آیا اس کے متعلق یہ بہتان کہ اس نے ایمان والوں پر اللہ و رسول کی طرح بلاقید و شرط "امیروں" کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور امرا امت، امت کی ہر گرفت سے آزاد ہیں، امت اگر اُن کو غلطی پر بھی سمجھے تو بھی اس کو حرف زنی کی گنجائش نہیں" اور وہ خود خدا کے مانند لایشرک فی حکمہٖ احداً کے مصداق اور لاشریک حاکم ہیں" یا انتہائی درجہ کی سفاہت اور جہالت ہے اور یا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے سخت ابلیسانہ شیطنت۔!

قرآن میں علامہ مشرقی صاحب کی خطرناک تحریف

ہمارے ناظرین کو شاید حیرت ہوگی کہ سورۂ نساء کی اس آیت کے آخری حصہ میں "فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول الآیۃ فرماکر جب اس حقیقت کا صاف صاف صریح اعلان کردیا گیا کہ اولوالامر کی اطاعت مطلق نہیں تو پھر علامہ صاحب نے اس آیت سے "امرار" کا اختیار ناطق اور اللہ و رسول کی طرح بلاقید و شرط انکی "مطلق اطاعت" کس طرح نکالی؟

لیجئے سنئے! وہ آیت کے اس آخری حصہ کا ترجمہ کیا فرماتے ہیں
لاہور کیمپ ۳۷ کے جس ایڈریس میں انھوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اسکی لوح پر آیت کا یہی آخری حصہ
(فان تنازعتم الایہ) درج فرمانے کے ساتھ اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔
"اور اے مسلمانو! اگر کسی معاملہ میں تم اور تمھارے امیر کے درمیان کھینچا تانی ہو جائے تو اس معاملہ کو
خدا اور رسول پر چھوڑ دو اور اس امیر کا حکم مانو"۔
اب علامہ صاحب سے یہ کون پوچھ سکتا ہے کہ آپ نے خدا اور رسول پر چھوڑ دو اور اس امیر کا حکم مانو، کس لفظ کا ترجمہ فرمایا ہے؟ ــــ پھر اسی ایڈریس میں صد۱۱ سے صفحہ ۱۳ تک اس آیت پر لغو اور مہمل کلام کیا ہے اور جس طرح اس کو اپنی منشار کے مطابق ڈھالنے اور اس سے امیروں کی "مطلق العنانانہ آمریت" ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ اور بھی زیادہ مضحکہ خیز اور اسلام کا درد رکھنے والوں کے لئے عبرت انگیز ہے۔

قرآن کے ساتھ اسلامی تاریخ پر بھی علامہ صاحب کی مشق ستم

پھر علامہ صاحب نے یہ مشق ستم صرف قرآن ہی پر ختم نہیں کر دی ہے کہ جس آیت کو اپنی خواہشات و اغراض کے خلاف پایا اسی میں تحریف کر ڈالی بلکہ اسلامی تاریخ کے جن زریں واقعات سے ان کے اس آمرانہ نظریہ کا ابطال ہوتا تھا ان کو بھی مجروح کرنے کی انھوں نے پوری پوری کوشش کی ہے اس سلسلہ کا ایک مشہور ترین واقعہ یہ ہے کہ
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کہیں سے کچھ چادریں آئیں جو مسلمانوں میں تقسیم کیگئیں اور ہر ایک کے حصے میں صرف ایک ایک آئی اور اس ایک چادر میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ پورا جوڑا (ازار و ردا) ہو سکتا ــ اس کے بعد جب جمعہ آیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انہی چادروں میں کا پورا جوڑا پہنے تشریف لائے جب خطبہ شروع کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا" تو حضرت سلمان فارسیؓ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ پہلے ایک شک کو رفع کر دیجئے اسکے بعد ہم آپکی سنیں گے اور وہ شک یہ ہے کہ سب مسلمانوں کے حصے میں جو ایک ایک چادر آئی ہے اس میں تو پورا جوڑا نہیں ہو سکتا آپ کا یہ پورا جوڑا کس طرح تیار ہو گیا؟
حضرت فاروق اعظم رضنے فرمایا کہ اس کا جو واقعہ ہے وہ میرے لڑکے عبد اللہ بیان کریں گے۔
چنانچہ عبد اللہ بن عمر کھڑے ہوئے اور انھوں نے بیان دیا کہ امیر المومنین کے پاس آج کے پہننے کے لئے کوئی جوڑا نہ تھا میں نے اپنے حصے کی چادر ان کی خدمت میں پیش کر دی کہ وہ اس کو اور اپنی والی چادر کو ملا کر جوڑا پورا کر سکیں چنانچہ جو جوڑا اس وقت امیر المومنین کے جسم پر ہے وہ ان کی اور میری چادر سے ملا کر بنا ہے"۔

حضرت سلمان فارسی نے اس کے بعد فرمایا "الآن نسمع ونطیع" اب فرمایئے ہم سنیںگے اور بخوشی دل اسکی تعمیل کریں گے)

تاریخ اسلام کا یہ ایک مشہور ترین واقعہ ہے جس سے کم مسلمان بے خبر ہوں گے، علامہ صاحب نے اس ہٹلریت شکن واقعہ کو جب اپنے مقاصد کے لئے مزاحم پایا تو خالص ہٹلرانہ انداز میں ٹسک پیش کرنے والے صحابی (یعنی حضرت سلمان فارسی رض) کو بدبخت اور جہنمی تک بنا ڈالا تاکہ علامہ صاحب کی آمریت اور ہٹلریت کے خلاف کوئی مسلمان اس تاریخی واقعہ سے سند نہ پکڑ سکے چنانچہ قول فیصل نمبر صلا پر اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

"یمن کی چادروں اور حضرت عمر کا قصہ مشہور ہی وہ بدبخت جہنمی اعرابی چونکہ خود چور ہوگا اس لئے حضرت عمر کی دیانت پر حملہ کیئے بغیر نہ رہ سکا"

نیز مارچ ۱۹۳۷ء کے لاہور کیمپ والے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۱) میں اس واقعہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"یمن کی چادروں کے متعلق حضرت عمر رض پر سر عام اعتراض کرنے والا اعرابی انتہائی طور پر بدبخت اور بدنیت تھا" (ص ۱۲)

غرض علامہ صاحب نے اپنی لامشریک آمریت اور اپنے اختیار ناطق کے تحفظ کے لیئے قرآن پاک اور اسلامی تاریخی دونوں پر بیدریغ مشق ستم کی ہی لیکن واقعہ یہ ہے کہ علامہ صاحب اور اُن جیسے اور دوسرے "علاموں" کی اس قسم کی کوششوں سے نہ قرآن کے معانی بدل سکتے ہیں اور نہ وہ تمام تاریخی واقعات کتابوں سے دھل سکتے ہیں جو اس بارہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن پاک کا جو غیر مشکوک اور قطعی فیصلہ اس بارہ میں ہر وہ تو ہمارے ناظرین کو صفحات ماسبق میں معلوم ہو چکا اب حدیث نبوی اور تعامل امت و تاریخ اسلام کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور فرمایئے۔

اختیار امیر و اطاعت امیر کے متعلق فیصلہ نبوی

صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ کسی مہم پر روانہ فرمایا اور ایک انصاری صحابی کو اس کا امیر مقرر فرمایا روانگی کے وقت اہل لشکر کو ان انصاری امیر کی اطاعت کی خاص ہدایت بھی فرمادی ــــ سفر ہی میں کسی وجہ سے یہ امیر لشکر اپنے ماتحت مجاہدین پر غضبناک ہو گئے اور ان کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو، جب لکڑیوں کا بڑا ڈھیر جمع ہوگیا تو حکم دیا کہ ان میں آگ لگا دو، جب آگ لگ

گئی اور شعلے خوب اُٹھنے لگے تو اپنی امارت، اور اطاعت کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی یاد دہانی کرتے ہوئے ان انصاری امیر نے اپنے اُن فوجیوں کو حکم دیا کہ اس دہکتی آگ میں کود جاؤ۔ بعض اس کے لیے تیار بھی ہوگئے لیکن کچھ ٹھٹھک گئے اور انھوں نے آپس میں کہا کہ ہم نے آگ کے عذاب سے بچنے ہی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لی ہے اور، آپ کا دین اختیار کیا ہے پھر ہم کیوں جیتے جاگتے آگ میں کود پڑیں، ہم تو اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کریں گے۔ یہ بات سُن کر وہ لوگ بھی رُک گئے جو کودنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جب یہ لشکر واپس آیا اور معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا لو دخلوھا ما خرجوا منھا الی یوم القیمۃ انما الطاعۃ فی المعروف (جمع الفوائد ص۳۶)

یعنی اگر یہ لوگ اپنے امیر کے اس حکم کے مطابق آگ میں کود پڑتے تو گویا خودکشی جیسے سخت گناہ کے مرتکب ہوتے اور اس کی سزا میں قیامت تک ان پر آگ ہی کا عذاب مسلط رہتا۔ امیر کی اطاعت تو صرف امر معروف میں ہے۔" یعنی اگر وہ کوئی غلط اور خلاف شرع حکم دے تو پھر اس کی اطاعت نہ کی جائے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری ارشاد اس بات کا ناطق فیصلہ ہے کہ امیروں کی اطاعت ہرگز مطلق اور بلا قید و شرط نہیں حتی کہ اُن امیروں کو بھی یہ حیثیت حاصل نہیں جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر فرمایا ہو۔

صحابہ کرام اور "اطاعت امیر"

کتاب و سنت کے ان صریح فیصلوں کے ہوتے ہوئے "اطاعت امیر" کے بارہ میں صحابہ کرام کا طرز عمل لازمی طور پر یہی ہونا تھا اور صدر اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے امیر کی اطاعت کو "امر معروف" ہی کے ساتھ مشروط سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے پہلے امیر حضرت ابوبکر صدیق مقرر ہوئے اگرچہ آپ کا انتخاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض قریب بصراحت ارشادات کی روشنی میں ہوا تھا اور انتخاب کرنے والی وہ مقدس جماعت تھی جس سے افضل و بہتر جماعت کبھی زمین کی سطح پر پیدا نہ ہوئی اور نہ اُن جیسوں کو چشم فلک نے کبھی دیکھا، با ایں ہمہ "مطلق" اور بلا قید و شرط اطاعت کا تصور اُن کے متعلق بھی نہیں کیا گیا حتی کہ انتخاب کے بعد "امیر امت" اور "خلیفہ رسول" ہونے کی حیثیت سے جو پہلا خطبہ آپ نے مسلمانوں کے سامنے دیا اس میں پہلی ہدایت آپ کی یہ تھی۔

ان احسنت فاعینونی — لوگو! اگر میں اچھا اور نیک کام کروں تو میری مدد اور میرے ساتھ تعاون کرنا
وان اسأت فقوّمونی — اور اگر میں ڈگمگا جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔

پھر اس خطبے کے آخری لفظ یہ تھے۔

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ	جب تک میں اللہ ورسول کا مطیع رہوں اُس وقت تک تم
فاذا عصیت اللہ ورسولہ	میری اطاعت کرنا اور جب (خدانخواستہ) میں اللہ ورسول کی
فلاطاعۃ لی علیکم (تاریخ الخلفا)	معصیت کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔

علیٰ ہٰذا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا اُس میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کا اعلان فرمایا کہ میری اطاعت تمہارے ذمہ اُسی وقت تک لازم ہے جب تک میں سیدھی راہ چلوں اور تم کو معروف کا حکم دوں۔

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے ممبر پر کھڑے ہوکر کہا کہ صاحبو! اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں اور غلط راہ پر چلنے لگوں تو میرے ساتھ تمہارا کیا طرز عمل ہوگا؟ فوراً مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور اپنے تلوار میان سے نکال کر کہا کہ اس تلوار سے تمہارے بل نکال دیئے جائیں گے اور تم کو سیدھا کر دیا جائیگا یا تمہارا سر اڑا دیا جائیگا حضرت عمر رضہ نے مزید آزمایش کے لیئے اس کو ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو میری (امیر المومنین کی) شان میں یہ لفظ کہتا ہے؟ اُس نے پوری جرأت اور دلیری سے کہا ہاں ہاں تمہاری ہی متعلق کہتا ہوں، حضرت فاروق اعظم بہت خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا چلنے لگوں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں گے۔

چنانچہ اُن کے دور خلافت میں بکثرت اسکی نظیریں ملتی ہیں کہ انھوں نے ایک بات فرمائی اور جن مسلمانوں نے اس کو غیر صحیح سمجھا انھوں نے کھلا اس سے اختلاف کیا، کتب سیر میں عام طور پر یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عامل عراق حضرت حذیفہ رضہ کو ایک مرتبہ لکھا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ مسلمان عیسائی عورتوں سے نکاح کریں لہٰذا مسلمانوں کو روک دو کہ وہ ایسا نہ کریں، انھوں نے جواب میں لکھا کہ یہ آپکی ذاتی رائے ہے یا اسکی بنا کسی نص شارع پر ہے آپ نے ان کو لکھا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ حضرت حذیفہ نے صاف لکھ بھیجا کہ ہم آپ کی ذاتی رائے پر عمل پیرا ہونے کے مکلف نہیں ہیں، چنانچہ آپ کے دور خلافت میں بھی مسلمانوں نے عیسائی عورتوں سے نکاح کیئے اور آپکی اس رائے کی پیروی ضروری نہیں سمجھی گئی۔ اور بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضرت فاروق رضہ نے ایک معاملہ میں کوئی فیصلہ کیا اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کے علم میں جب وہ آیا تو انھوں نے خود امیر المومنین کے سامنے اپنا خلاف ظاہر کیا اور جب دلائل سے اُس فیصلہ کی غلطی واضح کردی گئی تو آپنے فوراً اپنے سابقہ فیصلہ سے رجوع فرمالیا۔

حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو تو چند بار ایسا موقع پیش آیا اور حضرت فاروق اعظم نے نہ صرف یہ کہ انکی بات مان لی

بلکہ اعترافِ ممنونیت کے طور پر فرمایا "لولا علی لھلک عمر" (اگر اس معاملہ میں علیؓ نے بروقت رہنمائی نہ کی ہوتی تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا)

علیٰ ہذا ایک بار حضرت معاذ رضؓ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا تو آپؓ نے بلا تکلف اپنی غلطی تسلیم فرمالی اور فرمایا "لولا معاذ لھلک عمر" (یعنی اگر معاذ کی رہنمائی نہ ہوتی تو میں ہلاک ہوجاتا"۔

اور آپؓ کا عام اعلان تھا احب الناس الیّ من دفع عیوبی الیّ (یعنی مجھے وہ شخص سب سے زیادہ محبوب ہے جو میری کمزوریوں پر مجھے آگاہ کرتا رہے۔)

ان مشہور و مسلّم تاریخی واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صدرِ اسلام میں علامہ مشرقی صاحب کے تراشیدہ "اختیارِ ناطق" اور اطاعت مطلق کا مسلمانوں میں تصور بھی نہیں تھا۔

پھر اس کے بعد بھی ہر دور میں ایسا ہوا کہ اعیانِ امت نے "امراء" و "خلفاء" کے جس حکم کو غلط سمجھا اس میں کبھی انکی اطاعت نہ کی بلکہ پوری قوت اور عزم کے ساتھ ان کے خلاف اپنی آواز بلند کی اور کسی جابر کا جبر و قہر ان کو اس "جہاد حق" سے نہ روک سکا۔

"ائمہ امت اور خلفائے اسلام"

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ کو خلیفہ وقت نے بعض ایسے کاموں کے لئے کہا کہ جنکو حضرت امام اپنے لئے صحیح اور مناسب نہیں سمجھتے تھے آپ نے ان احکام کی تعمیل سے صاف انکار فرمادیا تا آنکہ اس عدول حکمی ہی کی پاداش میں بالآخر آپ کو قید و بند کی مصیبت بھی برداشت کرنی پڑی لیکن جس چیز کو آپ اپنی بصیرت سے حق سمجھے ہوئے تھے خلیفہ وقت کے انتہائی اصرار کے باوجود اس سے ایک انچ نہ ہٹے اور اپنی عزیز جان تک دیدی

علیٰ ہذا **حضرت امام مالکؒ** پر خلیفہ وقت نے زور ڈالا کہ وہ طلاق مکرہ کے بارہ میں اپنی تحقیق کا اظہار و اعلان نکریں (کیونکہ اس کے نزدیک اس سے اسکی خلافت کے استحکام پر برا اثر پڑنے کا خطرہ تھا) مگر حضرت امام نے اس خلاف حق پابندی کے قبول کرنے سے انکار فرمادیا، یہاں تک کہ بحکم سلطانی آپکی مشکیں کسی گئیں جس میں ایک ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا اور اخلاقی مجرموں کی طرح صورت بگاڑ کے آپ کی تشہیر کرائی گئی، لیکن ٹھیک اس وقت بھی وہ کلمہ حق کہنے سے نہ رکے، جہاں لوگوں کا مجمع ہوتا وہیں پکار کر کہتے ۔

من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالک بن انس اقول طلاق المکرہ لیس بشئ

جو مجھے پہچانتا ہو وہ پہچانتا ہی ہے اور جو مجھے نہ جانتا ہو تو میں خود اس کو بتلاتا ہوں کہ میں انس کا بیٹا مالکؒ ہوں میں صاف کہتا ہوں کہ طلاق مکرہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں ۔

"خلقِ قرآن" کے مسئلہ میں **امام احمد بن حنبل** اور خلیفہ وقت کا ٹکراؤ اور اس سلسلہ میں ان کا ابتلا، حبس و قید کے علاوہ کوڑوں کی مسلسل مار، اور کوڑوں کی بارش کے دوران ہی میں ان کا مستانہ نعرہ "القران کلام اللہ غیر مخلوق" تاریخ اسلام کا نا قابل فراموشی واقعہ ہے۔

اسلام کی پہلی دوسری صدی کے ان زرّیں واقعات کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ آج "ہٹلر" کے کسی شاگرد رشید کا یہ ادعا کہ "صدر اسلام میں امراء کا اختیار "اختیار ناطق" تھا اور انکی اطاعت مطلق، اور بلا قید و شرط کی جاتی تھی" کیسا جیتا جاگتا افترا ہے۔

رجع الحدیث

خیر! "اطاعت امیر" کی یہ بحث تو ضمناً و استطراداً آگئی ـــ ورنہ ہم نے کلام اس پر شروع کیا تھا کہ "علامہ مشرقی" اس خاکسار تحریک کے ذریعہ مسلمانوں میں اپنے مخصوص خیالات پھیلانے میں کامیاب کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اور تحریک میں وہ کونسے رازدارانہ خطوط ہیں جو عام شرکار تحریک کو علامہ صاحب کا ہم خیال بنانے میں مددگار ہو سکتے ہیں؟

یہ تھا وہ اصل سوال جس پر ہم نے گفتگو شروع کی تھی اور بحث کے اسی گوشہ کو روشنی میں لانے کے لئے ہم نے خاکسار تحریک کے بنیادی اصول "اختیار ناطق" اور "مطلق و بلا شرط اطاعت" کا ذکر کیا تھا اب وہی اصل بحث ملاحظہ فرمایئے۔

اختیار ناطق اور مطلق اطاعت کے نتائج

اس اصول کی جو تشریح علامہ صاحب کی تصریحات اور خاکسار تحریک کے لٹریچر سے ہم نے چند صفحے پہلے پیش کی ہے اگر اس کو آپ نے غور سے ملاحظہ فرمایا ہوگا تو اس چیز میں آپ کو بھی تامّل نہ ہوگا کہ اس اصول کا کم از کم تقاضا بلکہ لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر خاکسار کو "علامہ صاحب" کے ساتھ غایت درجہ کا حسن ظن پیدا ہوگا وہ انکی ذات کو "غلطی" اور "خطا" سے بالاتر سمجھے گا اور کم سے کم یہ کہ وہ اپنے کو ان کی کسی بات سے اختلاف کرنے کے قابل کبھی بھی نہ سمجھے گا بلکہ اس کا تصور بھی نہ کر سکے گا۔

ایک طرف تو علامہ صاحب نے اس اصول کے ذریعہ ہر خاکسار کے دل و دماغ اور اس کی نظر و فکر پر قبضہ کر لیا، اور دوسری طرف انھوں نے تحریک کے آرگن اخبار "الاصلاح" اور اپنے مستقل ایڈریسوں کی وساطت سے اپنے انھیں مخصوص خیالات کو کچھ سنوار سدھار کر خاکساروں کے سامنے پیش کرنا شروع کیا ـــ علامہ صاحب کا "تذکرہ" دیکھنے کے بعد تحریک خاکساران کا عام لٹریچر (اشارات، قول فیصل، اصلاح وغیرہ کا

مطالعہ جو شخص غور سے کریگا وہ تذکرہ اور اس لٹریچر میں ایک خاص قسم کی یکسانیت اور ہم آہنگی پائیگا، اور محسوس کریگا کہ "اسلام" کی جو عجیب و غریب شرح انھوں نے تذکرہ میں فرمائی ہے طرز بیان کو کسیقدر سنوار کے اسی کو وہ تحریک کے لٹریچر کے ذریعہ خاکساروں میں پھیلا رہے ہیں، اسکی شہادت میں سیکڑوں اقتباسات تحریک کے لٹریچر سے پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن ہم طول سے بچنے کے لئے صرف چند ہی چیزیں پیش کرتے ہیں۔

قول فیصل جو صرف خاکسار تحریک کے اغراض و مقاصد کی تشریح ہی کے لئے لکھا گیا ہے اور جس کو بجا طور پر تحریک کا آئینہ کہا جا سکتا ہے اس میں وہ صاف فرماتے ہیں:۔

"ہاں خاکسار تحریک تیرہ سو پچاس برس کے بعد جس سچے اور اصل مذہب کی طرف ہر مسلمان کو پھیر لے جانے کے لئے تیار ہوئی ہے وہ خدا اور اسلام کے باہتھیار سپاہی بننا ہے یہی سچا اور اصلی اسوۂ رسول ہے، اسی کے متعلق لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قرآن میں لکھا ہے اسی سپاہیانہ زندگی کو ہم خاکسار اسوۂ رسول سمجھتے ہیں اور اس کے علاوہ ہم تمہارے بتائے ہوئے کسی "اسوۂ رسول" کو چلنے نہیں دیں گے۔"

پھر اسی مضمون کو ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

خاکسار تحریک نے تیرہ سو پچاس برس کے بعد پہلی دفعہ دنیا کو بتایا ہے کہ "اسوۂ حسنۂ رسول" دین اسلام، الغرض خدا کا سچا مذہب صرف اور صرف سپاہیانہ زندگی ہے۔" (قول فیصل نمبر ۳ ص۸)

لاہور کیمپ منعقدہ ۱۴ مارچ ۳۷ء کے موقع پر جو ایڈریس انھوں نے اپنے خاکساروں کے سامنے دیا تھا اور جو مولوی کا غلط مذہب نمبر ۴ کے نام سے شائع ہو چکا ہے انہیں انی لکم رسول امین وغیرہ وہی چند آیتیں ذکر کرنے کے بعد جو "تذکرہ" میں بھی انھوں نے اس مدعا کے لئے پیش کی ہیں، لکھا

یہ سب قرآنی الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خدا کے بھیجے ہوئے انسانوں کے آنے کا مقصد قیام جماعت اور غلبہ کے سوا کچھ نہ تھا" (غلط مذہب ۴ ص۹)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ علامہ صاحب نے "اسلام" اور "مقصد بعثت انبیاء" کے متعلق جن خیالات کا اظہار اپنے تذکرہ میں فرمایا ہے جن کو ابتدائی بحث میں ہم نقل کر چکے ہیں کیا ان سطور میں انہی خیالات کو کسی قدر خوبصورتی کے ساتھ نہیں پیش کیا گیا ہے؟

علیٰ ہذا قرآن کے "عمل" کے متعلق جو تشریح انھوں نے تذکرہ میں پیش کی ہے اسی کو انھوں نے تحریک کے لٹریچر میں بھی

پیش کیا ہے اور جا بجا پیش کیا ہے۔ نومبر ۱۹۳۶ء کے سیالکوٹ کیمپ کے موقع پر انھوں نے خاکسار تحریک کے واحد اور لاشریک قائد ہونے ہی کی حیثیت سے جو خطبہ اپنے خاکساروں کے سامنے دیا تھا اس کا موضوع ہی قرآنی عمل کی تشریح ہے، اس کی ابتدا میں چند وہ آیات نقل کرنے کے بعد جن میں مختلف عنوانوں سے مومنین کو "اعمالِ صالحہ" کی ترغیب دی گئی ہے فرماتے ہیں :۔

"میں تمھیں اس کیمپ میں کئی قرنوں کے بعد پھر بتلانا چاہتا ہوں کہ از روئے اسلام عمل کیا شے ہے کس قطع کے عمل سے خدا کے یہاں جزا ملتی ہے، اور کس طرح کا عمل ہے جس کا لازمی نتیجہ خدا کی سزا ہے" (صفحہ ۱)

پھر عمل کی وہی "تذکرہ" والی تشریح کرنے کے بعد فرمایا

عمل کے اسلامی معنی اگر سمجھنا چاہتے ہو تو جاؤ مصطفےٰ کمال کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے امان اللہ کو دیکھو کہ اس نے کیا کیا تھا الخ (صفحہ ۳)

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں

الغرض قرآن کا عمل صرف ہاتھوں اور پیروں کا عمل ہے، جنگی اور فوجی عمل ہے، خدا کا بندہ بن کر زمین پر حکمران ہونے کا عمل ہے، اللہ کا سپاہی بن کر زمین پر غالب ہونے کا عمل ہے، (صفحہ ۴)

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں :۔

نماز نفل، درود تسبیح، دعا از روئے قرآن کسی معنوں میں عمل نہیں نماز صرف مسلمانوں کی دنیا میں ایک ناقابلِ شکست اور عالمگیر جماعت پیدا کرنے کا ہتھیار ہے (صفحہ ۸)

پھر اسی سلسلہ میں انگریزوں کے متعلق لکھتے ہیں :۔ کہ ــــ انگریزوں کو دیکھ لو ان میں "قیام جماعت" موجود ہے انکی نماز تمہیں نظر بھی نہیں آتی لیکن خدا کی بخشش کا بے پناہ ہاتھ ان کو دنیا پر غالب کر رہا ہے۔ (صفحہ ۱۲)

اور اگست ۱۹۳۶ء کے گجرات کیمپ والے اڈریس میں عبادت کی وہی تذکرہ والی تشریح کرنیکے بعد بطور حاصل لکھتے ہیں۔

الغرض عبادت کے قرآنی معنی غلام بننا ہے، مسلمان جب تک اللہ کے غلام بنے رہے دنیا کی سب نعمتیں ان کو ارزانی ہوئیں جب اس مشکل غلامی کو چھوڑ کر آسان پانچ منٹ کی نماز کو عبادت بنالیا خدا اگر گیا اسلامی قوت کا شیرازہ اس اخلاق پر بندھا تھا جو قرآن میں درج تھا جب مسلمان اس اخلاق کے عامل نہ رہے شیرازہ بکھر گیا ادھر انگریزوں اور ہندوؤں نے خدا کی عملی غلامی اختیار کرلی خدا انگریز او ہندو کا طرفدار ہوگیا انگریز، ہندو، مسلمان سب خدا کی مخلوق ہیں، سب پر اس کا فیض عام جاری ہے

دہ سکو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے وہ رب العٰلمین ہے، پس یاد رکھو جو اس کا بندہ بن گیا خدا اس کا ہو گیا (ص۸)

بلا مبالغہ اس قسم کی سیکڑوں عبارات میں سے یہ چند ہیں اگر ناظرین کرام کے اُکتا جانے کا خیال ہم کو اختصار کے لئے مجبور نہ کرتا تو علامہ صاحب کے اُن ایڈریسوں ہی سے جو مختلف مقامات کے کیمپوں پر انھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے خاکساروں کے سامنے دیئے ہیں اسی نوع کی پچاسیوں عبارتیں اور پیش کر سکتے تھے، تاہم جو چند عبارتیں یہاں ہم نے پیش کی ہیں وہ بھی اتنا اندازہ کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں کہ علامہ صاحب "الاصلاح" اور اپنے ایڈریسوں کے ذریعہ دین و مذہب کے متعلق اپنے اسی نظریہ اور فلسفہ کو خاکساروں میں پھیلا رہے ہیں جس کو انھوں نے پہلے "تذکرہ" میں پیش کیا تھا اور خاکسار جب کہ ان کو "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام" تسلیم کر چکے ہیں اور انکی بلا شرط اور خاموش اطاعت کا عہد کر چکے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ علامہ صاحب کی آواز پر آمنا و صدقنا ہی کہیں گے اور اسی کو دین و ایمان سمجھیں گے، اور یہ صرف ہمارا قیاس ہی قیاس نہیں ہے بلکہ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ یہی ہو رہا ہے

خاکسار تحریک کی رفتار اور اس کے اثرات کے متعلق یو، پی، اور پنجاب سے بلوچستان تک چل پھر کر جو تحقیقی معلومات خود میں حاصل کر سکا ہوں انکی بنا پر وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خاکساروں میں غالب اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو پہلے علامہ صاحب کے مخصوص عقائد و خیالات سے قطعاً واقف نہ تھے اور اگر ابتداءً اُن کے سامنے یہ خیالات و عقائد پیش کئے جاتے تو وہ ان سے کامل بیزاری ظاہر کرتے بلکہ ایسے عقائد والے پر بھی چار حرف نہ بھیجتے، لیکن وہ اپنی اُس سادہ لوح دل کو لیکر "اسلامی فوجی تنظیم" کے نیک جذبہ کے ماتحت خاکسار تحریک میں شامل ہو گئے، علامہ صاحب کو انھوں نے اپنا "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام" بنایا اور پھر "الاصلاح" کے مسلسل مطالعہ اور علامہ صاحب کے "ہدایت ناموں" کے اثر سے اپنر آہستہ آہستہ وہ رنگ چڑھنا شروع ہوا اور اب صورت یہ ہے کہ وہ علامہ صاحب کے نہ صرف ہمنوا بلکہ اُن کے مخصوص خیالات کے پرجوش حامی اور مبلغ بنے ہوئے ہیں ذرا اُن کے سامنے علامہ کے عقائد کے خلاف کچھ کہیئے اور پھر دیکھیے کہ ان کی پیشانی پر کتنے بل پڑتے ہیں، اور اگر اُن کا بس چل سکے تو وہ بجائے خاکساریت کے کیسی خونخواریت کا مظاہرہ کرتے ہیں ــــ بہرحال خاکساروں کا عقائد و خیالات میں بھی مشرقی صاحب کے ہمخیال، یا اُن سے قریب تر ہو جانا "خاکسار تحریک" کے اصول اور اس کی رفتار عمل کا لازمی اور بدیہی نتیجہ ہے اور اسمیں شک صرف بے خبری اور ناواقفیت ہی کی وجہ سے کیا جا سکتا ہے۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر بالفرض علامہ صاحب کا مقصد بھی خاکسار تحریک سے یہ نہ ہوتا اور وہ خاکساروں

کو اپنے ہم خیال بنانے کی کوئی خاص جد وجہد بھی نہ کرتے جب بھی تحریک کے ان اصولوں اور موجودہ نظام کا نتیجہ یہی ہوتا۔

علامہ صاحب کی پیش بندی اور علماء کا قتل عام

علامہ صاحب کو اپنی اس کوشش کے سلسلے میں کاوٹ اور مزاحمت کا سب سے زیادہ خطرہ "علماء حق" سے تھا وہ سمجھتے تھے کہ یہ گروہ ضرور میری راہ میں مزاحم ہو گا۔ اور میری دعوت آسانی سے مسلمانوں میں نہ پھیلنے دیگا اس لیے انہوں نے بطور پیش بندی و حفظ ماتقدم "علماء" کے وقار کو گرانے اور عام مسلمانوں کو ان کے اثر سے آزاد کرنے بلکہ اُن کے دلوں میں علماء کے خلاف جذبۂ نفرت و حقارت پیدا کرنے کی جدوجہد کو اپنے پروگرام کا مستقل جزو بنایا اور عملاً اس کو اتنی اہمیت دی کہ بلا کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ خاکسار تحریک کے سارے لٹریچر میں جتنا زورِ قلم "علماء" کے خلاف صرف کیا گیا ہے اتنا کسی دوسرے موضوع پر نہیں لکھا گیا۔

علامہ صاحب کا کوئی قابل ذکر مقالہ اور کوئی ایڈریس ایسا نہیں جسمیں آئین شرافت و حدود انسانیت سے بالکل آزاد ہو کر "علماء" کے خلاف دلیدہ دہنی نہ کیگئی ہو۔ دوسرے عام بازاری ملحدوں اور مذہب کے دشمنوں کی طرح وہ بھی اپنے قلم سے "علماء" کی تصویر ایسی بھیانک اور قابل نفرت کھینچتے ہیں کہ اُس سے زیادہ بدتر اور پست تر کسی مخلوق کا شاید تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور پھر اس سلسلہ میں تو وہ خالص جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے میں بھی کوئی کمی نہیں کرتے، اگرچہ انکی تمام تصانیف اور مقالات اس دشنام طرازی اور بہتان تراشی سے لبریز ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ایک ضخیم کتاب اُن کی صرف ان گالیوں سے مرتب کر سکتے ہیں لیکن یہاں عدم گنجائش کی وجہ سے صرف چند اقتباسات ہی پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔ قول فیصل نمبر صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں

> مسجد کے ملانوں، اور قل اعوذیوں، مکار پیشواؤں، اور خود غرض رہنماؤں کا پیش کیا ہوا اسلام ہم اس لیے نہیں مانتے کہ اس کی سند قرآن، حدیث، روایت اور تاریخ میں کہیں نہیں ......
> غریب مولویوں اور باسی ٹکڑے کھانے والے بیچارے ملانوں کو کیا خبر کہ اسلام کیا ہے۔

پھر چند سطر بعد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں

> جو ملا اور مولوی گھر گھر کے باسی ٹکڑے اور پس خوردہ سالن میلے اور بدبودار کٹوروں میں کھا کھا کر اپنی مسجد کے میلے اور بدبودار حجرے میں چھپا بیٹھا ہے، مہینوں کی میل اور جراثیم سے بھری ہوئی مسواک سے دانت صاف کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، میلے اور بدبودار پسینے میں لتھڑے ہوئے بخس

کپڑوں کو پہن کر اور مہینوں تک سردیوں میں غسل نہ کر کے "پاکیزہ اور مقدس" بنا بیٹھا ہے۔ ناف کے بال خدا کے گھر میں پھینک کر بڑے حاکم کی گستاخیاں اور بڑی گھر کو ناپاک کر رہا ہے، لیکن شرم و حیا نہیں کرتا، ہندوستان میں دنیا کے سب سے لمبے دریا ہو ہوا کر اپنے جسم کی گندگی کو پانی سے صاف نہیں کرتا اور مذہب کے بہانے بے حیاؤں کی طرح اپنی شرمگاہ کو پکڑ کر لوگوں کو دکھاتا پھرتا ہے، ہیں جس ملا اور مولوی نے تاریخ کا ایک صفحہ عمر بھر نہیں پڑھا۔۔۔۔۔ جس کو قرآن حکیم کی ایک آیت کا صحیح مطلب معلوم نہیں جو اس کو طوطے کی طرح رٹ رٹ کر اور گدھے کی طرح لاد لاد کر حافظ' اور عالم بنا بیٹھا ہے ۔۔۔۔۔ وہ مولوی اور ملاّ کیا اس بات کا اہل رہ گیا ہے کہ آج ہم اس سے اپنا مذہب سیکھیں ؟۔۔۔۔۔ اس جاہل کے ماتھے کی سیاہی اس کی محتاجی اور کم علمی اس کی ذلت اور مسکنت، اس کی درماندگی اور سکون، اس کی گندگی اور چیتھڑے صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ اور کچھ بھی ہو قوم کا سردار نہیں رہا جو مسکین اپنا پیٹ بھی عزت سے بھر نہیں سکتا اس کو کیا پتہ کہ ساٹھ کروڑ کی امت کس قوت اور عزت کی طالب ہے"

۲۹ نومبر ۱۹۳۶ء کے سیالکوٹ کیمپ والے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۲ میں فرماتے ہیں :۔

"مسجد کا مولوی اور ملاّ جو بے چارہ اپنے تنگ و تاریک حجرے میں روٹی کے غم میں پھنسا ہے اور جس کے داؤ اور جال میں تم مسلمان کم از کم ایک سو سال سے پھنسے بیٹھے ہو قرآن کی عظیم الشان کتاب کو جو کوہ طور بلکہ کوہ ہمالیہ سے بڑی اور بھاری کتاب ہے کچھ نہیں سمجھتا" (ص ۳۱)

اور مارچ ۱۹۳۷ء کے لاہور کیمپ والے ایڈریس معروف (بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۴) میں لکھتے ہیں :۔

"مسلمانو! مولوی کی قرآن کے متعلق اکثر تشریحیں غلط ہیں اکثر اپنے نفس کی خواہشوں کے مطابق ہیں، اکثر مکر و فریب پر ہیں، مولوی نے قرآن کے حکموں کو چھپانا اور شیر مادر کی طرح قرآن کے احکام کی روح کو ہضم کر جانا اپنا شعار بنا لیا ہے، مولوی نہ صرف قرآن چھپا رہا ہے بلکہ قرآن کے خلاف آہستہ آہستہ ایک ایسے نئے دین کی عمارت کھڑی کر رہا ہے جس کا لازمی نتیجہ امت کی کامل تباہی ہے"

مولوی کا غلط مذہب نمبر ۴ ص ۲۵

الاصلاح" مجریہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۷ء ص ۵ کالم ۱ و ۲ میں علما کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے تہذیب و شرافت پر یوں نشتر زنی کی ہے۔

ہندوستان کا ادنیٰ قسم کا تنخواہ خور مولوی پانچ روپیہ ہو اور یہ بھی ہر قسم کے آقا کی خایہ مالی کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔"

جن حضرات نے خاکسار تحریک کا لٹریچر دیکھا ہے اُن کو تو خود ہی معلوم ہوگا اور ہماری جن ناظرین کو اس کا موقع نہ ملا ہو وہ باور فرمائیں کہ اس سلسلہ کی کوئی کتاب کوئی رسالہ اور کوئی مقالہ غالباً ایسا نہیں ہے جس میں علماء "کے خلاف ایسی ہی یا اس سے بھی غلیظ تر گندگی نہ اچھالی گئی ہو۔

علماء کے خلاف اس غلاظت افشانی سے علامہ صاحب کا مقصد

اور اس سے علامہ کا مقصد صرف یہی ہو کہ دین کے ان چوکیداروں اور ہر داعیٔ الحاد کے دام فریب سے مسلمانوں کے ان بچانے والوں کو خود مسلمانوں کی نظروں میں گرا دیا جائے تاکہ علامہ صاحب کی دعوت کیلئے میدان صاف ہو جائے اور عامی مسلمان بآسانی انکی مٹھی میں آسکیں اور علماء کی مزاحمت و مخالفت اُنکی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔

اگرچہ یہ کوئی نئی چال نہیں ہے اور ہر قائد ضلالت کا پہلا قدم یہی ہوتا ہے اور سب سے پہلے وہ اپنے سہام طعن کا نشانہ علماء اور حاملین مذہب ہی کو بناتا ہے اور اس ہی میں اپنی خیر اور اپنے مشن کی کامیابی سمجھتا ہے۔ لیکن علامہ صاحب کے قلم نے اس سلسلہ میں جو شعلہ فشانیاں کی ہیں اور جس آبرو باختہ طریقہ پر انھوں نے علماء کے خلاف گالیاں اور بہتانوں کے انبار لگائے ہیں اسکی نظیر یقیناً کسی دوسرے لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔

پھر انھوں نے اس پیشبندی اور خطاب عام ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جس عالم دین نے ان کے عقائد کو باطل اور اُن کی تحریک کو غلط اور گمراہ کن سمجھتے ہوئے مخالفت میں آواز اٹھائی انھوں نے اس کو ایسی ایسی ملاحیاں سنائیں کہ اگر اس میں حق گوئی کی غیر معمولی جرأت و عزیمت نہ ہو تو اپنی "آبرو" کے تحفظ کے لئے علامہ صاحب کے خلاف زبان کو حرکت دینے کا پھر کبھی ارادہ ہی نہ کر سکے۔

صوبہ سرحد میں مولٰنا غلام غوث صاحب سرحدی نے (جو صوبہ سرحد کے مقتدر عالم اور ذی علم ہونے کے ساتھ جو ایک صاحب ورع و تقویٰ بزرگ ہیں) اپنی صوابدید کے مطابق علامہ صاحب کی تحریک کی مخالفت کی، علامہ صاحب نے پھر ان پر بازاری گالیوں اور ناپاک بہتانوں کا وہ مینہ برسایا کہ اللہ کی پناہ!

اس سلسلہ کے متعدد متعفن اور غلیظ مضامین میں سے صرف ایک مضمون کی دو سطریں ملاحظہ ہوں

"ہزارہ کے ایک جہنمی ملا کے متعلق جس کی زندگی کے دن یقیناً گنے جا چکے ہیں اور جس کی زناکاریوں اور شرمناک بدفعلیوں اور حکومت سے سازباز کی رپورٹیں ادارۂ علیہ میں موجود ہیں۔ الخ"
(الاصلاح ۱۰ فروری ۱۹۳۹ء ص کالم ۲)

پھر علامہ صاحب کی یہ دشنام بازی صرف "عرفی علماء" ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ جب کبھی جس مقتدر ہستی نے بھی خواہ کیسے ہی متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ مصلحانہ انداز میں ان کے طریقۂ کار کے خلاف کوئی آواز اٹھائی اور کہیں ان کو ٹوکا تو بس علامہ صاحب نے اپنی غلیظ گالیوں کی توپ اور شرمناک بہتانوں کی مشین گن کا رخ اسی کی طرف پھیر دیا تاکہ اگر اسمیں متعفن گالیوں کی برداشت اور ناپاک اور رسوا کن بہتانوں کی تاب نہ ہو تو پھر وہ علامہ صاحب یا ان کی تحریک پر تنقید کی "غلطی" کا ارتکاب ہی نہ کر سکے ــــ مثالاً سنئے ــ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدیر "ترجمان القرآن" جن کی اعلیٰ خصوصیات سے اسلامی ہند کا تعلیم یافتہ طبقہ اچھی طرح واقف ہے اور جو نہ عرفی علماء میں سے ہیں اور نہ کسی جماعت بندی اور دھڑے بازی سے ان کا تعلق ہے ــ انھوں نے محض بہ نیت اصلاح اور پوری متانت و سنجیدگی کے ساتھ ایک مرتبہ علامہ صاحب کے اختیار ناطق اور اطاعت مطلقہ کے نظریہ کے خلاف کچھ لکھا اور علامہ صاحب کو کچھ صلاح دی اسکے جواب میں علامہ صاحب نے زیر عنوان "**پنجاب میں مذہبی بدمعاشی کا نیا اڈا**" اپنے اخبار "الاصلاح" میں جو نا قابل دید نوٹ اپنے قلم سے جھاڑا اس کی چند چھینٹیں یہ ہیں

"ایک گمنام ملائی رسالہ ترجمان القرآن"..... اس دو کوڑی کے ملائی چیتھڑے کے اڈیٹر"

"اس نے حیدر آباد دکن میں مذہب مذہب کا ڈھونگ رچا کر اپنی روزی کمانی چاہی"

"اس چوروں کی ٹولی میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی"

"ان قرآن کے ہادیوں کی شیطان سیرتی اور رسالہ کی بے مائیگی"

"یہ چورا پنا بوریا بستر باندھ کر پنجاب میں آیا...... اس بے ہنر ملا کی بدمعاشی"

"دجل سے اپنے علم و فضل کی ہوا باندھنا چاہتا ہے"

"اس معلم الملکوت کی مکاری"

"یہ گوبر کے کیڑے کہیں پرورش نہ پا سکیں" (الاصلاح ۹ ستمبر ۳۶ء)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ فی زمانہ کتنے ہیں اس دل گردہ والے جو ایسی ایسی ملاحیاں سننے کے بعد بھی علامہ صاحب کے منہ لگنے کی جرأت کریں؟ درحقیقت علامہ صاحب نے یہ طریقہ اسی واسطے اختیار کیا کہ ہر شریف اور صاحب وقار ان کے اور ان کے کاروبار کے متعلق کچھ کہنے ہی میں اپنی ٹوپی کی خیر سمجھے اور خلاف بولنے کی ہمت ہی نہ کرے اور اس طرح بلا کسی روک ٹوک کے وہ ناواقف مسلمانوں کو بآسانی شکار کر سکیں ــ

قتل کی دھمکیاں

اس گالی بازی کے علاوہ اسی مقصد کے لیئے ایک سلسلہ ان کے یہاں جانی و مالی نقصان کی دھمکیوں کا بھی ہے جہاں کسی اللہ کے بندے نے اپنی صواب دید کے مطابق علامہ صاحب کے عزائم کے خلاف کوئی موثر قدم اٹھایا بس "الاصلاح" یا گمنام پرائیویٹ خطوط کے ذریعہ اس کو ڈرانا دھمکانا شروع کردیا گیا چنانچہ مولانا غلام غوث صاحب سرحدی مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی مدیر "ضیاء الاسلام امرتسر" اور مولانا سید محمد عبداللہ شاہ مدیر "الفلاح پشاور" اور ان کے علاوہ دیگر اور بہت سے ان خدامِ ملت کو جن کی مستقل مساعی علامہ صاحب کے کاروبار میں رکاوٹ ڈال رہی ہیں بارہا قتل تک کی دھمکیاں دی جا چکی ہیں۔

اخباروں پر مشرقی سنسر

اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ جہاں کسی اخبار نے اپنی صوابدید کے مطابق علامہ صاحب کی کسی غلطی یا اُن کی تحریک کی کسی خامی کے متعلق کوئی نکتہ چینی کی، بس علامہ صاحب نے اُس کے ڈرانے دھمکانے کے لیئے ہٹلرانہ دھمکیوں کا ایک سلسلہ شروع کردیا تاکہ اگر اس میں پورا عزم و ہمت نہ ہو تو وہ وہیں خاموش ہو جائے اور پھر نکتہ چینی کا کبھی بھول کر بھی ارادہ نہ کرے ــــ ابھی چند روز کا واقعہ ہے کہ لاہور کے مشہور روزنامے "شہباز" نے (جو خاکسار تحریک کا گرمجوش حامی تھا) علامہ صاحب کے لکھنؤ سے معافی مانگ کر رہا ہونے پر جائز اور مخلصانہ نکتہ چینی کی

علامہ صاحب نے فوراً اپنے خاکساروں کے نام حکم جاری کردیا کہ "شہباز" کی اشاعت بقدر پندرہ سو کے فوراً کم کردی جائے اور اس کے لیئے ہر ممکن جد و جہد کی جائے (الاصلاح ۱۵ ستمبر ۱۹۳۹ء)

چنانچہ اس کے لیئے خاکسار بہادروں نے پورا زور لگایا اور نوبت بانجا رسید کہ جگہ جگہ "شہباز" کے ایجنٹوں اور ہاکروں کو ڈرایا دھمکایا اور بعض جگہ مارا پیٹا اور اس طرح علامہ صاحب کے اس ہٹلرانہ حکم کی تعمیل کی گئی"۔

غرض یہ ہیں وہ طریقے جن کے ذریعے علامہ صاحب نے یہ کوشش کی ہے کہ اُن کے خلاف کوئی موثر آواز نہ اٹھ سکے، ان کی غلطی پر کوئی نکتہ چینی نہ کی جاسکے، اور ان کے خلاف کتاب و سنت انتہائی گمراہانہ عقائد و خیالات پر کوئی تنقید نہ کی جاسکے، اور اگر کوئی مردِ خدا ایسا کرے تو وہ بے اثر رہے اور اس کی کوئی نہ سنے۔

ہماری نزدیک یہ ہی علامہ صاحب کا مرتب اور مرتبط پروگرام جس کے ذریعہ سے آپ اپنے ہمنواؤں اور ہیجیانوں کی ایک دنیا پیدا کرنا چاہتے ہیں بلکہ پیدا کر رہے ہیں اور ہم کو اعتراف ہے کہ تذکرہ کی تالیف واشاعت جس مقصد میں ناکام رہی اب خاکسار تحریک کے پردہ میں وہ اس کی تکمیل میں ضرور کامیاب ہو رہے ہیں۔

چونکہ خلاف توقع بحث بہت طویل ہوگئی اس لیے اسکے منتشر اجزار کو پھر ناظرین کے سامنے اجمالی طور پر پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ ان کو نتیجہ نکالنے میں سہولت ہو۔

خلاصہ بحث اور حاصل کلام

دین ومذہب کے بارہ میں علامہ صاحب کے خیالات ونظریات تو اس مقالہ کے ابتدائی حصہ سے آپ کو بہ تفصیل معلوم ہو چکی ہیں اور علامہ صاحب کی واضح تصریحات اور تحریک کے لٹریچر ہی کے اقتباسات سے آپکو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کو انکے موجودہ راستہ سے ہٹا کر اس دین ومذہب پر لگانا ہے جو علامہ صاحب کے نزدیک اصلی دین اور حقیقی اسلام ہے اور وہ وہی ہے جسکو انھوں نے تذکرہ میں پیش کیا ہے اور جس کی رو سے صرف انگریز اور دیگر اقوام یورپ مسلمان ٹھیرتی ہیں مسلمانوں کو خاکسار تحریک کے دروازہ سے اس راہ پر لانے کے لیے انھوں نے جو پروگرام بنایا ہے وہ یہ ہے کہ تحریک کا بورڈ انھوں نے صرف "فوجی تنظیم اور خدمت خلق" رکھا اور اپنی حیثیت اس میں "مختار ناطق" "امیر" اور "مطاع مطلق امام" کی مقرر کی جس کے بعد جماعت میں داخل ہونے والا ہر شخص انکی ذات کو اختلاف وتنقید سے بالاتر ہستی ماننے پر مجبور ہو اور وہ سب طرف سے گونگا بہرا بن کر ان کی اور صرف ان کی سُنے اور بس خاموشی سے مانے ــــ پھر اپنے مقالوں اور ایڈریسوں کے ذریعہ تسلسل مگر تدریج کے ساتھ انھوں نے اپنے وہ مخصوص خیالات ونظریات خاکساروں کے سامنے پیش کرنے شروع کیے جو اگر براہ راست پیش کیے جاتے اور تحریک کی فریبی چادر انپر نہ پڑی ہوتی تو یقیناً ہر عامی مسلمان بھی ان کو رد کرتا اور مشرقی صاحب کے سایہ سے بھی بھاگتا ــــ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ خطرہ ان کو علماء کی مزاحمت کا تھا کہ وہ مسلمانوں کو میری اس چال سے بچانے کے لیے ضرور میدان میں آئیں گے اس لیے انھوں نے پیشبندی اور حفظ ماتقدم کے طور پر تمام مسلمانوں کی نظروں میں عموماً اور اپنے خاکساروں کی نگاہ میں خصوصاً "علماء" کو ساقط الاعتبار کر دینے کے لیے اپنے قلم کی پوری پوری طاقت صرف کر دی اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر خاکسار اور خاکسار نواز جسقدر دشمن اس دنیا میں "علماء" کا ہے اتنا نہ ہندو کا ہو سکا نہ کسی اور غیر مسلم اور مخالف کا یہ انھوں نے صرف اسی لیے کیا کہ "علماء" اپنے فرض منصبی سے مجبور ہو کر اگر مسلمانوں کو انکے دام ضلالت سے بچانے کے لئے

کوئی جد وجہد کریں تو ان کی کوشش کارگر نہ ہو اور کوئی انکی آواز پر کان دھرنے کو تیار نہ ہو۔

اس کے باوجود بھی کچھ مردانِ خدا جب ان کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے سے باز نہیں آتے اور مسلمانوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کی ہمت کرتے ہیں تو علامہ صاحب کبھی سخت مغلظ گالیوں کی بوچھار اور شرمناک بہتانوں کی بارش سے اور جب یوں بھی کام نہیں چلتا تو قتل و غارت کی دھمکیوں سے انکی زبان بند کر دینا چاہتے ہیں۔

غرض یہ ہے ہمارے نزدیک خاکسار تحریک کی حقیقت، اُس کا مقصد اور پروگرام، اور ہم کو اعتراف ہے کہ علامہ صاحب کا منشا اس تحریک کے پردہ میں خوب پورا ہو رہا ہے، اور ہم اپنے تحقیقی اور قابل وثوق معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ تحریک میں شامل ہونے والے وہ سادہ لوح جو ابتداءً صرف "فوجی تنظیم" اور "خدمت خلق" کے نام پر داخل ہوتے ہیں آہستہ آہستہ مذکورہ بالا پرپیچ راستوں سے اُسی منزل پر پہونچ جاتے ہیں جو علامہ صاحب کی منزلِ مقصود ہے، وہ علامہ صاحب کو نہ صرف ایک پیشوائے دین، بلکہ دین و مذہب کا واحد عارف اور ماہر بھی سمجھنے لگتے ہیں اور چند روز کے بعد وہی "تذکرہ" والی مشرقی بولی بولنے لگتے ہیں۔

خاکسار تحریک کے مقصد، رفتارِ عمل، اور اِن نتائج کے معلوم ہو جانے کے بعد اسکے بارے میں مذہب کا فیصلہ بالکل ظاہر ہے کہ وہ ایک خالص گمراہانہ تحریک ہے اور اس کا مقصد اور نتیجہ مسلمانوں میں الحاد کا پھیلنا ہے۔

یہاں تک کی ہماری ساری بحث صرف مذہبی پہلو سے تھی اب انشاءاللہ سیاسی حیثیت سے اس پر غور کرنا ہے۔

خاکسار تحریک کا سیاسی پہلو

علامہ صاحب نے خاکسار تحریک کے "مقصد" کے سلسلہ میں ایک اعلان تو یہ کیا تھا کہ اس کا مقصد مولوی کے بتائے ہوئے غلط مذہب کو فنا کر کے "اصلی اسلام" کو رائج کرنا ہے"۔ (وہی اصل اسلام جس کو علامہ صاحب اصلی سمجھتے ہیں) پھر اس مقصد کے لئے جو راستہ انھوں نے تجویز کیا ہے اس کی پوری تفصیل اور اسکی کامیابی کے امکانات اور اس کا انجام نیز اس پر تنقید بھی آپ ملاحظہ فرما چکے۔

ایک دوسرا اعلان اُن کا جس سے تحریک کا سیاسی منتہا معلوم ہوتا ہے یہ ہے۔

خاکسار سپاہی کا نصب العین روئے زمین کی بادشاہت اور اپنے نیک عمل کے ذریعہ سے قوم کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہے" (خاکسار تحریک کے چودہ نکات میں کا نواں نکتہ)

اس میں کیا شک کہ اس سے زیادہ شاندار اور بلند تر نصب العین کوئی اور نہیں ہو سکتا فی الحقیقت مسلمان کیلئے ان لفظوں

یں بھی بڑی کشش اور بڑی جاذبیت ہی لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کے خوش کن اور دلکش لفظ صرف بول دینے اور لکھ دینے سے قوم کی قسمت نہیں پلٹتی اور نہ صرف کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ نصب العین مقرر کر لینے سے کسی تحریک یا جماعت کی بہتری اور برتری کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے بلکہ یہاں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس نصب العین" انتہا تک پہنچنے کا راستہ ان کے پاس کیا ہو؟ اور کس رفتار سے وہ اس کی طرف چل رہے ہیں۔ ایسا تو نہیں کہ یہ صرف لفظوں کی بھول بھلیاں ہوں، یا راستہ انھوں نے بجائے "منزل حجاز" کے "انگلستان" کا اختیار کر رکھا ہو، اور ان کے ساتھ لگ کر قوم کی بہترین طاقت اور عزیز ترین وقت ضائع ہو رہا ہو۔

اس کے لئے جب علامہ صاحب سے سوال کیا جاتا ہے کہ آپ کا پروگرام کیا ہے؟ اور آپ کی آیندہ تجویز و تدبیر کیا ہوگی؟ — تو جواب معمہ کی زبان میں یہ ملتا ہے کہ

"اینٹ چونا، گارا جمع کرنے سے پہلے مکان کا نقشہ نہیں بتا سکتا، پہلے دیکھوں گا کہ مصالحہ کسقدر موجود ہے (قول فیصل نمبر ۲۳ صفحہ ۵)

کبھی فرمایا جاتا ہی کہ

"طریقے ہم اس وقت سوچیں گے جس وقت کسی معنوں میں صلاحیت رکھیں گے مکان کا مصالحہ موجود نہیں تو مکان کے لمبے چوڑے نقشے بنانے سے کیا حاصل (جھوٹ کا پول ص۱۵)

گویا ابھی تک علامہ صاحب نے یہ سوچا بھی نہیں ہی کہ انھیں یہ مقصد کس طرح حاصل کرنا ہی اور اس کیلئے کیا امکانات ہیں بہرحال علامہ صاحب نے آجتک نہیں بتلایا کہ جس ترنصب العین کا انھوں نے اعلان کیا ہی اس تک پہنچنے کیلئے ان کے پاس کونسا راستہ اور کیا لائحہ عمل ہے، اب ایک ہی صورت رہجاتی ہی اور وہ یہ کہ اپنی فکر و بصیرت کو معطل کر کے بس علامہ صاحب کی حسن نیت اور حسن تدبیر پر اس طرح اعتماد کر لیا جائے جس طرح خدا کے پیغمبروں پر کلی اعتماد کیا جاتا ہی اور بس آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے ہو لیا جائے

اب دیکھنا یہ ہی کہ کیا واقعی علامہ صاحب کی بصیرت اور انکی سیاسی قابلیت و عزیمت پر ایسا اعتماد کیا جا سکتا ہے اور کیا قوم کو اندھا دھند ان کے پیچھے چل پڑنے کا مشورہ دیا جا سکتا ہی؟

کیا علامہ صاحب اس قابل ہیں کہ ان پر پیغمبر کی طرح اعتماد کر لیا جائے

اس میں کوئی شک نہیں کہ بلا وجہ بدگمانی بہت بری چیز ہی، لیکن یہ بھی حقیقت ہی کہ کسی شخصیت کو بلا اچھی طرح

بہ رکھے، قوم کے سیاہ و سپید بلکہ اس کی موت و حیات کا مالک بنا دینا انتہا درجہ کی حماقت ہے ــــ ہم علامہ صاحب کے بارہ میں ان کی زندگی کے تمام دوروں اور ان کی تحریروں کو سامنے رکھکر جتنا زیادہ غور کرتے ہیں اسیقدر ان کی ذات "غیر واضح" اور اس منصب جلیل اور کار عظیم کے قطعاً ناقابل نظر آتی ہے۔

شکوک و شبہات کی تاریخی

تھوڑی دیر کے لیے اُن کے مذہبی عقائد و خیالات سے قطع نظر کر لیجئے، نیز اس سے بھی بالکل قطع نظر کر لیجئے کہ وہ ایک عرصہ تک گورنمنٹ برطانیہ کے انتہائی معتمد اور اعلےٰ درجہ کے وفادار اعلیٰ عہدہ دار رہے ہیں جن کی وفاداری اور سرکاری خیر خواہی پر گورنمنٹ کو بھی پورا پورا اعتماد رہا ہے[۱] اس سے بھی بالکل صرف نظر کر لیجئے کہ گورنمنٹ اب بھی ان کو پنشن دے رہی ہے، اس کو بھی نظر انداز کر دیجئے کہ "انگریزی سرکار" جو کسی مؤثر طاقت کا بننا اور وہ بھی مسلمانوں کی "فوجی طاقت" کا تیار ہونا کسی طرح بھی ٹھنڈی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور اس کے برباد کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی حیلہ نکال ہی لیتی ہے وہ علامہ صاحب کی اس فوجی اور تشدد کی لائنوں پر چلنے والی تحریک کو پوری خوشگواری کے ساتھ برداشت کر رہی ہے اور اس کو بھی چھوڑ دیجئے کہ وہ انگریزوں کو "مومن کامل"، "صالح و متقی"، "منصور من اللہ" اور "محبوب خدا" ثابت کرنے میں اپنا پورا زور قلم صرف کر دیتے ہیں بلکہ کر چکے ہیں اسکو بھی چھوڑیئے کہ بہت سے کھلے سرکار پرست جن کا کوئی قدم سرکار کے چشم و ابرو دیکھے بغیر کسی سمت میں نہیں اٹھتا حتیٰ کہ ہنر و بلوچستان کے مستقل وظیفے پانے والے سردار صاحبان بھی جن کا مستقل پیشہ ہی سرکار کی خیر خواہی اور انگریزوں کی مشکل کشائی ہے علامہ صاحب کی تحریک میں شامل ہیں ــــ غرض دوسری قسم کے "شکوک و شبہات پیدا کرنے والے" ان تمام صحیح واقعات سے بالکل صرف نظر کر کے اور ان کو ملت کے حق میں مخلص اور نیک نیت ہی فرض کر کے بھی جب ہم اُن کے بارہ میں غور کرتے ہیں تو یہ چند چیزیں ہم کو ان کی ذات میں بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔

(۱) دماغ کا عدم توازن

ایک یہ کہ اُن کا دماغ نہایت غیر متوازن ہے، اور ان کے سامنے کوئی متعین لائحہ عمل نہیں ــــ خاکسار تحریک کے لٹریچر ہی کو اگر کوئی صاحب نظر بغور دیکھے تو وہ سب سے پہلے اسی نتیجہ پر پہنچیگا کہ اس کا لکھنے والا جسقدر جوشیلا ہے اس سے زیادہ پراگندہ دماغ ہے جس کے سامنے کوئی مفصل لائحہ عمل اور متعین اصول کار نہیں ہے۔

پراگندہ دماغی کی ایک مثال

طول و اطناب سے بچنے کے لئے ان کی پراگندہ دماغی اور تلون مزاجی کی صرف ایک مثال بیان پیش کی جاتی ہے جس کا اُن کی عملی پالیسی سے خاص تعلق ہے اور اس سے اُن کی سیاست دانی کا جوہر بھی کھل جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے

[۱] ملاحظہ ہو علامہ صاحب کی سوانح حیات مع ہر قول فیصل نمبر صفحہ ۲۳ ۷۷

پہلے "تذکرہ" میں انہوں نے گاندھی جی کی عدم تشدد کی جنگ کو حضرت مسیحؑ کی کشورکشا اور آسمانی تعلیم لکھا اور اس کا منتہا غلبہ وحکومت بتلایا (ملاحظہ ہو تذکرہ صفحہ ۱۳)

لیکن اس کے بعد "قول فیصل" میں اور اس کے علاوہ بھی دوسرے بہت سے مقالات میں بڑی زور کے ساتھ اس کو زنانہ فلسفہ، ہندوانہ فلسفہ اور شیطانی فعل لکھا — اور پھر حکومت یو۔پی کے مقابلہ میں اسی کو جہاد قرار دیا خود بھی سول نافرمانی کر کے گرفتار ہوئے اور سینکڑوں خاکساروں کو گرفتار کرایا — مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر علامہ صاحب کی چند اصل عبارات بھی درج کر دی جائیں —

عدم تشدد کی جنگ حضرت مسیح کی کشورکشا آسمانی تعلیم ہے۔

تذکرہ میں جہاں آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا مقصد و منتہا غلبہ وقوت اور سلطنت و حکومت تھا اور سب پیغمبر اسی مقصد کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے وہاں یہ شبہ کیا جا سکتا تھا کہ حضرت مسیح کی تعلیم تو یہ تھی کہ جو تمہارے ایک رخسارے پر طمانچہ لگائے اس کے سامنے دوسرا بھی کر دو اور جو تمہاری چادر چھینے اس کو اپنا کرتا بھی اتار کر دے دو! اس تعلیم پر عمل کرنے سے کیونکر کوئی قوم غالب وحکمران بن سکتی ہے؟ — اس پیدا ہونے والے شبہ کا جواب دیتے ہوئے علامہ صاحب لکھتے ہیں —

"ابھی دو برس نہیں گذرے اسی طمانچے والی حلیم بنانے والی تعلیم کے ایک جزو قلیل کو سرزمین ہند کے ایک عقلمند اور باعمل سیاسی رہنما نے صحیح طور پر لیا اور اگرچہ اس کی تمام منطق کو سمجھنے سے وہ فی الجملہ قاصر رہا لیکن اسپر کما حقہ عمل پیدا کرنے کی سعی کی اور لوگوں کو اس اصل روحانیت کی ترغیب اور وراثت زمین کا نصب العین پیش کر کے چند مہینوں کے اندر وہ ماحول پیدا کر دیا کہ انگریزی حکومت کے اوسان خطا ہو گئے (مقدمہ تذکرہ اردو صفحہ ۱۳)

پھر حاشیہ میں اس "باعمل اور عقلمند سیاسی رہنما" کو متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

"اس رہنما کا نام موہن داس کرم چند گاندھی ہے (المتولد ۱۲ ۹ ۱۸۶۹ء)"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ گاندھی جی کا اختیار کردہ عدم تشدد کے ساتھ سول نافرمانی کا طریقہ "علامہ صاحب" کے نزدیک حضرت مسیح کا لایا ہوا آسمانی فلسفہ اور الٰہی تعلیم ہے اور اس کا منتہا بھی غلبہ وحکومت ہے" — لیکن اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے!۔

سول نافرمانی زنانہ فلسفہ مضحکہ انگیز اصول او ہندو فلسفہ ہے

قول فیصل میں زیرعنوان "گاندھی کی زنانہ لیڈری اور ہندو فلسفہ کا عروج" لکھتے ہیں

"تمہارا زنانہ لیڈر (گاندھی) اس زنانہ قوم کا سردار تھا جس نے تمام عمر تلوار ہاتھ میں نہیں پکڑی مرد میدان ہو کر ایک جنگ نہ لڑی صد ہا سال سے ایک قلعہ فتح نہ کیا، وہ بیچارہ اپنی قوم کو آزادی کے طریقے اس کے سوا کیا سکھلاتا کہ تم مار کھانے کی نشانی ہو مار کھایا کرو، تم نے ہمیشہ سے کسی کو دکھ نہیں دیا اس لئے عدم تشدد کیا کرو! . . . . انصاف سے کہو کہ لنگوٹی پہننے والا ننگ دھڑنگ بھاتما تمھیں اور کیا سکھلاتا، اس غریب نے اپنی قوم کو کسی اور کام کے لایق نہ دیکھ کر "ستیاگرہ" اہمسا، عدم تشدد، سول نافرمانی، ترک موالات وغیرہ وغیرہ کے وہ مضحکہ انگیز اصول ہندو فلسفہ کے نام سے جاری کئے کہ ایک دنیا دنگ رہ گئی"۔

پھر اسی سلسلہ میں چند سطر بعد لکھتے ہیں

اس وقت جو خطرناک نقصان اسلامی سیاست کو ہندو کانگریس سے پہنچ رہا ہے یہ ہے کہ قوم کے سامنے ہر رنگ میں وہی ہندو فلسفہ پیش پیش ہے قانون حکومت کو توڑنے کی ناکام آرزو میں جیل خانوں میں جانا، گولیوں کے لئے سینے سامنے کر دینا، دشمن کو کچھ نقصان نہ پہنچانا، اور آپ فنا ہو جانا لڑائی میں صرف مرنے کے لئے جانا، جتھے بھیج کر گرفتار ہو جانا، جیل خانوں اور قید کو باعث عزت سمجھنا، سول فرمانی سے اپنے مطالبات پورے ہونے کی امیدیں رکھنا، نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لینا، جلوس نکالنا، ہڑتال کرنا، احتجاج کے ریزولیوشن پاس کرنا وغیرہ وغیرہ ہر اسلامی مذہبی اور سیاسی تحریک کے دستور العمل کا لب لباب ہیں، مسلمان رہنما اب اس پروگرام کی تقلید کے سوا کوئی دوسری شے وضع نہیں کر سکتے، اسلام کا فلسفہ عمل مات ہو چکا ہے ہندوانہ طریقہ کار قوم کے ذہن پر غالب ہے، گاندھی کی ذہنیت مسلمان قوم پر ابتک جاری ہے"۔

مسلمان تیرہ سو برس تک اسلام کے معنی اطاعت اور فرمانبرداری سمجھ کر آج یہ سمجھ نہیں سکتا کہ وہ جرنیل بڑا بے وقوف اور ناحقیقت شناس تھا جس نے اپنی فوج کو نافرمانی کا سبق دیا، پس ایسا لیڈر جس نافرمانی کی ہوا پیدا کرنا خواہ نافرمانی دشمن ہی کی کیوں نہ ہو بڑا خطرناک سبق ہے"۔

دشمن کی نافرمانی بھی شیطنت ہے

پھر چند سطر بعد اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

اطاعت لامحالہ ایک روحانی عمل اور نافرمانی ایک شیطانی جذبہ ہے، کانگریس نے اپنے رہنما کی اطاعت کی روحانیت پیدا کرنے کے بجائے اپنے دشمن کی نافرمانی کی شیطنت پیدا کرنے کا تہیہ کر کے ملک میں ابتری پھیلا دی۔" (قول فیصل نمبر ۲ ص ۱۸)

اگرچہ علامہ صاحب کی ان عبارات کے ایک ایک فقرہ پر بڑا دلچسپ تبصرہ کیا جا سکتا ہے اور حکومت یو۔پی کے مقابلہ میں ان کی تازہ جنگ "سول نافرمانی" کو سامنے رکھ کر اس کو اور زیادہ پر لطف اور رنگین بنایا جا سکتا ہے مگر چونکہ اس مقالہ میں ہم نے صرف اصل حقائق ہی کو پیش کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اس لیے ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے، ناظرین کرام خود ہی غور فرمائیں کہ یہ شخص کس اصول اور کس دماغ کا ہے جو دشمن طاقت کی نافرمانی کو بھی کار شیطنت قرار دیتا اور سپاہی کا فرض یہ بتلاتا ہے کہ وہ دشمن کے احکام کی بھی اطاعت ہی کرے نافرمانی نہ کرے۔ (اس سیاست دانی پر یہ خواہش ہے کہ سب اندھے بہرے اور گونگے ہو کر میرے پیچھے چلے چلیں اور خاموشی سے میری اطاعت کریں)

ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہاں ہم کو اُن کے اس خیال پر تنقید کرنی نہیں ہے بلکہ ہم اپنے ناظرین کو اس جگہ صرف یہ دکھلانا چاہتے تھے کہ گاندھی جی کی عدم تشدد کی جس پالیسی کو "تذکرہ" میں علامہ صاحب نے حضرت مسیح کی کشورکشا آسمانی تعلیم" لکھا اسی کو "قول فیصل" میں زنانہ فلسفہ، ہندوانہ فلسفہ، مضحکہ انگیز اصول اور شیطانی فعل قرار دیا ــــــ اور پھر حکومت یو۔پی کے مقابلہ میں اُسی کو خود اختیار کیا بلکہ اس کو اسلامی جہاد کی اہمیت دی، خود بھی سول نافرمانی کر کے چپ چاپ "جیل گئے" اور سینکڑوں خاکساروں کو اسی زنانہ فلسفہ اور بقول خود ہندوانہ فلسفہ سول نافرمانی کے ماتحت جیل بھجوایا۔ بلکہ گولیوں کا نشانہ بنوایا۔

اسی ایک مثال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علامہ صاحب کے مزاج میں کس قدر تلوّن اور خیالات میں کیسی پراگندگی ہے، اور یہ کہ انکے سامنے جدّ و جہد اور سعی و عمل کا کوئی متعین رستہ اور اس کے لیے کوئی خاص روشنی نہیں ہے۔

وہ آٹھ سال سے متواتر اپنے بلند بانگ دعووں کے ذریعہ قوم کو یہ یقین دلاتے رہے کہ جب ان کے لیے جدوجہد اور کسی طاقت سے ٹکر لینے کا وقت آئیگا تو بس آگ اور خون کی جنگ ہو گی، اور وہ ہو گا جو اب تک کبھی نہ ہوا ہو گا اور وہ وہ کر دکھائیں گے جو کسی نے نہ کیا ہو گا، لیکن جب وقت آیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب محض دعوے تھے اور تعلّیاں تھیں ورنہ ان کے پاس بھی اُسی لنگوٹ بند ننگ دھڑنگ مہاتما گی تقلید کے سوا

اور کوئی خاص روشنی نہیں ہے

(۲) بے باکانہ اور بے پناہ جھوٹ

اس پراگندہ دماغی اور بے اصولے پن کے علاوہ ان کی ایک نمایاں ترین خصوصیت انتہائی بیباکی کے ساتھ بے پناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ لکھنا ہے اور ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس بارہ میں انھوں نے پیشہ ور قسم کے اشتہاری دوا فروشوں کو بھی مات کر دیا ہے ہم کو اندازہ ہے کہ ہمارے اکثر ناظرین کو بھی اس دعوے سے ضرور حیرت ہوگی اور شاید وہ اس کو مبالغہ سمجھیں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو شخص آٹھ سال سے ان کی زندگی اور ان کے اخبار الاصلاح کا تنقیدی نظر سے مسلسل مطالعہ کر رہا ہوگا وہ ہمارے اس دعوے سے لفظ بہ لفظ متفق ہوگا، ہم ان کے اس قسم کے جھوٹوں کی درجنوں بلکہ بیسیوں پچاسوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں لیکن یہاں عدم گنجائش کی وجہ سے صرف ایک دو ہی مثالوں پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور ہیں

حیرت انگیز جھوٹ کی چند مثالیں

ستمبر ۳۵ء میں علامہ صاحب نے اعلان کیا کہ دسمبر کی آخری تین تاریخوں میں پچاس ہزار خاکساروں کا عظیم الشان اجتماع دہلی میں ہوگا۔" پھر اس مظاہرہ سے مسلمانوں کو متاثر کرنے کی غرض سے اس تماشہ کو کامیاب اور شاندار بنانے کیلئے انھوں نے جو کھیل کھیلے اور جو جو اعلانات کئے وہ جھوٹ اور فریب کی حیرت انگیز مثالیں ہیں۔

(۱) انھوں نے اعلان کیا کہ اس اجتماع میں داخلہ کا ٹکٹ صرف خاکی وردی اور بیلچہ اور اخوت کا نشان ہے" دیکھئے الاصلاح ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء) اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ تماشے کے بہت سے شوقین اسی حیلہ سے خاکسار بن جائیں

(۲) نومبر ۳۵ء ہی کے بعض اخبارات میں انھوں نے اعلان کرایا کہ اس اجتماع میں حضور نظام بھی شرکت فرمائیں گے اور خاکساروں کی طرف سے حضور کو ایک سو ایک گولوں کی سلامی دی جائیگی (انقلاب (نومبر ۳۵ء)

لیکن ریاست حیدرآباد سے اطلاع آگئی کہ "یہ اطلاع از سرتا پا غلط ہے (مجاہد لاہور ۳۰ نومبر ۳۵ء)

حضور نظام کی شرکت کے اس جھوٹے اعلان سے علامہ صاحب کا جو مقصد ہو سکتا تھا وہ بھی بالکل ظاہر ہے

(۳) اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز مگر دلچسپ اور بہادرانہ جھوٹا اعلان انھوں نے یہ کیا کہ

جلالۃ الملک ابن سعود بادشاہ حجاز نے ادارہ علیہ ہند یہ کو یہ **اجازت** دی ہے کہ وہ ایک ہزار باوردی اور بابیلچہ خاکساروں کو جو حج کرنا چاہتے ہیں اپنے انتظام کے ماتحت ۳۶ء میں بھیجے ہر

مسلمان جو خاکساروں کی سپاہیانہ قواعد عمدگی سے جانتا ہو اس تعداد میں شامل ہوسکتا ہے، جہاز کا کرایہ کراچی سے جدہ تک صرف ایک سو اسی روپیہ ہے جدہ اُترتے ہی ان حاجیوں کا تمام خرچ جو چار سو روپیہ فی نفر ہے حکومت حجاز خود ادا کرے گی **ان حاجیوں کا انتخاب دہلی کے اجتماع کے موقع پر ہوگا** (الاصلاح ۱۳ ستمبر ۳۵ء)

پھر ۱۱ اکتوبر کے الاصلاح میں لکھا گیا۔ کہ

جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کی ایک ہزار حاجیوں کی **دعوت** کے متعلق متعدد اعلانات ہو چکے ہیں ہر خاکسار یا غیر خاکسار جس کے پاس دو سو روپیہ نقد موجود ہو اپنی درخواست ایک روپیہ ٹکٹ داخلہ کے ساتھ دے کر اس فہرست میں داخل ہوسکتا ہے۔

پھر اُسی سال وسط نومبر میں "قول فیصل نمبر" شائع ہوا کے آخری صفحہ کی بالکل آخری تین سطروں میں "دہلی کے اجتماع" کے اعلان کے ساتھ **ایک ہزار حاجیوں کے انتخاب** کا جلی عنوان دیکر یہ اطلاع بھی درج ہے۔

آیندہ حج یعنی فروری ۳۶ء کے آخر میں ایک ہزار خاکسار حج کو جائیں گے ہر مسلمان جو خاکساروں کی قواعد عمدگی سے جانتا ہے اس تعداد میں شامل ہوسکتا ہے جہاز کا کرایہ کراچی سے جدہ تک صرف ایک سو اسّی روپیہ ہے جدہ اُترتے ہی ان حاجیوں کا تمام خرچ جو (۴۰۰ فی نفر ہے) حکومت حجاز خود ادا کرے گی ان حاجیوں کا انتخاب دہلی کے اجتماع کے موقع پر ہوگا"

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ کس بے باکی کے ساتھ الاصلاح میں مہینوں یہ اعلان کیا گیا کہ سلطان ابن سعود نے ایک ہزار خاکسار حاجیوں کو دعوت دی ہے اور کرایہ جہاز کے علاوہ اُن کے تمام دیگر مصارف کی ذمہ داری لی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ بھی صرف دہلی کے اُس مظاہرے یا تماشے کو کامیاب بنانے اور اسکی رونق بڑھانے کے لئے محض جھوٹا اور بالکل جھوٹا پروپیگنڈا تھا۔

چنانچہ پہلے مکہ معظمہ کے رئیس المعلمین مولوی عبدالرحمن صاحب مظہر کیطرف سے اور پھر حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات کی طرف سے اخبارات میں اس کی تردید کی گئی اور انتباہ کیا گیا کہ کوئی شخص اس دھوکہ میں آکر بلا پورے سفر خرچ کے گھر سے نہ نکل پڑے حکومت حجاز نے اس قسم کی کوئی دعوت نہیں دی ہے ۔۔ لیکن ناظرین کرام کو یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوگی کہ اس کے باوجود بھی علامہ صاحب اپنے "الاصلاح" میں اسی دم خم کے ساتھ وہی اعلان فرماتے اور ان تردیدی اعلانات کو دشمنوں کا حاسدانہ پروپیگنڈا بتلاتے ہے (الاصلاح ۲۹ نومبر ۳۵ء)

یہاں تک کہ آخر میں خود حکومت حجاز نے اپنے ایک خصوصی سرکاری اعلان (کمیونک نمبر ۲۷ مجریہ ۸ رشوال المکرم سنہ ۵۷ھ)
کے ذریعہ اس کی تردید کی اُس عربی کمیونک کا اردو ترجمہ یہ ہے:-

"جلالۃ الملک کی حکومت کو اطلاع ملی ہے کہ ہندوستان میں یہ خبر شائع ہوئی اور ہندوستان کے اخبارات میں چھپی ہے کہ جلالۃ الملک نے ایک ہزار ایسے اشخاص کو جو "تشکیلات الخاکسار" کے تابعین ہیں اس سال فریضہ حج ادا کرنے کی دعوت دی ہے نیز یہ کہ جدہ کے ساحل پر قدم رکھتے ہی ان کے تمام اخراجات جلالۃ الملک کی حکومت برداشت کرے گی"۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد محض خود ساختہ اور من گڑھت ہے۔ بنا بریں جلالۃ الملک کی حکومت اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتی ہے کہ اس نے اس قبیل کی دعوت کبھی اور کسی حالت میں بھی جاری نہیں کی حکومت اس خبر کی صحت سے انکار کرتی اور اُسے جھوٹا قرار دیتی ہے"۔

اسی ایک واقعہ سے دروغ بیانی اور جھوٹے اشتہاری پروپگنڈے کے بارہ میں علامہ صاحب کی بے مثال بیباکی اور جسارت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، درحقیقت یہ سارا ڈھونگ اس لئے رچایا گیا تھا کہ کچھ نئے "احمق" اس حج کے بہانے سے اور پھنس جائیں اور دہلی کے مظاہرے کی کچھ رونق بڑھ جائے۔

لیکن ناظرین کرام کو یہ معلوم کر کے تعجب ہو گا کہ ان تمام چالوں اور ہتھکنڈوں کے بعد بھی پچاس ہزار بجا پانچ ہزار کا بھی اجتماع نہ ہوا۔

ناظرین کرام باور فرمائیں کہ اس قسم کے جھوٹے پروپیگنڈے کی مثالیں علامہ صاحب کے یہاں اتنی کثرت سے ہیں کہ اگر صرف اُنہی کو ہم جمع کریں تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے لیکن ہم بقصد اختصار سب کو نظر انداز کر کے صرف لکھنؤ کے تازہ ترین واقعہ کے ذکر پر اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔

جن حضرات کو علامہ صاحب کی شروع ستمبر کی پہلی گرفتاری اور رہائی کے حالات کسی خاص ذریعہ سے معلوم ہیں اُن کے نزدیک یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ علامہ صاحب نے بقلم خود اُس معافی نامہ پر دستخط کئے جو حکومت یو-پی کو پیش کیا گیا اور جس کی بنا پر اُن کی رہائی عمل میں آئی۔ لیکن پنجاب پہنچ کر جب اُنھوں نے دیکھا کہ اس معافی نامہ کی وجہ سے اُن کی سخت رسوائی ہو رہی ہے اور ان کا برسوں کا بنایا ہوا کھیل بگڑ رہا ہے تو وہ اُس سے صاف منکر ہو گئے اور اس سلسلہ میں اُنہوں نے ایسا سفید جھوٹ بولا جس کی توقع کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بازاری آدمی سے بھی مشکل کی جا سکتی ہے راقم الحروف تو اُن لوگوں میں سے ہے جس کو مخصوص قابل وثوق ذرائع سے یہ واقعہ معلوم ہے اور بالیقین معلوم ہے لیکن اگر

کوئی اور انصاف پسند اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہے تو جناب حافظ احمد حسین صاحب ایم۔ ایل۔ سی۔ اور جناب واجد حسین صاحب رضوی کے مندرجہ ذیل بیان سے اصل واقعہ کے متعلق اپنا اطمینان کرسکتا ہے' یہ دونوں صاحبان بلند مرتبہ صاحبِ وجاہت اور اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں' کانگرسی نہیں ہیں' بلکہ کانگریس کے کھلے مخالف ہیں اور یہی صاحبان علامہ صاحب کے اس معاملہ میں حکومت اور جناب "علامہ" کے مابین سفیر کی حیثیت رکھتے تھے جب علامہ صاحب نے لاہور جاکر اپنے دستخطوں سے قطعی انکار کیا تو ان حضرات نے اپنی ذمہ داری محسوس کرکے حکومت یوپی کے چیف سیکرٹری کو ذیل کا مشترکہ خط لکھا۔

جناب چیف سیکرٹری صاحب! تسلیم

علامہ عنایت اللہ مشرقی کی تحریر مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۹ء میرے اور سید واجد حسین کے نام جو کہ میں نے آپ کو ۲ ستمبر ۳۹ء کو دی تھی وہ میری اور سید واجد حسین کے روبرو شاہ دین اسلم ید الاصلاح نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی اور اس پر ہم دونوں کے سامنے علامہ مشرقی نے دستخط کئے تھے، دوئم یہ کہ جو خط کہ آپ نے لفافہ میں بند کرکے مجھ کو کرنل جعفری کے نام دیا تھا وہ ہم نے بجنسہ کرنل موصوف کو دیدیا تھا اور انھوں نے خود اپنے ذریعہ سے اس تحریر پر جو کہ لفافہ میں بند تھی علامہ مشرقی اور اُن کے پانچ چھ ساتھی خاکساران کے دستخط ہم دونوں کے روبرو افسران جیل نے بنوائے، ہم نے خود علامہ مشرقی کو دستخط کرتے ہوئے دیکھا اور ان کو ہم خوب پہچانتے ہیں' یہ تحریر افسران جیل کے پاس رہی ہم نہیں لائے نہ ہم سے اس سے کچھ واسطہ تھا اس کے بعد علامہ مشرقی وغیرہ رہا کردیئے گئے"

حافظ احمد حسین ایم۔ ایل۔ سی۔ سید واجد حسین رضوی ——— (شہباز لاہور ۲۲ ستمبر ۳۹ء)

اس خط کی پہلی سطر میں علامہ کی جس دستخطی تحریر بنام حافظ احمد حسین و واجد حسین رضوی کا ذکر ہے اور جو ان دونوں صاحبان کی وساطت سے چیف سکرٹری صاحب کو پہنچی تھی وہ یہ تھی۔

محترم حافظ احمد حسین صاحب ایم۔ ایل۔ سی! و محترم سید واجد حسین رضوی مرادآبادی! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دفعہ ۱۰۰ کے نوٹس کی واپسی کے بعد میں ایک سال صوبہ متحدہ نہ آؤں گا نہ خاکساروں کے جتھوں کو کسی دوسرے صوبہ سے آنے کا حکم یا اجازت دوں گا' صوبہ متحدہ کے خاکساروں کو ہدایت ہوگی کہ لکھنؤ کے شیعہ' سنی قضیہ میں دخل نہ دیں' آپ اس خط کو اطمینان کے واسطے حکومت کے چیف سکرٹری کو دے سکتے ہیں" تحریر ۲ ۹/۳۹ عنایت اللہ

بہرحال واقفانِ حال کے نزدیک یہ بالکل یقینی اور غیر مشکوک واقعہ ہے کہ علامہ صاحب نے اپنا دستخطی معافی نامہ پیش کرکے رہائی حاصل کی اور حافظ احمد حسین صاحب ایم - ایل - سی و سید واجد حسین صاحب رضوی کے مندرجہ صدر واضح بیان کے بعد تو دوسروں کے لئے بھی شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہی، ــــ اگرچہ ایک عقلی احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ علامہ صاحب ہی کا بیان صحیح ہو اور یہ دونوں صاحبان غلط بیانی سے کام لے رہے ہوں لیکن جب کہ علامہ صاحب کے متعلق یہ معلوم ہی ہے کہ وہ اس فن میں خاص کمال رکھتے ہیں اور اس قسم کے صریح جھوٹ بولنا انکی آزمودہ عادت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس معاملہ میں ان معزز گواہوں کو اُن کے مقابلے میں سچا نہ سمجھا جائے ــ

علامہ صاحب کے اس کمال پر ایک خاص گواہی

جن دنوں علامہ صاحب لکھنؤ پہنچے اور پھر معافی نامہ داخل کرکے وہاں سے واپس ہوئے اتفاق سے مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی بی - اے - مدیر "صدق" اُن دنوں لکھنؤ ہی تشریف فرما تھے وہاں جو کچھ ہوا اور جس طرح علامہ صاحب کی "شاندار آمد" اور پھر "شاندار رفت" ہوئی وہ مولانا کے علم میں تھی، لیکن اسکے بعد "الاصلاح" میں جو روداد اس "آمد و رفت" کی علامہ صاحب نے شائع فرمائی اس کو دیکھ کر محترم مولانا کو لکھنا پڑا - کہ

> قیام لکھنؤ، گرفتاری، توبہ نامہ، رہائی، شرائط رہائی کی جو روداد "ادارہ علیہ" کے ترجمان "الاصلاح" میں شائع ہوئی ہے، اسکے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ "داستان امیر حمزہ" تصنیف کر ڈالنے والے دماغ اب دنیا سے ناپید ہوگئے ہیں؟

علامہ صاحب کے اس ورودِ لکھنؤ کے موقع پر محترم مولانا عبدالماجد صاحب کو علامہ صاحب سے ملنے اور مشافہۃً بات چیت کرنے کا بھی موقع مل گیا اور پورے دو گھنٹہ تک "باریابی" رہی یعنی اچھی خاصی طویل اور مفصل ملاقات میں علامہ صاحب کے متعلق جو کچھ محترم مولانا نے سمجھا وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے ــ

> عقائد کی بحث چھوڑیئے، فہم قرآن کا سوال الگ رکھئے، کہ ان میں سے کونسا راز اب سربستہ ہے؟ لیکن اتنا تو خیال بہرحال تھا کہ بانی تحریک ایک عالی دماغ، باہمت انسان ہوگا، اور اعلیٰ تنظیمی قابلیت اور جرأت کا حصہ دار ــ یہ اندازہ تو اب جاکر ہوا کہ یہاں ہر خانہ کی خانہ پری کے لئے اعتماد صرف پروپیگنڈا کی قوت پر، اور یہ کہ سارا دفتر خاکساری "غالب" کے اس شعر کی شرح ہے
>
> آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے — ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں
>
> (صدق، یکم اکتوبر ۳۹ء)

واضح رہے کہ مولنا عبدالماجد صاحب نے اس ملاقات سے دو ہی چار روز پہلے اسی اخبار "صدق" کی اس سے پہلی اشاعت میں خاکسار تحریک کے متعلق ایک گونہ حسن ظن کا اظہار فرمایا تھا اور یہ تو مولنا موصوف نے ان سطور میں بھی ظاہر فرمایا ہے کہ وہ علامہ صاحب کے متعلق یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ وہ ایک عالی دماغ اور باہمت انسان ہوں گے غیر معمولی جرأت اور تنظیمی قابلیت رکھتے ہوں گے"، لیکن ممدوح نے جب خود علامہ صاحب سے ملاقات کی اور "الاصلاح" میں انکی بے پناہ اور اشتہاری دوا فروشوں کو مات دینے والی غلط بیانی کو دیکھا تو موصوف اس نتیجہ پر پہونچے کہ "خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم"

(۳) ذمہ داری کا عدم احساس اور لغو گوئی

"پراگندہ دماغی" اور "بے پناہ دروغ بیانی" کے علاوہ علامہ صاحب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان میں ذمہ داری کا احساس قطعاً نہیں اور اسی لیے وہ غیر ذمہ دارانہ ڈینگیں مارنے میں بڑے بے باک ہیں، ہمارے اس دعوے کی شہادت "صلاح" کا پورا فائل دے سکتا ہے لیکن ہم ناظرین کے سامنے لکھنؤ ہی کے تازہ واقعہ کے سلسلہ کی انکی بعض "ڈینگیں" پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

لکھنؤ کے شیعہ سنی نزاع میں مداخلت کرتے ہوئے ۱۶ جون ۱۹۳۹ء کے الاصلاح میں جو مقالہ آپ نے لکھا اس میں ہر دو فریق کے تین تین رہنماؤں کو واجب القتل قرار دیکر قتل کرانے کی دھمکیاں دیں اور لکھا کہ

یہ رہنما ہوشیار ہو جائیں اور ہر شخص جو چوہے اپنی ڈاڑھی کو خلال کرے۔ ۳۰ جون کے بعد دو ہزار خاکسار سپاہیوں کے متعلق احکام نکلیں گے، ہندوستان کے آٹھ سو جانبازوں کے متعلق ... نہ معلوم کیا خطرناک احکام ان رہنماؤں کے متعلق نکلیں ... یہ پندرہ دن کی مہلت اس لیے دیتا ہوں کہ ان رہنماؤں کو اپنی درستی کا موقع مل سکے اور انتقام کی خطرناک صورت واقع نہونے پائے ۳۰ جون کے بعد جو واقعات رونما ہوں گے ادارہ علیہ ان سے بری الذمہ ہوگا" (الاصلاح ۱۶ جون ۱۹۳۹ء)

اس کے بعد ۲۳ جون کے الاصلاح میں اسی اعلان کا اعادہ بایں الفاظ کیا

"دونو طرف کے رہنماؤں کو پیغام پہنچا دیا جائے کہ وہ اس فساد کو روک دیں ورنہ انکی جان سخت خطرہ میں ہے ... اگر فساد بند نہوا تو احکام ۷ جولائی کے الاصلاح میں نافذ ہوں گے" (الاصلاح ۲۳ جون ۱۹۳۹ء)

ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان کے موجودہ حالات اور مشرقی صاحب کی موجودہ پوزیشن میں اس قسم کے اعلانات کسقدر غیر ذمہ دارانہ اور قابل مضحکہ ہیں، اور ان کی اس لغویت ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب علامہ صاحب کی مقرر کردہ تاریخ ۳۰ جون تک وہاں کے حالات میں کوئی تبدیلی بھی نہوئی اور شیعہ سنی نزاع کسی درجہ میں بھی ختم

نہ ہوئی تو علامہ صاحب کو بار بار التوائے تاریخ کا اعلان کرنا پڑا کیونکہ عدم احساس ذمہ داری کی وجہ سے جو کچھ وہ کہہ چکے تھے اُس کا کرنا اُن کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ ۳۰ جون کے الاصلاح میں آپنے دو ہفتہ کے لئے التوا کیا یعنی لکھدیا کہ ادارہ علیہ اب ۱۴ جولائی کے "الاصلاح" میں احکام جاری کرے گا اس کے بعد ۷ جولائی کے الاصلاح میں اس مدت التوا کو ایک ہفتہ اور بڑھادیا اور اجراء احکام کی تاریخ ۲۱ جولائی مقرر کی پھر ۲۱ کے پرچہ میں ۴ اگست کی تاریخ ڈالدی پھر ۴ اگست کے پرچہ میں ۱۱ اگست اجراء احکام کی آخری تاریخ مقرر کردی اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی۔

ادارہ علیہ نے تاریخوں کو ملتوی کرکے اتمام حجت کردیا ہے اب کسی کو شکایت کی کوئی گنجایش نہیں اب فیصلہ خون اور آگ کے بغیر نہیں ہوسکتا" (الاصلاح ۴ اگست ۱۹۳۹ء)

پھر ۱۸ اگست کے "الاصلاح" میں لکھا کہ اگر حکومت یو-پی نے ہمارے تعاون کو منظور کرنے سے انکار کیا تو ہم وزارت یو-پی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے" (الاصلاح ۱۸ اگست ۱۹۳۹ء)

ان غیر ذمہ دارانہ اور عمل میں نہ آنے والے لغو اعلانوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت یو پی نے علامہ صاحب کو منہ لگانے کے قابل بھی نہ سمجھا، خود علامہ صاحب نے اس کا ذکر ۲۵ اگست کے الاصلاح میں بالفاظ ذیل کیا ہے۔

تار سوا تین بجے (۲۲ اگست کو) پیر مخدوم منظور احمد شاہ ناظم اعلیٰ سندھ مقیم لکھنؤ کی طرف سے پہنچا کہ حکومت (یوپی) ۱۸ اگست کے الاصلاح کی دھمکی کی بنا پر خاکسار تحریک کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کرتی ہے۔"

اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے بعد جب علامہ صاحب لکھنؤ پہنچے اور آپ نے وہاں بعض وزراء سے ملنا چاہا تو اُنکی انہی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کی بنا پر انھوں نے ملنے سے انکار کردیا، مولنا ابوالکلام آزاد جو اُس وقت شیعہ سنی مسئلہ کے حل کے لئے ہی لکھنؤ تشریف فرما تھے انھوں نے بھی اسی وجہ سے علامہ صاحب کو باریابی کا موقعہ نہیں دیا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ علامہ صاحب کے ان اعلانوں میں سے کوئی بھی شرمندۂ عمل نہ ہوا، نہ وہ شیعوں یا سنیوں کے کسی رہنما کا بال بیکا کرسکے نہ ایوان حکومت کی کسی اینٹ ہی کو اپنی جگہ سے ہلا سکے، بلکہ ہوا یہ کہ حکومت نے ان کو گرفتار کرکے حوالہ جیل کردیا اور وہ خاموشی سے چلے گئے اور ان کے حکم کے مطابق جو خاکسار دفعہ ۱۴۴ توڑنے کے لئے آئے وہ سب بھی جیلوں میں پہنچا دیئے گئے اور اس سب کے باوجود شیعہ سنی نزاع بالکل اپنی جگہ پر ہے۔ یہاں ہم کو اُنکی مساعی کی کامیابی یا ناکامیابی سے بحث نہیں بلکہ ہم تو اپنے ناظرین کو صرف یہ دکھلانا چاہتے ہیں

کہ وہ احساس ذمہ داری سے کسقدر عاری ہیں، اور بلا اپنی حالت پر غور کیے، اور بغیر انجام سوچے وہ کیسے کیسے ناممکن العمل اعلان کر دینے کی عادی ہیں، اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا میں ایسے شخص کی کوئی ساکھ قائم نہیں ہو سکتی اور کوئی حریف طاقت اُس کی بلند بانگیوں کو خاطر میں نہیں لاسکتی اور نہ اس کی آوازہی کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے۔

(۴) تیز زبانی بلکہ بدگفتاری

اُن کی ایک نمایاں ترین خصوصیت سخت کلامی اور قابل نفرت گالی بازی ہے۔ جب کسی کے خلاف کچھ لکھتے ہیں تو وہ تہذیب و شائستگی کا قطعاً لحاظ نہیں رکھتے اور عام سہدوں اور بازاریوں کے مقام پر اُتر آتے ہیں۔

علماء کے خلاف جو کچھ اُنہوں نے لکھا ہے اُس کا ایک ہلکا اور مختصر سا نمونہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی طبقہ اور انکی کوئی جماعت بھی ایسی نہیں جس کو علامہ صاحب نے اپنی زبان درازی کا نشانہ نہ بنایا ہو" چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

سر سکندر وزیر اعظم پنجاب کو صلواتیں

وزیر اعظم موصوف کو ایک خاکسار کیمپ کی شرکت کے لئے دعوت دی گئی انھوں نے اپنے ایک کلرک کے ذریعہ جواب دیدیا کہ "مَیں نہیں آسکتا" اس پر برہم ہو کر علامہ صاحب نے موصوف کی شان میں لکھا

سکندر حیات خاں اسقدر بے رحم ، اسقدر بے حس، اسقدر قومی عصبیت سے عاری، اسقدر دینی حمیت سے بری، اسقدر کورا، اسقدر پھیکا۔۔۔اسقدر پتھر ہو۔۔۔۔ اپنی وزارت کے غرور میں ہم سے اینٹھا پھرے۔۔۔ کسی دو کوڑی کے کلرک کے ذریعہ سے۔۔۔ جواب دے کہ وزیر اعظم بہادر نواب تمھارے کیمپ میں نہیں آسکتے" (لاشوں کی سیج صک)

نیز الاصلاح ۱۱ر نومبر ۱۹۳۸ء صٹ میں وزیر موصوف ہی کے متعلق تحریر فرمایا۔

۔۔۔ سر سکندر۔۔۔ اس چودھرپن میں ہے کہ بیت المال کا سارا روپیہ۔۔۔ کیونکر صرف خاکساروں کو دے دے۔۔۔۔۔ پچی انجمن اسلامیہ پر کیسے گذرے گی"

عام لیڈروں، سروں، اور خان بہادروں کے متعلق

"بتاؤ کہ اس وقت ہمیں ان بدمعاش لیڈروں کی خانصاحبی، خان بہادری، اور سر وغیرہ کے خطابات کہاں کام آئیں گے (الاصلاح ۴ر اکتوبر ۱۹۳۵ء)

مُسلم لیگ کا ذکرِ خیر

ذرا ملاحظہ ہو کیسی شریفانہ زبان میں کیا ہے
"ہن لیگ کئی دفعہ بیٹھ بیٹھ کر اُٹھی اور سکت نہ ہونے کے باوجود کانگرس سے
اُلجھ اُلجھ کر اپنا وجود منواتی رہی (الاصلاح ۲۸ جولائی ۳۹ء)

قوم کے لیڈروں اور اخبارات کے اڈیٹروں کو خطابات

"مسلم قوم" کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔
"ذرا حیف! کہ تیرے مشورہ دینے والے تیرے غدّار تیرے نمک خوار لیڈر، تیرے
نمک حرام تیرے اڈیٹر تیرے جانی دشمن، تیرے دوست تیرا خون پی پی کر جونکوں
کی طرح پھول رہے ہیں" (لاشوں کی سیج ص۱۱)

تعلیم یافتہ نوجوانوں کو خطاب

ستمبر ۳۶ء کے لاہور کیمپ کے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب) میں انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کی ناقابلیت اور ناکارہ پن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور کیسی متانت و سنجیدگی سے فرماتے ہیں:۔

بڑے بڑے تعلیمیافتہ نوجوان اور خوبصورت گدھے اس تحریک میں آئے اور دُم دبا کر بھاگے (ص۴)

علامہ صاحب کے "حُسنِ خطاب" کے یہ چند نمونے صرف اُن اصحاب یا اُن طبقات سے متعلق ہیں جن سے علامہ صاحب کی کوئی مستقل لڑائی یا مخالفت نہیں ہے بلکہ ایک گونہ اپنا پاہی ہے لیکن اپنے مخصوص مخالفین، احراریوں یا مولیوں کے خلاف وہ جس رنگ میں لکھتے ہیں اسمیں اس سے بدرجہا زیادہ بازاریت بلکہ انتہائی عفونت اور غلاظت ہوتی ہے جس کے چند نمونے

ہمارے ناظرین گذشتہ اوراق میں ملاحظہ بھی فرما چکے ہیں:۔
قطع نظر اس سے کہ "بدزبانی" ایک قابل نفرت اخلاقی کمزوری ہے کسی ہمہ گیر تحریک کے داعی اور قائدین اس بُری خصلت کا ہونا اس لیے بھی سخت مضر ہے کہ اس کا لازمی اور یقینی نتیجہ لوگوں کا تنفّر ہوتا ہے، اور ایسا شخص کسی وقت بھی دوسرے لوگوں کے دلوں کو فتح کرکے اپنے ساتھ نہیں ملا سکتا بلکہ ایک وقت آتا ہے کہ اس کے ساتھ والے بھی اس کی "تیز زبانی" اور "بدکلامی" سے متأثر ہوکر اُس سے علٰحدہ ہوجاتے ہیں اسی لیے قرآن پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی کو اپنی خاص نعمت اور رحمت بتلایا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ	پس یہ اللہ کی بڑی رحمت ہی کا کرشمہ ہے
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ	کہ تم ان لوگوں کے حق میں نرم ہو، اور اگر تم
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۞	تیز زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ جو تمہارے

گرد جمع ہوگئے ہیں سب تتر بتر ہوجاتے۔

اس کے برعکس شیریں کلامی کا نتیجہ قرآن پاک یہ بتلاتا ہے کہ اُس سے کٹے ہوئے بھی مل جائیں گے، پھٹے ہوئے جڑ جائیں گے، اور دشمن دوست ہوجائیں گے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ	بُرائی کا جواب بھلائی سے دو
فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ	پھر دیکھ لینا کہ جس سے تمہاری
عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ	سخت دشمنی ہے وہ بھی گرمجوش دوست ہو جائیگا

پس اگر قرآن حکیم کا یہ بیان صحیح ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ صحیح ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کو "بدزبانی" اور "بدگفتاری" کی عادت ہو وہ ہرگز کسی ہمہ گیر تحریک کو کامیاب نہیں بنا سکتا، اور اس کی دعوت کبھی قبولِ عام حاصل نہیں کرسکتی۔

بہرحال یہ ہیں علامہ مشرقی صاحب کی چار نمایاں خصوصیتیں ان چار کے ساتھ اُن کی سب سے اعلیٰ اور ممتاز ترین خصوصیت "انگریز پرستی" کو اور ملالیجیے جس کا ایک گونہ اندازہ آپ کو "تذکرہ" کے اقتباسات سے ہوچکا ہوگا اور جس کی تازہ عملی شہادت اُن کے اس اعلان سے

ملتی ہے جو انھوں نے "سرکار برطانیہ" کی قربانگاہ پر قربان ہونے کے لئے تیس ہزار تو اعدداں خاکسار کی پیشکش کی صورت میں کیا ہے۔ اور جس کی اطلاع انھوں نے وائسرائے ہند کو ان الفاظ میں دی ہے۔

("خداوندِ افرنگ" کی قربانگاہ پر تیس ہزار خاکساروں کی قربانی)

"میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے تین ماہ کے اندر اندر تیس ہزار عمدہ طور پر قواعدداں اور منظم خاکسار سپاہی برائے نام جنگی تربیت کے بعد ہندوستان کی اندرونی فوجی حفاظت کے لیے، اور دس ہزار سپاہی داخلی قیام امن کے لئے بطور پولیس کے اور دس ہزار بہترین قسم کے سپاہی اپنے حلیف یعنی سلطنت ترکیہ کی امداد کے لیئے یا اگر وہ مناسب سمجھے یورپ کی سرزمین پر جنگ کے لئے ہزایکسلنسی وائسرائے کے سپرد کر دوں گا . . . . مورخہ ۳۰ ستمبر عنایت اللہ خان المشرقی (الاصلاح ۲۰ اکتوبر ۳۹ء)

کیا ان خصوصیات کے انسان سے کسی فلاح کی توقع کیجا سکتی ہے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ جو شخص اسقدر پراگندہ دماغ محض جھوٹے پروپیگنڈہ کرنے میں اسقدر بے باک، احساس ذمہ داری سے اسقدر عاری، اور اسقدر "تیز کلام" اور "دریدہ زبان" ہو اور ان ادنی درجہ کی اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے جو ہرگز قوم کی کامیاب قیادت نہ کرسکتا ہو۔ اس سب کے ساتھ وہ مسلمان کے خون کو اسقدر ارزاں بھی سمجھتا ہو کہ انگریزی شہنشاہی کی حفاظت اور انگریزی جھنڈی کے نیچے لڑنے کے لئے بلاشرط تیس ہزار مسلمان دینے کا اعلان کر رہا ہو کیا وہ اس لایق ہے کہ "ملت" کے سیاہ و سفید کا اس کو مالک بنا دیا جائے اور اس کو "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام" سمجھ کر قوم کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدی جائے، اور اس کو ملت کا "نجات دہندہ" تصور کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مشورہ دیا جائے کہ اپنا جان و مال اسکے سپرد کر دو اور ہر طرف سے گونگے بہرے ہو کر اس کے ہر حکم کی خاموش اطاعت کرو ؟ کتاب و سنت کا اس بارہ میں جو بے لاگ فیصلہ ہو سکتا ہے اس سے قطع نظر بھی کر لیجے! بس ۔ لیکن کیا کوئی عقل و بصیرت والا یا سیاسیات سے کوئی معمولی ہی بہرہ رکھنے والا بھی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان اوصاف کا انسان مسلمانوں کو روئے زمین کی بادشاہت

دلانا تو در کنار اُن کی صحیح سیاسی نمائندگی بھی کر سکے گا۔ یا کرنے کا اہل ہو سکے گا۔ ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم ٭ سیہدیہم دلیل الھالکینا

مسلمانوں کی افسوسناک ذہنی کمزوری

آہ آج مسلمانوں کی جہالت اور سادہ لوحی کسقدر قابل رحم یا قابل ماتم ہے کہ وہ اسقدر واضح حقیقتوں اور اتنی موٹی باتوں پر بھی غور نہیں کرتے ۔۔۔ اور جہاں کسی نے اُن کے سامنے "اسلامی غلبہ" "اسلامی مفاد" اور "تنظیم و اتحاد" کے "کوشش کن" اور جاذب دل لفظ بولے وہ مست و مخمور ہو کر بس اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور اسپر بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اس مدعی کے نزدیک ان الفاظ کا مفہوم و مصداق کیا ہے؟ وہ قوم کو کعبہ کی راہ پر لے جانا چاھتا ہے یا لندن و پیرس کے راستہ پر؟ وہ مسلمانوں کے پچھلے اختلافات کو مٹا کر اُن کو پھر سے ایک قوم اور ایک ملت بنا رہا ہے، یا پچھلے اختلافات کے بدستور باقی رہتے ہوئے ایک اور نئے خطرناک اختلاف کا اضافہ کر رہا ہے؟۔

جو سادہ مزاج اس مغالطہ میں ہیں کہ علامہ صاحب قوم کے سارے اختلافات کو مٹا کر اس کو منظم اور متحد کر رہے ہیں یا کریں گے، وہ آنکھوں سے نظر آنے والے اس واقعہ کو کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے مخصوص خیالات کی نشر و اشاعت، اور علماء و دیگر رہنمایان قوم کے خلاف اپنی سخت دل آزار اور مسلسل تیز کلامی اور بہتان تراشی کے ذریعہ ایک اور مستقل جنگ پیدا کر رہے ہے اور اپنے مخالفین کی تعداد روز بروز بڑھا رہے ہیں، اور ان کی جماعت آہستہ آہستہ ایک "مستقل فرقہ" بن کر قدیم اسلامی فرقوں میں ایک لڑاکو "اور جنگجو فرقہ" کا اور اضافہ کر رہی ہے۔

زمانہ قدیم میں اختلاف مٹانیکے مدعیوں کی فسادانگیزیاں

یہ عجیب بات ہے کہ اکثر فرقوں کے بانیوں نے اپنی دعوت اور تحریک کا آغاز اسی نعرے سے کیا ہے کہ "مسلمانوں کی فرقہ بندی اور ان کے فرقہ وارانہ اختلافات نے اسلام اور مسلم قوم کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس فرقہ بندی کی "لعنت" سے آزاد ہو کر میرے ساتھ ہو جائیں" ۔۔۔ اور ہمیشہ ہی دیکھا گیا کہ سیکڑوں، ہزاروں، بلکہ لاکھوں، سادہ لوح اس فریب میں آکر اس "داعی" کے

ساتھ ہوگئے اور اس طرح پچھلی فرقہ بندی میں اس نئے فرقہ کا اور اضافہ ہوگیا۔

اسلام میں پہلا فرقہ خارجیوں کا ظاہر ہوا اس کے بانی اپنی دعوت کی بنیاد حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت معاویہ کی باہمی جنگ پر رکھتے تھے، ان کی پُرجوش تقریر یہ ہوتی تھی کہ

اُن دونوں فریقوں کی اس جنگ نے اسلام کو سخت نقصان
پہونچایا ہے ہم ان دونوں سے بری اور بیزار ہیں اور آپس میں
لڑنے والی ان دونوں ہی طاقتوں کو فنا کردینا چاہتے ہیں
یہی اس وقت اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے جو اللہ کا بندہ
اس وقت اس خانہ جنگی کو فنا کرکے اسلام کی حقیقی خدمت کرنا چاہے
وہ ہمارے ساتھ ہوجائے اور اپنے خدا کو راضی کرے۔"

ہزاروں جاہل اور سادہ لوح اُن کے اس فریب میں آگئے اور گنتی کے چند دنوں میں اس فرقہ نے بہت بڑی طاقت حاصل کرلی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس قدیم اختلاف کو تو یہ ختم نہ کرا سکے البتہ اس طرح ایک نیا اور خطرناک مستقل فرقہ خوارج کا اسلام میں اور پیدا ہوگیا جس نے امت کے نظام کو درہم برہم کردینا چاہا، بالآخر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان پر لشکر کشی کرنی پڑی اور نہروان کے میدان میں سخت خونریز جنگ ہوئی جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کا خون بہا۔

پھر اس فرقہ میں ایسے ایسے "جانباز" بھی تھے جنھوں نے نہروان کی شکست کے بعد آپس میں قسمیں کھائیں کہ وہ "حضرت علیؓ" "حضرت معاویہؓ" اور "حضرت عمرو بن العاصؓ" کو (کہ یہی ان کے نزدیک معاذ اللہ بانی فساد تھے) کسی نہ کسی طرح قتل کریں گے اگرچہ اس سلسلہ میں خود ان کو بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں تین "جانبازوں" نے اس خطرناک اور سرفروشانہ خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، "خفیہ معاہدے" ہوئے اور ہر ایک وقت مقررہ پر اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہوگیا۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت معاویہ کے قتل کی فکر میں جو دو خارجی "جانباز" مصر اور دمشق گئے وہ تو قضا و قدر کی طرف سے پیش آجانے والی بعض رکاوٹوں کی وجہ سے اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن جو بدبخت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فکر میں کوفہ گیا تھا اُس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر دھوکہ سے تلوار کا وار کرنے کا موقعہ مل گیا اور اس نے حضرت کو شہید کرکے اپنی قسم پوری کی، یہ تھا

نتیجہ اس تحریک و دعوت کا جو سارے اختلافات مٹا کر متفرق امت کو "ایک امت" بنانے کے دعویٰ کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔

پھر بعد کے دور میں بھی اس کی نظیریں بکثرت ملتی ہیں کہ بہت سے "مدعی" اختلاف اور فرقہ بندی سے بیزاری کے نعرے لگاتے اور متفرق ومتشتت امت کو ایک امت بنا دینے ہی کے دعوے کرتے اٹھے، لیکن نتیجہ ان کی اس دعوت اور ان دعووں کا ایک مستقل اور نئے فتنے کے ظہور کی شکل میں ظاہر ہوا اور بسا اوقات ہزاروں کلمہ گوؤں کی جانیں اس کی بھینٹ چڑھ ہیں۔ — بالخصوص جو جماعتیں "اختیار ناطق" کے اصول پر بنیں اور جنھوں نے اپنے قائد یا بانی کو مطاع مطلق امام مانا اور اس کے ہر حکم کو بلا شرط واجب الاطاعت جانا اور اس کے ساتھ یہ نعرہ بھی لگایا کہ "مولویوں کا سمجھا اور بتلایا ہوا مذہب غلط ہے" — تاریخ شاہد ہے کہ ایسی تمام جماعتیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے انجام کار سخت خطرناک ثابت ہوئی ہیں، اور طاقت وقوت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے خود مسلمانوں ہی کا خون بہایا ہے

اختیار ناطق کے پہلے تاریخی خونی تجربات

پہلی صدی ہجری ہی کے خاتمہ کے بعد دوسری صدی کے آغاز میں عراق، فارس، خراسان اور سندھ کے علاقوں میں ایک چالاک اور فتنہ پرداز شخص محمد بن علی عباس کی امارت میں "جانبازوں" کی جماعت تیار ہوئی، اور پھر دوسری صدی کے خاتمہ پر ایک سخت مکار شخص عبداللہ بن میمون اہوازی نے مولوی کے مذہب کی غلطی" کا ڈھنڈھورا پیٹ کر جو ایک باطنی فرقہ تیار کیا، اور تیسری نیز چوتھی صدی میں فرقہ "قرامطہ" کا جو خونی طوفان اٹھا پھر پانچویں صدی میں حسن بن صباح نے جو ایک نہایت خطرناک اور خون آشام جماعت داعیوں، فدائیوں اور جانبازوں کی بنائی جس نے دو سو سال تک عالم اسلام کو پریشان کیا، یہ سب خونی جماعتیں جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں نظام اسلامی کو سخت نقصان پہنچایا اور ہزاروں علماء صلحاء اور امراء ووزراء حتی کہ بعض سلاطین بھی جن کی سازشوں اور جن کے ہاتھوں سے شہید ہوئے یہ سب کی سب "اختیار ناطق" ہی کے اصول پر بنی تھیں اور ان کے قائد کی حیثیت "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام" ہی کی تھی، اور ان کا ہر فرد اپنے

اس امیر کے حکم بلکہ اشارہ پر کسی عالم یا کسی رکن سلطنت کو قتل کر دینا قطعاً جائز بلکہ فرض سمجھتا تھا اور بلا کسی فرق کے یہی صورت آج خاکسار تحریک کی ہے۔

خاکسار تحریک کے اصول اختیار ناطق کی خطرناکی

پس میں کہتا ہوں کہ خاکسار تحریک میں بالفرض اگر کوئی اور خرابی نہ بھی ہوتی اور بالفرض اس کے قائد (علامہ مشرقی) میں وہ کمزوریاں نہ بھی ہوتیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا تب بھی وہ اپنے اس بنیادی اصول ("اختیار ناطق" اور "اطاعت مطلقہ") کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ہرگز قابل قبول نہ تھی۔

علامہ صاحب اس اصول ہی کی بنا پر اپنے خاکساروں اور جانبازوں کی تربیت ٹھیک انہی خطوط پر کر رہے ہیں جن خطوط پر کہ مذکورۃ الصدر فتنہ انگیز فرقوں کے بانیوں (حسن بن صباح وغیرہ) نے کی تھی، آپ جتنے گہرے اور سچے کسی خاکسار کو ٹٹولیں گے اسی قدر آپ کو ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوگی اور اندازہ ہوگا کہ علامہ صاحب اپنے خاکساروں کے بے نیاز ہوش جوش اور ان کی جہالت و ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر ان کی کس قدر غلط اور خطرناک تربیت کر رہے ہیں۔

اس اصول کا اثر اور علامہ کی ذہنی تربیت کا ایک نمونہ

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ایک اچھے گہرے اور پر جوش قسم کے خاکسار سے (جو خاکسار جماعت میں ایک گونہ امتیازی حیثیت رکھتے ہیں اور جو ایجنٹ یا تاجر کی شکل میں خاکسار تحریک کے آل انڈیا مبلغ ہیں) گفتگو کا موقع ملا اثنائے گفتگو میں میں نے ان سے سوال کیا کہ

> قرآن پاک میں عمداً کسی مومن کے ناحق قتل کی سزا ابدی جہنم بتلائی گئی ہے اور یہ وہ سزا ہے جو شرک و کفر ہی کے لئے گویا مخصوص ہے، مومن کے قتل عمد کی اس اہمیت کو پیش نظر رکھیے اور پھر بتلائیے کہ اگر بفرض علامہ صاحب کسی ایسے مسلمان کے سر کاٹ لانے کا آپ کو حکم دیں جس نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جو اس کے قتل کو جائز کر دے تو آپ کیا کریں گے؟

انھوں نے اس کے جواب میں صاف کہا کہ

"ہم بلاتامل اس کا سر کاٹ لانے کی کوشش کریں گے"

اس سے اندازہ فرمایئے کہ خاکساریت کیا ہے اور مشرقی صاحب کس قسم کی جماعت تیار کر رہے ہیں؟

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ کسی ایک خاکسار کا انفرادی خیال ہوگا حقیقت یہ ہے کہ خاکسار تحریک کے اس اصول "اختیار ناطق" اور "بلا قید شرط مطلق اطاعت" کا مقتضا اور علامہ مشرقی کی مسلسل ذہنی تربیت کا لازمی اور لابدی نتیجہ یہی ہونا ہے اور اس بنا پر ہر خاکسار کو اسی خیال کا ہونا چاہیے اور جو اس خیال کے نہ ہوں سمجھنا چاہیے کہ ابھی انھوں نے "خاکسار تحریک" کو بلا سمجھے بوجھے محض قواعد پریڈ دیکھکر قبول کر لیا ہے اور وہ ابھی حقیقی معنوں میں خاکسار ہی نہیں ہیں بلکہ محض شریک تماشا ہیں۔

ہاں اگر علامہ مشرقی کی بیعت پر وہ قائم رہے اور اُن کی ذہنی تربیت "الاصلاح" اور کھرے اور سچے خاکساروں کی صحبت سے آہستہ آہستہ ہوتی رہی تو پھر ایک دن وہ بھی اس مقام پر پہونچ جائیں گے۔

بہرحال قائد تحریک (علامہ مشرقی) کی مذہبی و اخلاقی خصوصیات کو اگر تھوڑی دیر کے لئے نظرانداز بھی کر دیا جائے تو جب تک تحریک اس زہریلے اصول پر چل رہی ہے وہ مسلمانوں کے لئے "قرامطہ" اور "حسن بن صباح" کے فتنوں کی ہی طرح خطرناک ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کی مذہبی یا سیاسی صلاح و فلاح کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سانپوں اور دوسرے زہریلے جانوروں کو اچھی توقعات اور نیک امیدوں کے ساتھ پالنا۔

اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ط

خاتمۃ الکلام

حامیان خاکساریت کے چند پُرفریب مغالطے

خاکسار تحریک کے متعلق جن خیالات و معلومات کے اظہار کا میں نے یہاں ارادہ کیا تھا الحمدللہ میں انکو ظاہر کر چکا، اب خاتمہ کلام میں "خاکساروں" یا خاکسار نوازوں کے چند اون مغالطات کے متعلق کچھ کلمات عرض کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ناواقف مسلمانوں کو عام طور پر بہکایا جاتا ہے اور درحقیقت یہ پُرفریب مغالطے ہی سادہ لوحوں کے اس دام تزویر میں پھنسنے کا باعث بنتے ہیں۔

خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی کا باہمی تعلق

پہلا مغالطہ | حامیان خاکساریت کی طرف سے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اعتراضات جو کچھ ہیں وہ علامہ صاحب کی ذات اور اُن کے ذاتی عقائد و خیالات پر ہیں اور "خاکسار تحریک" انکی ذات کا نام نہیں وہ ایک بالکل الگ چیز ہے جسکا اون کے مذہب اور مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں وہ تو صرف ایک سیاسی تحریک اور مسلمانوں کی "فوجی تنظیم" ہے اور علامہ صاحب اوسکے صرف قائد اور لیڈر ہیں۔ اور جسطرح مسٹر جناح شیعہ کے صدر مسلم لیگ ہونے سے غیر شیعی مسلمانوں کو کوئی مذہبی خطرہ نہیں اسی طرح علامہ صاحب کے قائد تحریک ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ــــــ یہ وہ پُرفریب مغالطہ ہے جو عام طور پر حامیان خاکساریت کی طرف سے دیا جاتا ہے اور بہت سے مخلص حضرات بھی اسمیں مبتلا دیکھے گئے ہیں۔

جواب | اول تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ خاکسار تحریک کا مذہب اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں، بانی تحریک (علامہ مشرقی) کا تو کھلا بیان یہ ہے کہ

"یاد رکھو خاکسار تحریک خالص مذہبی، اصلاحی اور معاشرتی تحریک ہے" (خاکسار کی پہلی فتح صہ۱۳)

پھر دو سطر میں اوسکی تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں ــــــ "خاکسار تحریک سیاسی تحریک نہیں"۔

نیز لاہور کیمپ منعقدہ ۲۷۔ستمبر ۳۶ء کے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر۱) میں اونھوں نے

صاف اعلان فرمایا ہے کہ

میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خاکسار ہندوستان میں صرف اس لئے اُٹھے ہیں کہ مولوی کا اسلام غلط ہے" (صفحہ ۹)

نیز اسی ایڈریس کی بالکل آخری سطریں یہ ہیں۔ کہ

آخری بات جو میں اس کیمپ میں واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاکسار تحریک نیا اور ٹھیٹھ، خالص اور بیداغ مذہب اسلام ہے اس کے سوا کوئی مذہب، مذہب اسلام نہیں اگر اس تحریک کو مذہب اسلام سمجھکر اختیار کروگے تو فتح یقینی ہے کھیل سمجھکر یا عنایت اللہ کی بنائی ہوئی تحریک سمجھکر اختیار کروگے تو فتح کی منزل دور ہوجائیگی اگر شک ہے تو شامل ہونے سے پہلے قرآن خود کھول کر دیکھ لو کہ مذہب اسلام کیا ہے اور کیا عمل چاہتا ہے۔ (صفحہ ۱۹)

کیا "علامہ" کے اِن واضح بیانات اور تحریک کے لٹریچر ہی کی ان تصریحات کے بعد بھی اس فریب کے لئے کوئی گنجایش باقی رہجاتی ہے، کہ اس تحریک کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور وہ صرف "سیاسی تحریک" اور "فوجی تنظیم" ہے؟ علاوہ ازیں مختلف کیمپوں پر اونکے جو ایڈریس ہیں، اونمیں سے غالباً کوئی بھی ایسا نہیں جسمیں انھوں نے مذہب سے تعرض اور علماء و قدامت پسند مسلمانوں کے مذہبی خیالات سے چھیڑ چھاڑ نہ کی ہو، پھر ان ایڈریسوں کے سلسلہ کا نام ہی انھوں نے "مولوی کا غلط مذہب" رکھا ہے جسکے نمبر اسوقت قریباً بیس تک پہنچ چکے ہیں، علیٰ ہذا "اشارات" جو تحریک کے لئے لائحہ عمل ہے اور "قول فیصل" جو تحریک ہی کی توضیح و تشریح کے لئے لکھا گیا ہے، ان دونو کتابوں میں بھی علماء کے تبلائے ہوئے مذہب کو غلط بتلانے کے ساتھ مذہب اور تعلیمات مذہب کی نئی اور گمراہ کن تشریحات کرکے خاکساروں کو اپنے پسندیدہ بلکہ اپنے "مغربی دماغ" کے تراشیدہ مذہب کی طرف لانکی "علامہ مشرقی" صاحب نے کچھ کم کوشش نہیں کی ہے —— اور اونکی انہی سب کوششوں اور اونکے ساتھ اُن کے اصول "اختیار ناطق" ہی کا یہ نتیجہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ خاکساروں میں بڑی سرعت کے ساتھ "علامہ مشرقی" کے مخصوص خیالات قبولیت حاصل کر رہے ہیں، اور ہم علی وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ نوّے فی صدی سے زیادہ خاکسار وہ ہیں جو علامہ کی اس تربیت سے متاثر ہوکر عام علماء اسلام کے سمجھے اور بتلائے ہوئے مذہب کو غلط اور علامہ صاحب کی بیان کردہ "حقیقت مذہب" کو صحیح سمجھتے ہیں اور وہ "جناب علامہ" کو صرف "سیاسی قائد" ہی نہیں بلکہ ایک "حق آگاہ مذہبی رہنما" اور اپنے وقت کا واحد ماہر اسلام اور "دانائے

بھی سمجھتے ہیں اور اُن میں اکثر تو وہ ہیں جو اگرچہ قدیم مذہبی اصطلاحوں سے نفرت اور تجدد پرستی کے باعث "علامہ" کو مجدد نہ کہتے ہوں لیکن اُن کا درجہ کسیطرح اوس سے کم نہیں سمجھتے جو عام مسلمان "مجدد دینِ ملّت" کا سمجھتے ہیں ـــــ تحریک کے کارپرداز ہرگز نہیں چاہتے بلکہ اس کو برداشت بھی نہیں کرتے کہ کوئی شخص علامہ صاحب کو ذاتی طور پر غلط رو سمجھتے ہوئے تحریک میں شریک ہو ـــــ جو شخص "علامہ" کو گمراہ اور "غلط رو" کہے خاکسار اوسکے بھی اتنے ہی دشمن ہیں جتنے کہ مخالفِ تحریک کے، ـــــ خود خاکسار تحریک کا آرگن "الاصلاح" ہمارے اس دعوے کا سب سے بڑا گواہ ہے ـــ ہمارے ناظرین میں سے اکثر کو معلوم ہوگا کہ لاہور کا روزانہ اخبار "شہباز" "نفس تحریک خاکساران" کا زبردست حامی رہا ہے، لیکن پچھلے دنوں اوسنے علامہ پر کچھ صحیح اور واقعی نکتہ چینی کی اور نکتہ چینی کے دوران میں بھی اس نے اس کو واضح کر دیا کہ "نفس تحریک" اور خاکساروں کی عسکری تنظیم سے مجھے اختلاف نہیں ہے ـ مگر پھر بھی اسکو نہیں بخشا گیا اور خاکساروں نے اُس کے خلاف محاذ قائم کر دیا، اسی دور میں "الاصلاح" میں خاکساروں کو تلقین کی گئی کہ

"اے مجاہد خاکسار!) تو منافقوں کی ابلہ فریبیوں سے، بچ! دہ تیرے بھائی بن کر تجھے گمراہ کرنے آرہے ہیں، کرگس صفت "شہبازیوں" کی مکاری و اسلام دشمنی سے باخبر ہو جا جو تیری ہمدردی حاصل کرنے کے لئے تحریک کی تعریف کر دیتے ہیں، اور اسی زبان سے تیرے امیر کو بھلا بُرا کہدیتے ہیں...

گویا تحریک مفید ہے، عین اسلام ہے مگر بانی تحریک برا ہے اور خارج از اسلام، گویا حکیم خود عقل باختہ ہے مگر اسکا مجوزہ نسخہ پاگلوں کو تندرست کر دیتا ہے" (الاصلاح ۲۷ر اکتوبر ۳۹ء)

خدا کے لئے عقل و انصاف سے غور کیجیے کہ ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے اور خاکساروں پر مرتب ہونے والے ان تمام چیزوں کے اثرات و نتائج آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یہ ادعا کہ تحریک کا کوئی تعلق علامہ کی ذات اور اون کے ذاتی عقائد و خیالات سے نہیں اور وہ ایک خالص سیاسی تحریک اور فوجی تنظیم ہے جس کا کسی کے عقیدہ اور مذہب پر کوئی اثر نہیں، کیسا شدید مکر و فریب ہے؟

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر علامہ صاحب اپنے خیالات کو خاکساروں میں پھیلانے کے لئے کوئی خاص کوشش بھی نہ کرتے جب بھی "اختیار ناطق" اور "مطلق و خاموش اطاعت" کے اصول ہی کی وجہ سے خود بخود خاکساروں کا اونکے عقائد و خیالات سے متاثر ہونا ایک فطری امر تھا جو جماعت بھی ان اصولوں پر تیار ہوگی اور جسکے قائد کی حیثیت "مطاع مطلق امام" کی ہوگی اس کے افراد، قائد کے خیالات سے ضرور متاثر ہونگے، یہ اس نظام کا فطری نتیجہ ہے

اور یہ ان لوگوں کے نزدیک بدیہیات میں سے ہے جو اجتماعی نفسیات کا کچھ تجربہ رکھتے ہوں ۔ــــــ اور یہی بنیادی فرق ہے خاکسار تحریک اور مسلم لیگ وغیرہ دوسری سیاسی جماعتوں میں چونکہ وہاں کسی بڑے سے بڑے لیڈر کی حیثیت "مطاع مطلق امام" کی نہیں ہے اور نہ وہاں عوام کے عقائد و خیالات کے متاثر ہونے کی کوئی کوشش ہی کی گئی ہے اس لئے وہاں کسی لیڈر کے ذاتی خیالات کا عوام پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

دوسرا مغالطہ حیرت انگیز جھوٹ	کبھی مخاطب کو ناواقف دیکھکر یہ بھی کہدیا جاتا ہے کہ علامہ پر بدعقیدگی کا الزام میرے سے غلط ہے اونھوں نے اپنی کسی کتاب میں کوئی عقیدہ لکھا ہی نہیں

دوسروں کا کیا ذکر، یہ بہادرانہ تیغ تو خود علامہ صاحب ہی نے بولا ہے غلط مذہب نمبرا" میں اسی الزام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں نے اپنی تصانیف میں کسی عقیدے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں کہا" (غلط مذہب نمبرا صفہ)
آپ تذکرہ کے" اقتباسات آغاز بحث میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اونکو سامنے رکھئے اور "علامہ" کے اس بہادرانہ سچ کی داد دیجئے۔

تیسرا مغالطہ	اسی سلسلہ میں ایک چلتی ہوئی بات علامہ صاحب نے یہ بھی فرمائی ہے کہ جس عقیدہ پر تمام

مولوی متفق ہوجائیں وہ میرا عقیدہ ہے" (ایضاً غلط مذہب نمبرا صفہ)

ناظرین کرام غور فرمائیں کسقدر لغو جواب ہے، اور کیا خدا کے سامنے وہ اپنے اس جواب سے سبکدوش ہوسکیں گے؟ در اصل علامہ صاحب یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ نہ کسی عقیدہ پر علماء کا اتفاق ثابت کیا جاسکے گا اور نہ مجھ سے اسکے مطابق عقیدہ رکھنے کا مطالبہ کیا جاسکیگا، فی الحقیقت انھوں نے یہ بات کہکر صرف عوام کو مغالطہ دینے اور ان کی گرفت سے خلاصی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ہم اونکو بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح یہ جواب انکو خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا اسیطرح وہ صرف یہ کہکر مخلوق کی گرفت سے بھی نہیں چھوٹ سکتے۔ اگرچہ ہمکو یقین ہے کہ انھوں نے یہ بات صرف دفع الوقتی ہی کے لئے کہی ہے تاہم اتماماً للحجۃ اون کے سامنے چند ایسے عقیدے ہم پیش کرتے ہیں جنپر علماء اسلام میں یقیناً کوئی اختلاف نہیں، اگر علامہ صاحب اس اعلان میں سچے ہیں تو وہ اپنے ان عقائد کا اعلان کریں اور ان کے خلاف "تذکرہ" میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے واضح اور غیر مشتبہ لفظوں میں رجوع شائع کرکے اپنی سچائی کا ثبوت دیں۔

(۱) بت پرستی پر اعتقاد رکھنے والا اور بتوں یا شمس و قمر کی پرستش اور انکو سجدے کرنے والا شخص مشرک ہے،

ناقابل مغفرت ہے، وہ ہرگز مومن اور موحد نہیں
یہ عقیدہ تمام امت کا متفقہ عقیدہ ہے مگر علامہ صاحب نے تذکرہ میں ایسے لوگوں کو موحد لکھا ہے اور اُنکے مشرک ہونے سے انکار کیا ہے۔
(عبارات کتاب ہذا کے صفحہ ۲۴ پر گذر چکی ہیں)

(۲) تین خدا کہنے والے نصاریٰ کافر ہیں، مشرک ہیں، ہرگز مومن اور موحد نہیں ہیں، ہرگز صالح اور متقی نہیں ہیں، ہرگز خدا کے محبوب، اور مغفور نہیں ہیں"
اسمیں بھی کسی عالم بلکہ امت مسلمہ کے کسی فرد کو اختلاف نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ لیکن "جناب علامہ نے تذکرہ میں اس کے بھی بالکل برعکس اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ اور تین خدا کہنے والے نصاریٰ کو مومن، موحد، صالح، متقی، مستحق مغفرت اور محبوب خدا تک لکھا ہے۔
اس مضمون کی درجنوں عبارات ناظرین کرام اسی کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(۳) تمام علماء بلکہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ ایمان "و اسلام" عقائد و اعمال معلومہ کا نام ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایمان و اسلام کی تشریح عقائد و اعمال معہودہ سے کی ہے جیسا کہ معروف و مشہور حدیث جبرئیل سے ظاہر ہے جو قریباً تمام ہی کتب احادیث میں مروی ہے ——— اور کسی عالم نے بھی آج تک اس گمراہانہ خیال کا اظہار نہیں کیا کہ دین کا عقیدوں سے کوئی تعلق نہیں اور ایمان و اسلام بس غلبۂ و قوت، سلطنت و حکومت، اور تمکن فی الارض کا نام ہے، اور کسی نے بھی نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام کا نصب العین انکی بعثت کا مقصد وحید صرف یہی غلبہ اور تمکن ارضی حاصل کرنا تھا اور وہ اپنی قوموں کو صرف حکومت دلانے اور جہانگیری کے اصول بتلانے آئے تھے، ——— لیکن علامہ صاحب نے "تذکرہ" میں ایسا ہی لکھا ہے اور جا بجا اور بار بار لکھا ہے (یہ حوالے بھی پہلے مذکور ہو چکے ہیں)

یہاں بوجہ عدم گنجایش انہی تین نمبروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر علامہ صاحب نے اپنی سچائی کا ثبوت دیا اور ان تین قطعی متفقہ عقیدوں کے مطابق اعلان کر دیا اور اُن کے خلاف انھوں نے تذکرہ میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے رجوع کر لیا تو اسی قسم کے چند اور عقیدے بھی ہم اُن کے سامنے پیش کریں گے جو علماء اسلام کے متفقہ ہیں اور علامہ صاحب نے اُن کے خلاف لکھا ہے۔ واللہ الموفق۔

چوتھا مغالطہ | تذکرہ سے متعلق اعتراضات کے جواب میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ "تذکرہ" بڑی ادق اور مشکل کتاب ہے اور یہ "مولوی" اسکا مطلب سمجھ ہی نہیں سکتے اور اسی واسطے اوپر اعتراضات کرتے ہیں"

علامہ صاحب نے اپنی مختلف تحریروں میں یہ لکھا ہے اور اکثر خاکسار لوازنا واقفوں کے سامنے یہی کہدیا کرتے ہیں لیکن ہر صاحب انصاف کے لیے اسکی حقیقت سمجھنے کے واسطے اتنا کافی ہے کہ ہندوستان کے ہر طبقہ کے بڑے سے بڑے عالم نے تذکرہ کو دیکھکر اس سے وہی سمجھا ہی جسپر ہمکو اعتراض ہی مثلاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی حضرت مولنا احمد علی صاحب - لاہوری، وغیرہ وغیرہ اکابر علماء ہند، جنکی مجموعی علم وفضل اور ثقاہت و دیانت میں کسی طرح کا شبہہ نہیں کیا جاسکتا،

پھر تذکرہ کے متعلق تنہا علماء ہی کی یہ رائے نہیں ہے بلکہ جدید تعلیمیافتہ طبقہ میں سے بھی جو حضرات دین کا صحیح علم اور اسلام کا صحیح فہم رکھتے ہیں اونکی رائے بھی تذکرہ کے بارے میں وہی ہی جو علماء کرام کی ہے۔ ہمارے ناظرین کو پہلے معلوم ہوچکا ہی کہ ۲۴ء میں تذکرہ جس وقت شائع ہوا تھا اسی وقت جناب چودہری محمد حسین صاحب ایم۔ اے سکریٹری علامہ اقبال مرحوم نے اسپر زبردست تبصرہ[۵] لکھا تھا"۔۔۔۔ اس کے علاوہ محترم مولانا عبدالماجد دریابادی بی۔ اے۔ اڈیٹر اخبار صدق لکھنو نے صدق کی یکم ستمبر ۳۹ء کی اشاعت میں "تذکرہ" اور صاحب تذکرہ کے بارہ میں جو رائے ظاہر فرمائی ہی وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے،

جہاں تک انکی ضخیم ومبسوط کتاب "تذکرہ" کا تعلق ہے وہ خیالات وعقائد باوجود دعوائے اسلام وحب اسلام نہایت درجہ لغو اور گمراہ کن ہیں، صاحب تذکرہ نے ایک بالکل نئے اور انوکھے قسم کا اسلام پیش کیا ہی جس کے لحاظ سے صحیح مسلم ومومن صرف آجکل کے انگریز اور دوسری ترقی یافتہ قومیں ٹھہرتی ہیں۔۔۔۔ یہ کتاب ۲۴ء میں مدیر "صدق" کی نظر سے گذری تھی اور اسوقت پڑھ کر بہت ہی غصہ آیا تھا، اور مشرقی کے ہفتہ وار پرچہ اصلاح پر اب بھی جب کبھی نظر پڑجاتی ہے تو وہی عقائد باطلہ اور وہی بدزبانیاں دیکھکر وہ ۲۴ء کا غصہ پھر تازہ ہوجاتا ہے۔۔۔۔ مشرقی صاحب جب تک رجوع نہ کریں ظاہر کہ انھیں خیالات وعقائد کے قائل سمجھے جائیں گے اور یہاں تک مدیر صدق اپنی محدود وسائط کے مطابق پورے شرح صدر وبصیرت کے ساتھ ان کی گمراہی کا اعلان کرسکتا ہے (صدق یکم ستمبر ۳۹ء ص ۹)

بہرحال یہ کہنا کہ "کم علم مولوی" ہی تذکرہ پر اعتراض کرتے ہیں اور وہ اُسکا مطلب اپنی کم علمی کی وجہ سے نہیں سمجھتے محض غلط اور انتہائی درجہ کا دجل وفریب ہے، علاوہ ازیں تذکرہ پر علماء کے اعتراضات ۲۴ء ہی سے برابر شائع ہورہے ہے

[۵] یہ تبصرہ اسوقت پھر چھپ رہا ہی اور انشاء اللہ چند روز بعد مکتبہ "الفرقان" سے بھی مل سکے گا ۱۲ منہ

ہیں اور علامہ صاحب نے آجتک نہیں بتلایا کہ جن عبارات سے یہ اعتراضات پیدا ہوئے ہیں اونکا اصلی اور صحیح مطلب اگر وہ نہیں تو کیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ علامہ صاحب کی وہ عبارات اسقدر واضح اور ایسی ناقابل تاویل و توجیہ ہیں کہ باوجود کوشش اور کھینچ تان کے بھی اونکا کوئی دوسرا مطلب نہیں نکالا جاسکتا اور بلاشک وہی علامہ صاحب کا عقیدہ و نظریہ ہے جو انکی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے البتہ وہ عوام کو صرف مغالطہ دینے کے لئے یہ بھی کہدیتے ہیں کہ "علماء" تذکرہ کو سمجھتے ہی نہیں، اور یہ صرف اُنکی ہی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ اس قسم کے ارباب دجل کا عام طریقہ یہی ہوتا ہے ـــــ تاہم مزید اتمام حجت کے لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ جو سادہ لوح اس مغالطہ میں ہوں وہ خود علامہ صاحب کو یا علامہ کے کسی صاحب علم حامی ہی کو اسطرف توجہ دلائیں، لیکن یقین فرمالیں کہ اُدہر سے کبھی بھی اس مطالبہ کو پورا نہیں کیا جائیگا اور قیامت کی صبح تک بھی ان عبارات کا مطلب واضح نہیں کیا جائیگا، کیونکہ فی الحقیقت اونمیں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اور بالیقین وہی علامہ صاحب کے عقائد و نظریات ہیں جو اِن عبارات سے ظاہراً سمجھ میں آتے ہیں :

پانچواں مغالطہ | کبھی کبھی حامیان خاکساریت کی طرف سے علامہ صاحب ہی کی بعض ایسی عبارات پیش کی جاتی ہیں جن میں صحیح عقائد کا اظہار ہوتا ہی اور جن کا مضمون بظاہر اُن کے خلاف ہوتا ہی جو وہ تذکرہ وغیرہ میں لکھ چکے ہیں لکھ چکے ہیں، اور اسطرح عوام کو باور کرایا جاتا ہو کہ علامہ صاحب کا اصل عقیدہ یہ ہے اور "علماء" محض ازراہ عناد خواہ مخواہ انپر اتہام رکھتے ہیں ـــــ مثلاً تذکرہ کی دسیوں عبارتیں اسی کتاب میں آپ ایسی ملاحظہ فرما چکے ہیں، جنمیں صاف مذکور ہو کہ یورپ کی موجودہ ترقی یافتہ اور حکمراں قومیں (انگریز وغیرہ) مومن اور مسلم ہیں، صالح اور متقی ہیں، مستحق مغفرت اور خدا کی محبوب ہیں اور آخرت میں بھی اونکے لئے فلاح و نجات اور عیش و راحت ہی"۔

اب اِن کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ علامہ صاحب کا ہرگز ایسا خیال نہیں ہے، چنانچہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ صاحب نے خود صاف لکھدیا ہے کہ

> انگریز، جرمن، جاپان، وغیرہ مسلمانوں کے نزدیک ہرگز مومن نہیں، نہ ہوسکتی ہیں نہ "الجنت" کی حقدار (جھوٹ کا پول از علامہ مشرقی ص ۹)

اس قسم کے مغالطات کے متعلق ایک اصول سمجھ لینا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ کسی صحیح الدماغ شخص کے کلام میں جب دو ایسی باتیں پائی جائیں جو بظاہر باہم متضاد اور متناقض ہوں مثلاً ایک جگہ اُس نے کسی ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہو جو موجب کفر ہو اور دوسری جگہ اس کے بالکل خلاف لکھا ہو تو اسمیں اتنے احتمال ہیں۔ اوّل یہ کہ اس شخص کی رائے میں تبدیلی ہوئی

ہو اور اُس نے اپنے پہلے خیال سے رجوع کرلیا ہو دوم یہ کہ جن دو عبارتوں کو باہم متناقض سمجھا جارہا ہے انہیں سے کسی ایک کی مراد سمجھنے میں لوگوں کو غلطی ہو رہی ہو اور فی الحقیقت اُنمیں کوئی تخالف اور تناقض ہی نہ ہو - سوم یہ کہ وہ منافقانہ خصلت رکھتا ہو اور بالقصد لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے خدع و تلبیس سے کام لیتا ہو

ظاہر ہو کہ ان تین کے سوا کوئی چوتھا احتمال یہاں نہیں ہو سکتا - اب انصاف اور ایمانداری سے غور فرمائیے کہ علامہ صاحب کی "تذکرہ" کی اون تصریحات، "اور جھوٹ کے پول" کی اِس عبارت کے تضاد اور تناقض کو ان میں سے کس محمل پر رکھا جائے ؟ رائے کی تبدیلی اس لئے نہیں کہا سکتا کہ علامہ صاحب اب تک مسلسل یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ "تذکرہ" میں میں نے جو کچھ لکھا ہے، اسکا ایک ایک حرف صحیح ہے وہ لازوال حقیقت ہے، اس کے ہوتے ہوئے قرآن کی پہلی تمام تفسیروں کو جلا دینا چاہیئے (ملاحظہ ہو الاصلاح ۹ جون ۱۹۳۹ء) پس جبکہ جھوٹ کے پول کی اشاعت کے بعد بھی وہ برابر یہ اعلان فرما رہے ہیں تو کس طرح یہ سمجھا جائے کہ انھوں نے تذکرہ کے اون خیالات سے رجوع کرلیا -

رہا دوسرا احتمال کہ کسی ایک عبارت کی مراد سمجھنے میں غلطی ہو رہی ہو اور در حقیقت انمیں کوئی تضاد اور تخالف ہی نہ ہو ـــــ سو جہانتک "تذکرہ" کی عبارات کا تعلق ہے ہم پوری بصیرت اور دل کے کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اونکا مطلب اتنا واضح اور متعین ہے کہ کوشش کرکے بھی اونمیں کوئی اور معنی نہیں ڈالے جاسکتے پھر یہ کہ انگریزوں وغیرہ کے "مومن" و "مسلم" ہونے کی تصریح اونھوں نے کوئی ایک دو جگہ ہی نہیں بلکہ بیسیوں جگہ کی ہے، ناظرین کرام اُن کی اُن عبارات پر جو کتاب ہذا کے صـ۵ا سے ۴۲ـہ تک منقول ہیں پھر ایک نظر ڈال لیں اور فیصلہ کریں کہ کیا انمیں بعید سے بعید کسی تاویل و توجیہ کی بھی گنجایش ہے اور کیا اونکا کوئی اور مطلب ہو سکتا ہے ؟ جو صاحب اُن عبارات کی کوئی توجیہ کر سکتے ہوں ہم اونکو دعوت دیتے ہیں کہ براہ کرم وہ ہماری بھی رہنمائی فرمائیں اور اگر کہیں اور نہیں تو کم از کم "اصلاح" ہی کے کالموں میں اظہار خیال فرمائیں، ـــــ لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ خود علامہ مشرقی بھی اُن عبارات کا کوئی اور مطلب بیان نہیں کریں گے نہ آج تک انھوں نے بیان کیا ہے ـــــ بہر حال "تذکرہ" کی وہ عبارات تو یقیناً متعین المراد اور قطعاً ناقابل تاویل و توجیہ ہیں - ہاں "جھوٹ کے پول" کی مندرجہ بالا عبارت میں ضرور ایسی لچک ہے کہ وہ ایک طرح "تذکرہ" کی اون عبارات کے مناقض نہیں رہتی، غور فرمائیے اسکے الفاظ یہ ہیں -

"انگریز، جرمن، جاپان وغیرہ مسلمانوں کے نزدیک ہرگز مومن نہیں نہ ہو سکتی ہیں نہ "الجنۃ" کی حقدار"

کہا جا سکتا ہے کہ اس عبارت میں علامہ صاحب نے اپنا ذاتی نظریہ بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ عام مسلمانوں کا خیال بتلایا ہے - اسطرح یہ عبارت تذکرہ کی اون عبارت کے مناقض اور مخالف نہیں ہوتی جنمیں انگریز وغیرہ یورپین اقوام کو "مومن"

وتسلیم" وغیرہ کہا گیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر اسکو علامہ صاحب کی طرف سے بطور صفائی پیش کرنا محض ایک فریب ہوگا۔

ان دو احتمالوں کے بعد صرف تیسرا احتمال رہجاتا ہے کہ علامہ صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے ہی کے لیے بالقصد اپنے ضمیر اور نظریہ کے خلاف ایسا لکھا ہو اور جس شخص کے سامنے علامہ صاحب کی پوری زندگی اور اُنکے عادات و اطوار ہوں وہ ایسا ہی سمجھنے کے لیے مجبور ہے — اور یہ علامہ صاحب ہی کی خصوصیت نہیں ہے عام داعیانِ ضلالت کچھ اسی رفتار سے چلتے ہیں — جن حضرات نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصانیف دیکھی ہونگی ان کو اندازہ ہوگا کہ اس کارروائی میں وہ کتنے جری تھے، ایکطرف نبوت، حقیقی نبوت کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور دوسری طرف عام مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے "ختم نبوت" کا اعلان اور مدعی نبوّت کی تکفیر بھی فرماتے جاتے تھے، بلکہ اونکی تو بہت سی کتابیں ایسی ہیں جنمیں دونو قسم کی عبارتیں آگے پیچھے چل رہی ہیں، اور انکے اسی دجل وتلبیس کا یہ نتیجہ ہے کہ خود ان کے متبعین میں انکے دعوائے نبوت ہی کے بارہ میں اختلاف ہوگیا قادیانی پارٹی اونکو "حقیقی نبی" تسلیم کرتی ہے اور لاہوری پارٹی انکی نبوّت سے انکار کرکے اونکو صرف مسیح موعود وغیرہ مانتی ہے؛

الغرض جسطرح مرزا صاحب کی صرف وہ عبارات جنمیں "ختم نبوت" پر انھوں نے اپنا اعتقاد بلکہ ایمان ظاہر کیا ہے اور مدعی نبوت ورسالت کو لعنتی تک لکھا ہے اونکی پوزیشن صاف نہیں کرتیں، اور ہر صاحب عقل وفہم اونکی دوسری صاف صاف عبارات کو پیش نظر رکھکر اونکو خادع وملبّس سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے، اسی طرح ہم جیسوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ "تذکرہ" کی اون واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے اور علامہ صاحب کے اُس تازہ اعلان کو سامنے رکھتے ہوئے کہ "تذکرہ لازوال حقیقت ہے جھوٹ کے پول" کی مندرجہ بالا عبارت کو خدع وتلبیس سمجھیں، اور اگر کسی صاحب فکر دیانتدار کو ہماری اس رائے سے اختلاف ہو تو وہ بتلائے کہ اس کے سوا اور صورت کیا ہے؟ رجوع سے علامہ صاحب کو خود انکار ہے — "تذکرہ" کی عبارات قطعاً ناقابل تاویل وتوجیہ ہیں (حتی کہ علامہ صاحب کے کسی حامی بلکہ خود علامہ صاحب نے بھی، اونکا کوئی دوسرا مطلب آج تک نہیں بتلایا) پھر اگر "جھوٹ کے پول" والے اعلان کو دجل وفریب پر محمول نہ کیا جائے تو کیا سمجھا جائے؟

بہر حال "تذکرہ" کی تصریحات کے خلاف علامہ صاحب کی جو عبارات ان کے حامیونکی طرف سے پیش کیجاتی ہیں ہم مذکورہ بالا وجوہ سے مجبور ہیں کہ ان کو صرف خدع وفریب سمجھیں، لیکن اگر واقعی علامہ صاحب کے خیالات وہ نہیں

رہی ہیں جو انھوں نے تذکرہ میں لکھی ہیں تو وہ صاف اسکا اعلان فرمادیں اور یقین کریں کہ ہم سے زیادہ خوشی شاید اس سے کسی اور کو نہ ہوگی، اور اگر بفرض محال تذکرہ کے سمجھنے میں ساری دنیا سے غلطی ہورہی ہو تو پھر اسکا مطلب خود ہی واضح کرکے اس دنیا کی رہنمائی کی جائے ـــــ لیکن اگر یہ دونوں باتیں ہونی نہیں ہیں اور یقین ہے کہ نہیں ہونی ہیں تو پھر عقل و ایمان کا فیصلہ وہی ہے جو ہمنے عرض کیا

چھٹا مغالطہ حامیان خاکساریت کی طرف سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ خاکسار تحریک میں بہت سے علما "بھی شریک ہیں اور حسب بیان "الاصلاح" پنجاب و سرحد کے دس ہزار سے زیادہ مولوی صاحبان نے اپنا نام ادارۂ علیہ کے رجسٹر میں درج کرایا ہے ..... صد ہانے اس مطلب کے متفقہ فتوے شائع کئے ہیں کہ قائد تحریک اور خاکسار سپاہیوں کے عقائد صحیح مسلمانوں کے عقائد ہیں (جھوٹ کا پول صفحہ ۱۲)

اگرچہ ہم کو اس بیان کی صداقت بھی معلوم ہے اور اس "راوی" کی "صدق بیانی" کا بھی ہمکو پورا تجربہ ہے تاہم اگر کسی "مولوی" نے بربنائے ناواقفیت ایسا کیا ہو اور بانی تحریک کے جو عقائد اور تحریک کے جو نقائص ہمنے اس مقالہ میں ذکر کیئے ہیں، اون کا علم نہونے کی وجہ سے بیچارے دو چار مولوی بھی فریب میں آگئے ہوں تو کیا بعید ہے۔ لیکن جس کے سامنے یہ سارا دفتر کھلا ہوا موجود ہو وہ کیونکر اپنی آنکھیں بند کرلے، اور کس طرح "بینا" ہونے کے باوجود "نابینا" بن جائے ؟ علاوہ ازیں "الاصلاح" میں وقتاً فوقتاً جن ناموں کے ساتھ "مولوی" لکھکر انکی شرکت تحریک کا اعلان کیا گیا ہے اون میں باستثنائے چند باقی سب صوبہ سرحد کے ہیں اور وہاں کے مولوی ملاؤں کے متعلق خود "ادارۂ علیہ" کی رپورٹ ہے کہ

> صوبہ سرحد کے ملا اور پیر سرکار انگریزی کی رپورٹ کے مطابق ۹۶ فی صدی ناخواندہ ہیں ان ۹۶ میں سے اندازاً صرف تین فی صدی قرآن روال پڑھ سکتے ہیں باقی صرف نماز جانتے ہیں بلکہ ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو صرف اذان کہہ سکتی ہے اور اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتی، ایسے اَن پڑھ ملّاؤں کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو سرحد میں مشہور ہیں لیکن اپنے ہاتھ سے دستخط بھی نہیں کرسکتے
>
> (جھوٹ کا پول ص۲)

پس ہوسکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ انہی ۹۶ فی صدی میں سے کچھ "مولوی نما جاہل" علامہ صاحب کے دام فریب میں بھی آگئے ہوں لیکن جہانتک اہل تحقیق اور ارباب بصیرت علماء دین کا تعلق ہے ہم پورے وثوق اور کامل اذعان و یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اونمیں سے کوئی بھی علامہ کے عقائد کی تصویب اور اُن کی تحریک کی تحسین نہیں کرسکتا

واقفیت کے بعد ان سب کی رائے اس بارہ میں صرف وہی ہو سکتی ہے اور وہی ہے جو ہم نے اس مقالہ میں ظاہر کی ہے کسی عالم دین بلکہ واقفِ دین کو بھی اسمیں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔

علماء پر بے عملی، ملت سے غداری اور بے پناہ تکفیر بازی کا الزام

ساتواں زبردست مغالطہ | خاکساریت کے حامیوں کی طرف سے سب سے زیادہ زور اور قوت کے ساتھ جو بات کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ

اس تحریک کے مخالف صرف مولوی ہیں اور قومی کام کرنے والوں کو کافر کہنا اور ہر چلتے کام میں روڑے اٹکانا اونکی قدیمی عادت ہے، اُن کے فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں، ان کا تو کام ہی کافر بنانا اور ملّت کے خادموں کو گمراہ بتلانا ہے، یہ خود تو کوئی کام کرتے نہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا بھی کچھ نہ کر سکے تاکہ اونکے نکمے پن پر پردہ پڑا رہے ـــــ اسی کے ساتھ بعض ناخداترس اور حیاباختہ کبھی کبھی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ میاں! یہ مولوی ملا تحریک کی مخالفت ہی کے لئے دشمنان اسلام (انگریزوں یا ہندوؤں) سے تنخواہیں پاتے ہیں یہ سب کے سب ایمان فروش اور ملت کے غدّار ہیں، وغیرہ وغیرہ ـــــ یہ باتیں کچھ اسقدر رنگ آمیزی اور ملمع کاری کے ساتھ پیش کیجاتی ہیں کہ بہت سے سادہ لوح اسکا شکار ہو جاتے ہیں

ملّت کا غدار اور دشمنوں کا تنخواہ دار کون ہے؟

اس آخری بات کے جواب میں تو یہاں ہم صرف اسقدر عرض کریں گے کہ علامہ صاحب کے متعلق اون کے بہت سے مخالفین کا بہت پرانا دعوے ہے کہ وہ برٹش حکومت کے تنخواہ دار ایجنٹ ہیں اور خاکسار تحریک انھوں نے اسی کے اشارہ پر ہندوستان میں اوس کے مفادوں کی حفاظت ہی کے لیے اٹھائی ہے، اس دعوے کے جو دلائل اور شواہد علامہ صاحب کے وہ مخالفین پیش کرتے ہیں فی الحقیقت وہ ایسے ہیں کہ ان کو بالکل نظرانداز نہیں کیا جا سکتا اور ان کے سامنے آنیکے بعد درحقیقت جناب "علامہ" کی ذات اور انکی موجودہ سرگرمیاں بہت زیادہ مشتبہ ہو جاتی ہیں ـــــ مگر ہم نے چونکہ اس مقالہ میں یہ ارادہ ہی کر لیا ہے کہ اسمیں کوئی بات ایسی نہیں لکھی جائیگی جس کے متعلق ہم کو بذات خود کامل یقین حاصل نہ ہو اور جو خود ہمارے نزدیک محقّق اور غیر مشکوک طور پر ثابت شدہ نہو، اس لیئے ہم نے بالقصد یہاں اس پہلو پر کوئی بحث نہیں کی ـــــ ورنہ اگر ہم بھی علامہ صاحب کی طرح قانون الٰہی سے آزاد، خدا کی گرفت سے بیخوف، اور محاسبہ آخرت سے بے پرواہ ہو کر مخالف کے متعلق سب کچھ کہدینے اور لکھدینے کی "جرأت" رکھتے، تو انکی طرح محض بے دلیل نہیں بلکہ دلیل کے ساتھ ان کو موجودہ دنیا میں سب سے بڑی دشمنِ اسلام طاقت سے سازش رکھنے والا، اور "متاع قلیل"

کے عوض اپنے ایمان، مسلمانوں کے مفاد، اور ملت کی عزت کو فروخت کر دینے والا ثابت کر سکتے تھے۔ مگر چونکہ وہ دلائل و شواہد خود ہمارے لئے موجب یقین نہیں ہیں بلکہ اون سے صرف علامہ صاحب کی ذات اور اُنکی تحریک مشتبہ ثابت ہوتی ہے یا زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس مقالہ میں اون دلائل سے عمداً کام نہیں لیا اور اس پہلو سے علامہ صاحب کے متعلق کوئی بحث ہی نہیں کی —— پس ہمارا خیال ہے کہ غالباً جناب علامہ نے اپنے مخالف علماء کے متعلق یہ پروپیگنڈا کر کے کہ وہ دشمنانِ اسلام کے کرایہ دار یا تنخواہ یاب ہیں بطور پیشبندی صرف اپنی حفاظت کرنی چاہی ہے تاکہ اُن کے متعلق ایسا نہ کہا جاسکے، اور اگر کوئی ایسا کہے اور علامہ صاحب کے اس "راز" کو کوئی کھولے تو لوگ یہ سمجھیں کہ چونکہ "علامہ صاحب" نے اِن لوگوں کے متعلق ایسا کہا ہے اس لئے شاید صرف انتقاماً اور جواباً یہ بھی اُن کے متعلق وہی کہہ رہے ہیں —— ورنہ ہم اس **کھلے اعلان کے ذریعہ علامہ صاحب اور اُن کے سارے فدائیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ جو علماء کرام** ان کی بدعقیدگی اور مذہبی و شرعی نقطۂ نظر سے انکی تحریک کے مفاسد و نقائص کی وجہ سے ان کی یا اُنکی تحریک کی سرگرمی سے مخالفت کر رہے ہیں (مثلاً حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور، حضرات علمائے تھانہ بھون، بزرگان جمیعۃ علماء ہند دہلی، مولانا بہار الحق قاسمی، مولانا غلام غوث سرحدی مولانا سید عبداللہ شاہ پشاوری وامثالہم) اونمیں سے کسی ایک "عالم دین" کے متعلق وہ اس ناپاک بہتان کو ثابت کریں، ورنہ مواخذۂ آخرت کے منتظر رہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی" وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔

رہا یہ پروپیگنڈا کہ علماء کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں، ان کا تو کام ہی کافر بنانا اور قومی کاموں میں رخنہ ڈالنا ہے سو یہ بھی جس طرح اور جس انداز میں آج کہا جاتا ہے یقیناً ایک ملحدانہ فریب ہے۔ اور جب سے مغربی اثرات کے طفیل دماغوں سے مذہبی گرفت کمزور پڑ رہی ہے اور طبائع مائل بالحاد ہو رہی ہیں اُسوقت سے ہر ملحد اور ہر داعیٔ ضلالت اسی لغو منطق کو سپر بناتا ہے، اور کوئی شک نہیں کہ آجکل کے بازار میں یہ سب سے زیادہ چلتا ہوا سکہ ہے۔ دوسرے چھوٹے موٹے داعیانِ الحاد کا کیا ذکر، اس صدی کے سب سے بڑے قائدِ ضلالت مدعیٔ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف دیکھ جائیے جن کو خود جناب علامہ نے بھی نامزد کر کے کافر لکھا ہے۔ (جھوٹ کا پول صفحہ ۷)

قریب قریب اُنکی ہر ایک ہی تصنیف میں آپ کو علماء کے فتووں کا یہی جواب اسی انداز میں ملے گا، پھر اُن کے متبعین نے تو علماء کے فتووں کو قطعاً بے اعتبار ثابت کرنے کے لئے ایسے مستقل رسالے شائع کیئے ہیں جن میں صرف وہ فتوے جمع کر دیئے ہیں جو کسی اسلامی فرقے کی طرف سے کسی دوسرے فرقے یا اُس کے کسی فرد کے خلاف کبھی لکھے

گئے اور پھر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے ہر فرقے نے دوسرے کو کافر بتلایا ہے لہٰذا انکی اس کفر بازی کا کوئی اعتبار نہیں، اس سلسلہ کا شاہکار مرزائی امت کی لاہوری شاخ کے امیر جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کا ایک مستقل خطبہ ہے۔ نیز بھاولپور کے تاریخی مقدمہ میں قادیانی نمایندوں کی طرف سے جو طویل تحریری بیان پیش کیا گیا تھا اور جو کتابی شکل میں قادیان سے شائع بھی ہو چکا ہے اس میں بھی قادیانیوں کے خلاف علماء کے اجماعی اور متفقہ فتووں کے مقابلہ میں بس اسی "منطق" سے کام لیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ "مولویوں" نے ہمیشہ سے ہی ایک دوسرے کو کافر کہا ہے لہٰذا اُن کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں ـــ خود مشرقی صاحب کے ادارۂ علیہ کی طرف سے بھی ایک رسالہ اسی قسم کا "کفر زار اسلام" (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب) شائع ہوا ہے جسمیں مذکورالصدر قادیانی رسائل و مضامین ہی کا پورا مواد جمع کر دیا گیا ہے، اگرچہ اسمیں سخت غلط بیانیوں سے بھی کام لیا گیا ہے، اور جہالت کے بھی خوب خوب مضحکہ خیز مظاہرے کئے گئے ہیں لیکن یہاں ہم کو اسکا جواب دینا ہے اور نہ اسپر تنقید منظور ہے، اسوقت تو ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ "علماء" کے فتووں کے جواب میں اس لغو منطق کا استعمال علامہ صاحب یا ان کے حامیوں کی کوئی تازہ ایجاد نہیں ہے بلکہ اس بارہ میں شرفِ اولیت مرزا صاحب قادیانی اور انکے متبعین کو حاصل ہے اور اگر یہ عذر کسی گمراہ کے لیے کافی یا مفید ہو سکتا ہو تو پھر مرزا صاحب اور انکے امتی اسکے فائدہ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

ہاں اسمیں شک نہیں کہ علماء سے غلطی بھی ہو جاتی ہے اور ہوئی ہے اور بلاشبہ وہ معصوم نہیں ہیں، اور اس سے بھی ہم کو انکار نہیں کہ بعض نام نہاد علماء نے اس قسم کے فتووں میں سخت بے احتیاطی یا نفسانیت سے بھی کام لیا ہے لیکن اس سے یہ کلیہ قائم کر لینا کہ بس اب کسی عالم کے کسی فتوے کا اعتبار ہی نہیں بلکہ وہ جس کو کافر کہیں وہ پکا مومن اور حامی اسلام ہے سخت بے انصافی اور بے راہ روی ہے ـــ کون نہیں جانتا کہ طبیبوں ڈاکٹروں سے علاج اور تشخیص میں غلطی بھی ہوتی ہے اور آئے دن انکی غلطیوں کے نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن کیا آج تک کسی صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ طبیبوں ڈاکٹروں کے علاج اور نسخے غلط بھی ہوتے ہیں اسلئے اب جب ہم مریض ہونگے یا جب ہمارا بچہ بیمار ہوگا تو ہرگز کسی حکیم اور کسی ڈاکٹر کو نہیں دکھلایا جاویگا۔ بلکہ کوئی حکیم ڈاکٹر جس شخص کو مریض تجویز کرے گا ہم اس کو اعلیٰ درجہ کا تندرست کہیں گے اور جب وہ ہم کو گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے رائے دیگا تو ہم ہمیشہ اس کے مخالف پہلو پر عمل کرینگے۔ اگر جسمانی صحت و مرض میں اپنی جان اور صحت کی خاطر کبھی آپ ایسا خلاف عقل فیصلہ نہیں کرتے تو دین اور ایمان کے بارے میں آپ کیوں ایسا غیر عاقلانہ بلکہ مجنونانہ فیصلہ کرتے ہیں ـــ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ کے نزدیک جان اور صحت کی جتنی قدر ہے ایمان اور دین کی اتنی قیمت نہیں ــ عقل و ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جب کسی شخص کے خلاف علماء کرام اظہار رائے کریں یا اس کے متعلق کفر یا گمراہی کا فتوے دیں تو اگر خود آپ کو دین کا اتنا علم ہے کہ آپ اس کی غلطی اور صحت کا فیصلہ

کرسکتے ہیں تو فبہا ورنہ یہ دیکھئے کہ یہ فتویٰ دینے والے کس قسم کے حضرات ہیں اگر وہ ہیں جن کی احتیاط اور خداترسی معلوم و مسلم ہے تو انکی رائے پر اعتماد کیجئے اس کے سوا آپ کے لئے کوئی چارہ کار نہیں ۔ ورنہ آپکے غلط اصول پر تو مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی بھی مسلمان بلکہ حامی اسلام ٹھیرینگے جن کے کفر پر خود مشرقی صاحب نے بھی مہر فرمائی ہے ـــــ اب دیکھئے کہ "علامہ مشرقی" یا انکی "خاکسار تحریک" کے خلاف مذہبی نقطۂ نظر سے سخت مخالفانہ رائے کا اظہار کرنیوالے صرف وہی حضرات نہیں ہیں جنکو تکفیری فتووں میں بے احتیاط یا عجلت پسند کہا جاسکے بلکہ ہندوستان کے تمام وہ اکابر علماء جنکی احتیاط اور جن کی خداترسی مسلم ہے اور جنھوں نے مشرقی صاحب کی تحریرات کو دیکھا ہے وہ سب ہی اس بارے میں قریبًا متفق الرائے ہیں ہندوستان کے علماء حق اور علماء ربانیین میں سے غالبًا ایک بھی ایسا نام نہیں بتلایا جاسکتا جنھوں نے مشرقی صاحب کی تحریرات کو اچھی طرح دیکھا ہو اور خاکسار تحریک کے لٹریچر پر بھی انکی پوری نظر ہو اور پھر انکی رائے ان کے سخت خلاف نہ ہو ـــــ ہندوستان کے علماء میں علم و فضل اور علمی دیانت کے لحاظ سے علماء دیوبند اور علماء ندوۃ العلماء کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور ان دونو جماعتوں کے متعلق یہ تجربہ موجود ہے کہ کسی جماعت یا فرد کیخلاف سخت اظہار رائے اور فتوائے تکفیر میں یہ پوری پوری احتیاط کرتے ہیں حتیٰ کہ جن بر خود غلط "مفتیوں" نے محض ناحق ان کے متعلق کفر کے فتوے دیے انھوں نے انکے متعلق بھی اس قسم کا فتویٰ نہیں دیا ۔ بلکہ بعض اکابر جماعت دیوبند کے متعلق تو یہ نظیر موجود ہے کہ کسی غلط اطلاع یا غلط فہمی کی وجہ سے انھوں نے کسی کے متعلق کوئی ایسا فتویٰ اگر دیدیا بھی تو حقیقت حال معلوم ہوجانے پر بے تامل اور بلا تکلف اس سے رجوع کرلیا ـــ غرض ان حضرات کی یہ احتیاط اور یہ خداترسی ہمیشہ کی آزمودہ حقیقت ہے لیکن معلوم ہے کہ مشرقی صاحب کے بارہ میں ان سبکی رائے یہی ہے کہ ان کے خیالات سخت گمراہانہ اور قطعًا منافی اسلام ہیں ـــــ بلکہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ انکے بارہ میں یہ رائے صرف "علماء" ہی کی نہیں ہے بلکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے جو حضرات اسلامی شعور اور دین کا فہم رکھتے ہیں ان سب کا فیصلہ بھی وہی ہے جو علماء کا فتویٰ ہے۔

الغرض خاکساروں یا خاکسار نوازوں کے اس مغالطہ میں بھی کوئی جان نہیں ۔

کیا خاکسار تحریک کے مخالف صرف کانگریسی علماء ہیں؟

خاکساریت کے بہت سے ابلہ فریب حامی عوام مسلمانوں کے عام رجحانات کو کانگریس کے خلاف دیکھکر یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ اس تحریک کی مخالفت صرف کانگریسی علماء کرتے ہیں، اور باقی غیر کانگریسی علماء سب ہماری تائید و حمایت میں ہیں حالانکہ یہ بھی محض سفید اور بیداغ جھوٹ ہے، کون نہیں جانتا کہ کانگریس کے مخالف علماء میں علم و فضل، ورع و تقویٰ، اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے سب سے بلند اور ممتاز ہستی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کی ہے لیکن علامہ مشرقی اور خاکسار تحریک کے بارہ میں آپکی رائے بالکل وہی ہے جو دیگر علماء کرام کی ابھی ابھی آپ ہی کے ارشاد سے آپکے خلیفہ راشد مولانا محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند نے ایک مبسوط رسالہ بنام "مشرقی اور اسلام" علامہ مشرقی اور خاکسار تحریک کے شرعی حکم کے متعلق لکھا ہے جو اسی مہینے شائع ہوا ہے اور اسمیں پوری تحقیق و تدقیق کے بعد کتاب و سنت کے فیصلے انکی

روشنی میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے کہ علامہ صاحب کے عقائد موجب کفر ہیں اور اُنکی تحریک خاکساران کی شرکت اسکے مقصد اور اثرات کے لحاظ سے شرعاً حرام ہے۔"

اس رسالہ پر حضرت مولانا تھانوی مدظلہ اپنی تصدیق فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

(خاکسار تحریک کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کی رائے گرامی)

بعد الحمد والصلاۃ! احقر اشرف علی تھانوی عفی عنہ نے رسالہ ہذا کو خود فاضل مصنف سلمہ سے حرفاً حرفاً سنا ایسے فتووں میں شرعاً جسقدر تدین و احتیاط و انصاف کی ضرورت ہے اُن کا پورا حق ادا کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بانی تحریک سے بالمشافہ گفتگو کی بیحد کوشش کی گئی۔ تاکہ اگر کوئی عذر یا تاویل محقق ہو جائے تو حکم میں تخفیف ہو جاوے لیکن بانی کیطرف سے بالکل اسکا موقع ہی نہیں دیا گیا، اسلئے ضابطۂ شرعیہ کے موافق حکم ظاہر کیا گیا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس تحریک میں شرکت کا انجام اسلام کا انعدام و انہدام ہے حالاً یا مآلاً۔

(ٹائٹل رسالہ مشرقی اور اسلام)

نیز جو سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء کرام حضرت مولانا مدظلہ سے روحانی رابطہ رکھتے ہیں وہ سب ہی کانگرس کے سخت دشمن ہونیکے باوجود خاکسار تحریک کے بھی سخت ترین مخالف ہیں اور اس بارہ میں انکی رائے بالکل وہی ہے جو حضرت ممدوح کی ہے۔

مولنا سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی کانگرس کی مخالفت اور زبردست مخالفت میں کافی شہرت رکھتے ہیں حتیٰ کہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگرس سے الگ رکھنے میں انکی قلمی کوشش جسقدر موثر ہوئی ہے شاید کسی اور کی نہوئی ہو مگر کانگرس کی اس مخالفت بلکہ اس کے خلاف مسلسل جنگ کے باوجود خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی کے بارہ میں انکی جو رائے ہے وہ انکے اس مکتوب میں ملاحظہ فرمائیے جو اس کتاب کے آخر میں درج ہے۔

نیز خود راقم الحروف بھی اون لوگوں میں ہے، جنکو کانگرس کے نظریہ سیاست سے جسکا محور یورپ کا نظریہ قومیت ہے ذاتی طور پر شدید اختلاف ہے بہرحال حامیانِ خاکساریت کا یہ پروپگنڈا کہ اس تحریک کے مخالف صرف کانگرسی علماء ہیں سراسر جھوٹ اور محض مکر و فریب ہے۔

کیا علماء کو بے عملی کا طعنہ دیا جاسکتا ہے؟

علی ہذا علامہ صاحب اور اُنکے ہمصفیروں کا یہ طعنہ کہ علماء بے عمل ہیں بزدل ہیں، ایثار و قربانی کے جذبہ سے خالی ہیں، قوم کو بلند کرنیکی کوئی تڑپ انہیں نہیں، اور اسی واسطے وہ کسی اور ایثار پیشہ اور فعال جماعت کو میدان میں نہیں دیکھنا چاہتے اور اسکی مخالفت کرنا اپنے وقار کے تحفظ کے لئے ضروری سمجھتے ہیں ـــــ تو یہ بھی واقعیت سے بہت دور عامیانہ بازاری پروپگنڈا ہے۔ ورنہ جس طرح دوسری جماعتوں اور دوسرے طبقوں میں مختلف الاحوال افراد ہیں اسیطرح علماء میں بھی مختلف درجات کے لوگ ہیں ـــ یہ دعویٰ تو نہیں ہے کہ اُنمیں سے ہر ایک میں حضرت خالدؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی روح ہے، لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جسکی تصدیق سرکار انگریزی کی رپورٹوں سے کیجا سکتی ہے کہ احیاء ملت اور اجنبی اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کیلئے ہندوستان میں جتنی قربانیاں بحیثیت مجموعی طبقہ علماء نے کی ہیں مسلمانوں کے کسی دوسرے طبقہ کے اعمال نامہ میں یقیناً اسکی نظیر نہیں دکھلائی جاسکتی ـــ سلطنت مغلیہ کے سقوط اور غیر اسلامی اقتدار کے قیام کے بعد ہندوستان میں اسلام کو آزاد کرانے اور اسلامی اقتدار پھر سے قائم کرنے کے لئے جو جہاد حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ہوا اس کے علمبردار شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے مدرسہ کے پڑھے ہوئے علماء ہی تھے ـــ پھر اس تحریک جہاد کے بظاہر ناکام اختتام کے بعد برسہا برس تک حضرت سید صاحبؒ کی بقیہ جماعت اور آپکے متوسلین نے

اسی مقصد کے لئے جو خفیہ اور علانیہ کوششیں کیں اور پٹنہ، صادق پور اور ستھانہ (سرحد) میں جو کچھ ہوتا رہا، اور پھر جس کی پاداش میں ۱۸۶۴ء کا مشہور مقدمۂ سازش چلا (جو زیادہ تر بغاوت کے مقدمہ کے نام سے معروف ہے) اور جس کا انجام و اختتام پھانسی کے فیصلوں اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزاؤں پر ہوا، اس سب کے ذمہ دار بھی علماءؒ ہی تھے جنہوں نے اپنی جانیں بھی اس راہ میں دیدیں ——— نیز ۱۸۵۷ء میں جو انقلابی تحریک اٹھائی گئی (جسکو انگریز کے پروپیگنڈے نے غدر کے ناپاک نام سے مشہور کر دیا ہے) اس کے قائدین بھی علماء ہی تھے۔ اور اسی لئے وہی انگریزی مظالم کا اس وقت زیادہ نشانہ بنے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں وہ اور ان کے متبع دیندار مسلمان پھانسیوں پر چڑھائے گئے۔

پھر اسکے عرصہ دراز کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے چند رفیق ایک انقلابی پروگرام لیکر اُٹھے لیکن قضاء و قدر کا فیصلہ خلاف تھا کہ اسکی تکمیل سے پہلے گرفتار کر لئے گئے اور تقریباً پانچ برس مالٹا میں اپنے چند رفیقوں کے ساتھ نظربند رہے بلکہ آپکی تحریک کے بعض رفقاء تو تاامروز جلاوطن ہی رہا ——— پھر ۱۹۱۹ء کی تحریک خلافت میں گرمی ان علماء ہی کی سرگرمیوں نے پیدا کی اور سینکڑوں سے زیادہ علماء اس سلسلہ میں مبتلائے قید و بند ہوئے ——— اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں جب کانگرس نے نہرو رپورٹ" کے استرداد کے اعلان کے بعد سول نافرمانی کی شکل میں جنگ آزادی شروع کی تو مسلمانان ہند کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں میں سے صرف علماء کی جماعت (جمعیۃ علماء ہند) ہی نے اسمیں شرکت کی اور اس تحریک میں تقریباً ایک ہزار صرف علماء ہی جیلوں میں گئے اور اکابر جمعیۃ میں سے تو شاید کوئی بھی باہر نہیں رہا۔ اور آج بھی جبکہ علامہ صاحب سرکار فرنگ کی مشکلکشائی کے لئے اپنی پچاس ہزار قواعد داں خاکساروں" کی پیشکش کا اعلان کر کے پروانۂ خوشنودی اور تمغۂ وفاداری کے منتظر ہیں بیسیوں علماء کرام صرف پنجاب میں ڈیفنس آف انڈیا رولز ڈیفنس کی خلاف ورزی کے جرم میں جیلوں میں پہنچ چکے ہیں اور انہیں سے بعض کے خلاف بغاوت کی اور سنگین دفعات کے ماتحت مقدمات چلائے جا رہے ہیں جن میں پھانسی بھی ہو سکتی ہے اور حبس دوام بھی اور دس بیس سال کی قید بھی۔ حالانکہ ان کا جرم اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ یورپ کی موجودہ سامراجی جنگ کے وقت مسلمانوں کے سامنے وہ لائحۂ عمل پیش کرتے ہیں جسمیں وہ اسلام کی بہبودی اور مسلمانوں کی فلاح یقین کرتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس کی پاداش میں ہم کو کتنی لمبی اور سنگین سزا بھگتنی پڑے گی، لیکن اس کے باوجود جس کلمۂ حق کا اعلان وہ وقت کا فریضہ سمجھتے ہیں اس کے اظہار و اعلان سے باز نہیں آتے اور اپنا فرض ادا کر کے اپنے کو حوالۂ مصائب کر رہے ہیں۔ کیا ماضی و حال کے ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے ایک سرے سے تمام علماءؒ کو بے عملی اور بزدلی کا طعنہ دینا اعلیٰ درجہ کی شیطنت یا انتہائی قسم کی جہالت نہیں ہے ؟

ہاں ہاں!! ان کے سیاسی مسلک سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور دیانت داری کے ساتھ اختلاف کیا جا سکتا ہے، انکی رائے اور ان کی جد و جہد کو غلط کہا جا سکتا ہے اور جو شخص ایمانداری کے ساتھ ایسا سمجھتا ہو اسے حق ہے کہ ایسا کہے لیکن ان کو بے عملی اور تن آسانی کا طعنہ صرف وہی دے سکتا ہے۔ جو یا تو ہندوستان کی سیاسی تاریخ سے قطعاً جاہل اور بے خبر ہو یا سخت درجہ کا ناخداترس ہو اور جھوٹے پروپیگنڈے ہی کو کمال سمجھتا ہو۔

عسکری تنظیم اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا مغالطہ

آٹھواں مغالطہ خاکساریت کے مبلغین ایک بات یہ بھی کہتے ہیں کہ اس تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کی عسکری تنظیم ہو رہی ہے۔ قوم کا بکھرا ہوا شیرازہ پھر سے جڑ رہا ہے۔ مختلف الخیال مسلمانوں میں اتحاد و ارتباط پیدا ہو رہا ہے اور "امارت" کا جو نظام صدیوں سے تباہ ہو چکا تھا وہ اس کے ذریعہ پھر سے قایم ہو رہا ہے۔

اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے دعوے کی جانچ کے لیئے صرف یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ کیا اس تحریک نے مسلمانوں کے کسی ایک بھی اختلاف کو ختم کیا ہے۔ کیا شیعہ سنّی کی تفریق نہیں رہی؟ کیا قادیانی غیر قادیانی گلے مل گئے؟ کیا مقلدین اور غیر مقلدین کے اختلافات ختم ہو گئے؟ کیا دیوبند اور بریلی میں کوئی نیا سمجھوتہ ہو گیا؟ ـ اچھا کیا مسلمانوں کی سیاسی پارٹیوں کی کشمکش ختم ہو گئی؟ کیا لیگی اور احراری مسلمان ایک نقطہ پر آگئے ـ اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا بلکہ "خاکساروں" اور دوسرے مسلمانوں میں ایک نیا مذہبی و سیاسی خطرناک اختلاف اور پیدا ہو گیا جس کے نتیجہ میں آئے دن جوتا پیزار اور بیلچہ دکلہاڑی چلنے کی اطلاعات آتی رہتی ہیں۔ تو پھر اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا دعویٰ کس قدر غلط اور کیسا بہادر جھوٹ ہے۔

اگر کہا جائے کہ اتحاد و اتفاق یہ پیدا ہو رہا ہے کہ مختلف الخیال مسلمان خاکساروں میں شامل ہو کر "ایک جماعت" بن رہے ہیں تو اس میں خاکساریت کی کیا خصوصیت؟ کیا مجلس احرار میں شیعہ سنّی، مقلد، غیر مقلد، دیوبندی، غیر دیوبندی ہر قسم کے مسلمان جمع نہیں ہیں؟ کیا مسلم لیگ میں ہر فرقہ کے لوگ شامل نہیں ہیں؟؟ ــــ بلکہ ان جماعتوں نے تو مسلمانوں میں کسی نئے فرقہ کا اضافہ بھی نہیں کیا برخلاف تحریک خاکساران کے کہ اس نے مسلمانوں کے قدیم مختلف الخیال فرقوں میں ایک نئے لڑاکو فرقہ کا اضافہ کر کے مسلمان قوم کی بدنصیبیوں میں کچھ اور اضافہ ہی کر دیا ہے۔ اندریں حال اگر یہ کہا جائے کہ تحریک خاکساران مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور اُس سے اتحاد پھیل رہا ہے تو اس کے متعلق بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔

جنوں کا نام خرد رکھدیا خرد کا جنوں ⁂ جو چاہے آپ کی طبع کرشمہ ساز کرے

رہا یہ کہ اس تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کی "عسکری تنظیم" ہو رہی ہے اور اس طرح ایک "طاقتور" جماعت پیدا ہو رہی ہے ــ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ تنظیم و طاقت کے مفید اور مضر ہونے کا مدار اس کے مقصد اور منتہا کے حسن و قبح پر ہے۔

اگر تنظیم وطاقت کسی اچھے مقصد کے لیئے ہی تو بڑی مبارک چیز ہی لیکن اگر کسی فساد انگیزی یا کسی امر باطل کی حمایت کے لیئے ہی تو قطعاً نامبارک ہی اور حق پرستوں کا فرض ہی کہ اس کو ناکام کرنے بلکہ پاش پاش کر دینے کے لیئے اپنی امکانی طاقت صرف کر دیں۔ ایمان کی روشنی میں غور فرمایئے کہ اگر مسلمانوں میں کوئی جتھا ڈاکہ زنی اور غارت گری کے لیے منظم ہو یا کسی دشمن اسلام طاقت کے ہاتھ مضبوط کرنے اور اسلامی مصالح کے مقابلہ میں غیر اسلامی مفاد کی حفاظت کے لیئے کوئی غلط کار گروہ منظم ہونے لگے اور اسی نامسعود مقصد کے لیئے طاقت پیدا کرے تو کیا صرف اس لیئے آپ اس کی تائید وحمایت کرینگے کہ وہ "مسلمانوں" کا گروہ اور "مسلمانوں" کی جماعت ہی؟ اگر آپ کو اسلامی تعلیمات سے کچھ بھی بہرہ ہی تو ہرگز آپ یہ فیصلہ نہیں کرینگے بلکہ اس تنظیم کو مٹانے اور اس طاقت کے توڑ دینے ہی کو دین وملت کی خدمت سمجھیں گے۔ الغرض یہ ایک بدیہی بات ہی کہ تنظیم وطاقت کی اچھائی برائی کا مدار اس کے مقصد اور محل استعمال پر ہی۔ اور یہ آپ کو خود خاکسار تحریک کے بانی کی تصریحات سے معلوم ہو چکا ہو کہ اس "تنظیم" اور اس طاقت کی فراہمی کا مقصد اس مذہب کو مسلمانوں میں رائج کرنا ہی جو علامہ صاحب کے نزدیک صحیح مذہب اور اصلی دین ہی اور جس کی رو سے اقوام یورپ سب سے بڑی مومن اور مسلم قومیں ہیں۔ اور ہم واقعات وشواہد کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ خاکسار تحریک سے علانیہ یہی کام لیا جا رہا ہی اور علامہ صاحب تحریک ہی کی راہ سے اپنے اس مقصد میں بڑی تیزی کے ساتھ کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔

دوسرا مقصد اس تحریک وتنظیم کا انگریزی مفاد کی حفاظت اور بلا شرط وقیمت حفاظت کہا جا سکتا ہی جیسا کہ ان کی پچاس ہزاری تازہ پیش کش سے سمجھا جاتا ہی۔ اور ظاہر ہی کہ یہ دونوں مقصد اسلامی مفاد کے قطعاً خلاف ہیں اور ان مقاصد کے لیئے "تنظیم وطاقت" بلحاظ نتائج اسلامی نقطۂ نظر سے دوسری مخالف اسلام تنظیموں اور طاقتوں سے کچھ بھی مختلف نہیں۔ ورنہ اگر مقصد اور نصب العین سے قطع نظر کر کے "ہر تنظیم اور ہر طاقت" محمود اور لائق تائید وحمایت ہی ہو تو پھر حق وباطل کی تفریق ہی غلط ہی، اور پھر اس کے لیئے "اسلام" اور "مسلمانوں" کا نام استعمال کرنا، اور دین وملت کے نام پر اس کے لیئے اپیل کرنا شرمناک قسم کی منافقت ہی۔ نیز اگر آپ کو صرف "تنظیم وطاقت" ہی محبوب ومرغوب ہی خواہ وہ اسلامی اصولوں کے منافی ہو اور خواہ مفاد ملت کے خلاف ہی استعمال ہو تو پھر اس کے لیئے کسی نئے ہنگامے اور نئی تحریک کی کیا ضرورت ہی، باطل کی طاقتیں پہلے سے کافی منظم موجود ہیں پس اگر آپ کو حق وباطل کے امتیاز کے بغیر تنظیم وطاقت ہی کی پرستش کا شوق ہی تو انہیں میں کسی سے وابستہ ہو کر اپنا یہ خالی از مقصد شوق پورا کر لیجئے۔

اسلام تو ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ آپ کسی باطل المقصد تحریک میں صرف اس لیئے

شریک ہوں کہ اُس میں "تنظیم" ہو اور "طاقت" کی تیاری ہو، بلکہ اسلام کا فیصلہ تو اس بارہ میں ہی ہے کہ ایسی غلط "تنظیم" کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور اس طاقت کے فنا کرنے کے لیئے اپنی امکانی طاقت صرف کر دی جائے چاہے انجام کار اس راہ میں خود ہی قربان ہو جانا پڑے، اسلام نے باطل "تنظیم و طاقت" کے سامنے جھکنا اور اس کی تائید و حمایت کرنا نہیں سکھایا بلکہ اس کیخلاف جنگ کرنا اور ڈٹ کر جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر یہ کیسی گمراہی ہے کہ اسلام ہی کا نام لیکر آج مسلمانوں کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ علامہ صاحب کے عقائد کیسے ہی سہی، اور خاکسار تحریک میں کتنے ہی نقائص سہی مگر چونکہ وہ مسلمانوں کی "عسکری تنظیم" ہے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کی طاقت بن رہی ہے لہذا اس کی تائید و حمایت ہی کیجائے۔

خاکسار تحریک خالص مسلمانوں کی تحریک ہے یا مخلوط؟

پھر یہ کہنا بھی کتنا صریح فریب ہے کہ خاکسار تحریک صرف مسلمانوں کی تنظیم اور مسلمانوں کی طاقت ہے حالانکہ اس کے بانی کا صاف اعلان ہے کہ۔

> ہم اس تحریک کے اندر کم از کم دس لاکھ سپاہیوں کی ایک پُر امن، پابند قانون، قواعد داں، مطیع خدا اور منکر ما سوا، بے غرض، حکم ماننے والی خادم خلق۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی، اچھوت سب پر مشتمل ایک جماعت تیار کرنا چاہتے ہیں (قول فیصل نمبر صفحہ ۲۱)

اور ابھی ابھی ۷ار نومبر کے "الاصلاح" میں علامہ صاحب نے پچیس لاکھ ۲۵۰۰۰۰۰ نئے خاکساروں کی بھرتی کے متعلق جو "سر کلر" شائع کیا ہے اُس میں آپ نے بھرتی کرنے والوں کو ہدایات دیتے ہوئے لکھا ہے۔

> "ان خاکساروں کی بھرتی بلا لحاظ مذہب و ملت ہو، ہندو، سکھ، پارسی، عیسائی اچھوت، انگریز، سب کے لیئے کھلا دروازہ ہو"
>
> (الاصلاح ۷ار نومبر ۳۹ء)

اور یہ صرف اعلان ہی نہیں ہے بلکہ جن لوگوں کو اس تحریک کا پورا حال معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں ہندو، سکھ وغیرہ غیر مسلم اس جماعت میں شامل ہیں اور بعض مقامات کے سالار بھی وہی ہیں۔ ۱۷ر نومبر کے "الاصلاح" میں مختلف صوبوں کے لیئے جن تبلیغی وفود کا اعلان کیا گیا ہے ان میں سے صوبہ پنجاب والے وفد کے دو رکنوں کے نام یہ ہیں۔ اقبال چند سالار محلہ ملتان، ہیرا لال سالار محلہ ملتان (الاصلاح ۱۷ر نومبر ۳۹ء صفحہ ۹)

صوبہ یو۔پی میں خاکساروں کے غیر مُسلم سالار

نیز ہمارے صوبہ یو۔پی میں صرف ضلع بہرائچ میں اس تحریک کا زیادہ فروغ ہوا ہے اور اسی ضلع میں دو جگہوں (ریاست پیاگو اور ریاست مہنگا) کے سالار غیر مسلم ہیں (ملاحظہ ہو مقالہ افتتاحیہ اخبار "حق" لکھنؤ یکم ستمبر ۳۹ سنہ ء) ایمان و انصاف سے غور کیجئے کہ اِن واقعات کے ہوتے ہوئے "خاکسار" تحریک کو خالص مسلمانوں کی فوجی تنظیم بتلا کر اسلام کے نام پر پروپیگنڈا کرنا کیسا شرمناک مکر و فریب ہے ؟

لکھنؤ کی جنگ اور بُلند شہر کا حادثہ

نواں مغالطہ لکھنؤ کے واقعات کے بعد سے خاکساریت کی مبلغین کو ایک بڑا ہتھکنڈا مل گیا ہے اور وہ ہر ایک کے سامنے اس معاملہ کو اس طرح پیش کرتے ہیں گویا کہ "بدر و حنین" جیسی کوئی عظیم الشان اسلامی مہم سر کر کے آئے ہیں حالانکہ اصل واقعہ صرف اس قدر ہے کہ۔

لکھنؤ میں شیعوں اور سُنیوں میں "مدح صحابہ" اور "تبرا" کے قضیہ پر عرصہ دراز سے نزاع تھا علامہ صاحب نے اُس میں مداخلت کی اور ایسے غلط طریقہ سے مداخلت کی کہ کوئی معقولیت پسند انسان بھی اُس کی تحسین نہیں کر سکتا مثلاً آپ نے ہر دو فریق کے رہنماؤں کو قتل کی دھمکیاں دیں اور سرزمین لکھنؤ میں گویا آگ اور خون کی قیامت برپا کر دینے کے لغو بلکہ مجنونانہ دعوے کئے "خطرناک اقدامات" اور "جان لیوا احکامات" کے ڈراوے دیئے۔ اور جب حکومت یو۔پی نے آپکو کوئی خاص اہمیت نہ دی تو اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکی دی، اور اس کے بعد یہ خواہش بھی کی کہ شیعہ سُنی قضیہ کے ختم کرنے میں وہ علامہ صاحب کا تعاون بھی حاصل کرے۔ لیکن حکومت نے آپ کے غیر ذمہ دارانہ رویہ ہی کی بنا پر آپکا تعاون قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد علامہ صاحب اپنے کچھ سپاہیوں کے ساتھ خود لکھنؤ پہونچ گئے وہاں ان کی جماعت نے سخت غیر ذمہ دارانہ اور امن شکن حرکتیں کیں[1] جس کی وجہ سے حکومت نے جناب علامہ کو گرفتار کر کے حوالۂ جیل کر دیا اور علامہ صاحب نے معافی مانگ کر اور تحریری اقرار نامہ داخل کر کے ایک ہی دن میں رہائی حاصل کر لی۔ ادھر حکومت یو۔پی نے خاکسار تحریک ہی پر کچھ پابندیاں عائد کر دیں۔ اس کے بعد جناب علامہ کی معافی کی خبر جیسے ہی شائع ہوئی خود ان کی جماعت میں ان کے خلاف سخت چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ دوسری طرف اُن کے مخالفین نے بے طرح ان کی بزدلی کا ڈھنڈورا پیٹا۔ علامہ صاحب نے یہ رنگ دیکھکر "معافی نامہ" سے

[1] واضح ہو کہ ان اشتعال انگیز اور امن شکن حرکتوں کا کوئی تعلق براہ راست حکومت یا ہندوؤں سے نہ تھا بلکہ انکی یہ جارحانہ اور بادشاہانہ حرکتیں لکھنؤ کے صرف مسلمانوں اور بالخصوص مدح صحابہ کی حامی سُنی مسلمانوں کے خلاف تھیں جنکی تفصیلات اخبارات میں آچکی ہیں۔

صاف انکار کردیا اور بڑی بلند آہنگی سے اعلان کیا کہ معافی نامہ پر میرے دستخط جعلی بنائے گئے ہیں اور میں نے اپنے مشیران قانونی کو حکومت یو۔پی پر جعل سازی کا مقدمہ چلانے کی اجازت دیدی ہے (جو آج تک نہیں چلایا گیا اور انشاءاللہ قیامت تک نہیں چلایا جائے گا) لیکن جب آپ کی جماعت اس زوردار انکاری بیان سے بھی مطمئن نہیں ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ معافی کے معاملہ نے جو عام بے اعتمادی کی لہر پیدا کردی ہے وہ اب صرف زبان اور قلم ہی کے زور سے ختم نہیں ہو سکتی تو آپ نے اس غلطی کا کفارہ ادا کرنے ہی کے لیئے دوبارہ گرفتار ہونے کی ٹھان لی، اور اعلان کے ساتھ لکھنؤ کے لیئے روانہ ہوگئے۔ حکومت یو۔پی نے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کے ماتحت آپ کو گرفتار کرلیا اور ایک مہینہ کی سزا دیدی اس کے بعد مختلف اطراف سے خاکساروں کے جتھے یو۔پی میں سول نافرمانی کے لیئے آنے لگے اور گرفتاریاں اور سزائیں ہونے لگیں، لیکن ان سزاؤں کی میعاد عموماً ایک ماہ، دو ماہ یا تین ماہ تھی ابھی یہ معاملہ اس طرح چل ہی رہا تھا کہ یورپ میں جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے دوسری کانگریسی وزارتوں کیساتھ یو۔پی کی وزارت بھی مستعفی ہوگئی اور حکومت کی باگ خود گورنر نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور بعض نرم شرائط کے ساتھ خاکسار تحریک پر سے پہلی حکومت کی عائد کردہ پابندیاں اٹھالیں ؛ اللہ اللہ خیر سلّا!

بس، یہ ہے خاکساروں کے اس "جہاد عظیم" کی تاریخ، اوّل تو اس میں کوئی ندرت نہیں کہ اس کو کوئی خاص اہمیت دی جاسکے، مہینے دو مہینے چار مہینے کی سزا کاٹ لینا آج کی دنیا میں لڑکوں کا ایک کھیل ہوچکا ہے شیعوں نے "لعن و تبرّا" جیسے ناپاک مقصد کیلئے اسی سال یو۔پی کے جیل خانے بھر دیئے تو کیا صرف اس قید ہو جانے کی وجہ سے وہ ہماری حمایت و ہمدردی کے مستحق ہوگئے۔؟ دیکھنے کی چیز تو یہ ہے کہ کس مقصد کی خاطر سول نافرمانی کی یہ جنگ لڑی گئی، کیا مسلمانوں کا کوئی ملی مسئلہ اور مذہبی حق اس کا باعث ہوا؟ کیا وارد ہا تعلیمی اسکیم سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کرانے یا ان کے حسب منشاء اس میں ترمیم کرانے کے لئے یہ قربانیاں دی گئیں ؟ کیا وزارت میں مسلمانوں کے حسب منشاء کوئی اصولی تبدیلی کرانے کے لیئے یہ جنگ کی گئی ؟۔ آپ اس عرصہ کا "اصلاح" ہی کا پورا فائل دیکھ جایئے اس میں آپ کو صرف دو باتیں ملیں گی۔ ایک یہ کہ "علامہ صاحب" کے بقول لکھنؤ کا شیعہ سنّی نزاع ختم نہ کرانے میں حکومت یو۔پی کی کوتاہی بلکہ اُس کی بدنیتی، کو دخل تھا اور علامہ صاحب نے اس جنگ کے ذریعہ حکومت پر اس قضیہ کو ختم کرانے کے لیئے زور ڈالا دوسری بات آپ کو اصلاح میں یہ ملے گی کہ یہ سارا کھیل تماشا صرف "علامہ صاحب" کی عزت و ناموس" کی خاطر کیا گیا اور یہ ساری قربانیاں صرف آپکی بھینٹ چڑھیں (ملاحظہ ہو الاصلاح ۹ ستمبر صفحہ) اور یہی اصل بات ہے جس کی تائید واقعات و شواہد سے ہوتی ہے۔ ورنہ اگر اس "جدوجہد" کا منشاء شیعہ سنّی قضیہ ختم کرانا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ اس کے

ختم سے پہلے آپ تحریک نہ ختم کرتے، لیکن سب کو معلوم ہے کہ وہ قضیہ بالکل علیٰ حالہ باقی ہے (بلکہ پچھلے دنوں میں نوبت اختلاف سے بڑھکر "قتل وقتال" تک پہونچ چکی ہے) اور علامہ صاحب یو۔پی کی نئی خالص "انگریزی حکومت" سے صلح کرکے مع اپنے لاؤلشکر کے بخیریت تمام روانہ اور بالکل روانہ ہوچکے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کی اس "جنگ" کا مقصد ہرگز شیعہ سنی نزاع ختم کرانا نہ تھا بلکہ فی الحقیقت پہلی مرتبہ معافی مانگ کر رہائی حاصل کرنے میں انھوں نے جو شدید ترین غلطی کی تھی صرف اس کی تلافی ان کو کرنا تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ "خاکسار تحریک" پر جو پابندیاں ان کی خلاف امن سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت نے عاید کردی تھیں ان کو ختم کرانا تھا۔ اس سے آگے یقیناً کوئی اور مقصد نہ تھا پس اگر اس معمولی سے مقصد کے لیئے ہزار دو ہزار "خاکسار بہادر" مہینے مہینے دو دو مہینے کے لیئے جیل تشریف لے گئے تو کونسی بڑی "اسلامی خدمت" ہو گئی اور کونسا بڑا مورچہ فتح کرلیا؟ کہ اس کے پروپیگنڈے سے آسمان زمین ایک کیا جارہا ہے۔ اور یہاں علامہ صاحب تو یہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ یو۔پی کی وزارت نہیں بلکہ تمام کانگرسی صوبوں کی وزارتیں ہمارے ہی اس "قیامت خیز اقدام" اور "پچاس ہزاری پیشکش" کے اعلان کے اثر سے ٹوٹی ہیں (اصلاح ۱۰ نومبر ۳۹ء)

اللہ اکبر! جل جلالہٗ!! پروپیگنڈا اور جھوٹ ہو تو ایسا تو ہو۔ کہ اس "فن شریف" کے موجد بن بھی سنیں تو کانوں پہ ہاتھ دھر جائیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا ورنہ عرض یہ کیا جارہا تھا کہ لکھنؤ کے جس ہنگامہ کو اس قدر اہمیت دی جارہی ہے۔ اور جس کو "جہاد عظیم اور فتح مبین" کہا جارہا ہے اس کا کوئی تعلق بھی ملّت کے کسی اہم مسئلہ سے نہ تھا پس اس طرح بے مقصد یا کسی غلط اور غیر اسلامی مقصد کے لیئے کچھ لوگوں کے جیل چلے جانے کو جہاد عظیم کہنا درحقیقت اس مقدس نام کی توہین کرنا ہے۔

پھر اس سلسلہ میں حادثۂ بلند شہر کی سرخی سے رنگ بھرنے کی جو کوشش کیجاتی ہے وہ بھی محض ابلہ فریب پروپیگنڈا ہے، اس سے انکار نہیں کہ بلند شہر میں جو کچھ ہوا بہت رنج دہ اور افسوسناک ہوا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ قیمتی جانیں کس مقصد کے لیئے تلف ہوئیں؟ آیا "علامہ صاحب" کا ناموس اور "خاکسار تحریک" کا وقار قائم رکھنے کے لیئے یا کسی اعلیٰ اسلامی مقصد کے لیئے؟ واقعات شاہد ہیں کہ اس تمام قصہ میں اسلام کے کسی مسئلہ اور مسلمانوں کے کسی ملّی حق کا سوال ہی نہیں تھا۔ پس اگرچہ اس حادثہ کے مقتولین و مجروحین کی مصیبت ہمارے لیئے اندوہناک ہے اور ہمارے دلوں میں ان کے لیئے درد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کا بے حد افسوس ہے کہ ان نوجوانوں اور مسلمان نوجوانوں کی جانیں علامہ صاحب کی غلط روی کے طفیل بالکل بے مقصد تلف ہوئیں، اور علامہ صاحب نے ان کے خون

سے صرف اپنی تحریک میں رنگ بھرنے کا کام لیا، حالانکہ مسلمان کا خون اس سے بدرجہا قیمتی ہے کہ اُسے ایسے معمولی بلکہ ذلیل و حقیر مقاصد کے لیئے استعمال کیا جائے۔

علاوہ ازیں صرف جان دیدینا اور گولیوں کا نشانہ بن جانا دینی نقطۂ نظر سے بذاتِ خود کوئی چیز نہیں بلکہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیئے اور راہِ حق میں جان دینا اور مصیبت برداشت کرنا وہ چیز ہے جس کے لیئے مسلمان میں جذبہ اور تڑپ ہونی چاہیئے۔ اور وہی مسلمان کی روح کو اپیل بھی کر سکتی ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان ہی کے مشہور انقلابی بھگت سنگھ نے کس شان اور کس آن سے پھانسی کے تختہ پر لٹک کر جان دی، اور اس سے پہلے "جتندر ناتھ" نے پچاس دن سے زیادہ بھوکے پیاسے رہکر "وطن" اور "اہلِ وطن" کی خاطر کیسے شاندار اور قابلِ یادگار طریقہ سے اپنی "قربانی" پیش کی۔ تو کیا انکی اس "قربانی" اور جان سپاری کی وجہ سے مسلمان ان کا کلمہ پڑھنے لگیں؟ اور اُنپر عقیدت کے پھول چڑھانے لگیں۔؟ کیا یہی اسلام کا منشا ہے؟ جس شخص کو اسلام کا کچھ بھی شعور اور کتاب و سنّت کا کچھ بھی فہم ہوگا وہ بتلا سکتا ہے کہ اسلام ہرگز ایسی "مُردہ پرستی" کی تعلیم نہیں دیتا۔ اس کی نظر میں قابلِ قدر اور لایقِ تقلید قربانی صرف وہ ہے جو مقصدِ حق کیلئے اور راہِ حق میں دی گئی ہو، ما لکم لا تشعرون؟

کیا "خاکسار تحریک" میں شامل ہو کر اُس کے مفاسد کی اصلاح کیجا سکتی ہے؟

دسواں مغالطہ | بعض حامیانِ خاکساریت یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جو لوگ علامہ صاحب کے عقائد و خیالات یا ان کی تحریک کے بعض اصولوں سے اختلاف رکھتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ باہر سے اعتراضات کرنے کے بجائے خود اس میں شامل ہو کر اس کی اصلاح کے لیئے کوشش کریں۔ بلکہ اپنے ہم خیالوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس میں داخل کر کے یا تو "علامہ صاحب" کو ٹھیک ٹھیک چلنے پر مجبور کر دیں۔ یا پھر ان کو اس سے بیدخل کر کے خود اس پر قابض ہو جائیں"۔

یہ بات بظاہر جس قدر "معصومانہ" ہے اسی قدر غلط بھی ہے۔ یہ طریقہ کار ان جماعتوں یا ان اداروں کی اصلاح کے لیئے تو بعض اوقات مفید ہو سکتا ہے جن میں انتخاب کا طریقہ رائج ہو، جہاں رائے عامہ، امیر یا قوتِ عاملہ کو منتخب کرتی ہو اور جماعت میں تقویٰ و خدا ترسی، اور اخلاص و للّٰہیت کا غلبہ ہو۔ نفسانیت و خود غرضی، ضد اور شخصیت پرستی "جہاں بالکل نہ ہو یا بہت مغلوب ہو۔ لیکن علامہ صاحب اور ان کی تحریک کے متعلق دوسرے قوی شکوک و شبہات" کو نظر انداز کر کے بھی جناب علامہ صاحب کی "انانیت" اور ان کے استنکاف و استکبار کا جو حال

معلوم و مشاہد ہے اور خاکسار تحریک ان کی لاشریک آمریت و حاکمیت، اور پیغمبرانہ اختیار ناطق کے جن اصولوں پر چلائی جا رہی ہے ان میں اس طریقۂ اصلاح کی کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں، انھوں نے اپنے "اختیار ناطق" سے ہر قسم کی اصلاحی کوششوں کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا ہے پھر تحریک کے دوسرے اصول "خاموشی" سے کسی اندرونی اصلاحی کوشش کے لئے کوئی امکان ہی نہیں چھوڑا ہے۔ تحریک میں شامل ہونے کے بعد تو اس اصول "خاموشی" کے ذریعہ لبوں پر مہر لگ جاتی ہے اور اس طرح علامہ صاحب کا "اختیار ناطق" خاکساریت کا بپتسمہ، دیکر اچھے خاصے انسان کو علامہ صاحب کے سامنے حیوان غیر ناطق "بنا دیتا ہے۔ خود علامہ صاحب نے قول فیصل میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ۔ "خاکسار تحریک کی بنیاد خاموشی پر ہے" وہیں اس کا اثر اور نتیجہ یہ لکھا ہے۔ کہ

"خاموشی اور نظام کا ادنیٰ کرشمہ جنگ عظیم میں یہ تھا کہ ایک پکا اور نماز گذار مسلمان سپاہی اپنے رجمنٹ کیساتھ پنجاب سے گاڑی میں سوار ہوتا تھا، خاموشی سے جہاز میں سوار ہو کر چند دنوں کے اندر بغداد کے محاذ جنگ میں حاضر کیا جاتا تھا وہاں اس غریب اور بے بس حیوان کو حکم تھا کہ اپنے مسلمان بھائی کے سینے گولیوں سے چھلنی کردو اس کو تعمیل کے سوا چارہ نہ تھا کیونکہ سپاہی کا کام خاموشی ہے خاکسار تحریک کا پیش نہاد قوم کو خاموش کر دینا ہے"۔ (قول فیصل نمبر صفحہ ۱۵)

نیز اس کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں۔

"پچھلی جنگ عظیم میں اگر ہندوستانی مسلمانوں نے انگریز کے حکم سے بغداد جا کر ترکوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے تو اس کی وجہ ان کی سپاہیانہ تربیت تھی۔ جماعت میں داخل ہو کر ہر شخص حکم ماننے پر مجبور ہے"۔

اگر خدا نے آپ کو کچھ عقل و بصیرت دی ہے تو سوچئے کہ علامہ صاحب کی انانیت ان کے جانے بوجھے استنکاف و استکبار، اور تحریک میں ان کے "اختیار ناطق" اور خاکساروں کے اس فریضۂ "خاموشی اور بس خاموشی" کے ہوتے ہوئے داخلی اصلاح کا کیا امکان رہجاتا ہے؟ علاوہ ازیں ہم بتلاتے ہیں کہ یہ کوشش اس راہ سے بھی ہو چکی ہے اور اتنے موثر ذریعہ سے ہو چکی ہے کہ اس سے زیادہ موثر ذریعہ اب غالباً پیدا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی مرحوم کی مخلصانہ کوشش تھی۔

مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان صاحب مرحوم کی خاکسار تحریک میں شرکت، اصلاح کی مخلصانہ کوشش، اس کا مایوسانہ انجام اور پھر علیحدگی

عام طور پر موصوف کو ایک اچھے وسیع النظر مورخ اور کامیاب مصنف کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے لیکن جن چند لوگوں کو ان کے "خاص حالات" معلوم ہیں صرف وہ جانتے ہیں کہ اندر سے وہ کیا تھے ـــــ وہ سراپا "آرزوئے جہاد" تھے انھوں نے اپنے محدود دائرے میں کئی بار "انقلابی" قسم کی جماعتیں تیار کرنی چاہیں لیکن ماحول کی ناسازگاری اور صحیح رفقا نہ ملنے کی وجہ سے اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر جب "علامہ مشرقی" صاحب نے یہ خاکسار تحریک شروع کی اور "اجتماعی غلبہ" "سیاسی اقتدار" اور "روئے زمین کی بادشاہت" جیسے بلند مقاصد کا بڑی اونچی آواز سے اعلان کیا اور جماعت کی تشکیل بھی فوجی اصولوں پر کی تو وسیع تجربہ کے باوجود جذبہ جہاد اور غلبہ اسلام کی آرزو کے زبردست تقاضے سے بیتاب ہو کر علامہ صاحب سے جا ملے، اور جوانوں بلکہ نوجوانوں سے زیادہ گرمی اور جوش رکھنے والے قریباً ساٹھ سال کی عمر کے اس بوڑھے نے اس وقت بیلچہ ہاتھ میں لیا جبکہ اسکا ہاتھ میں پکڑنا دوسروں کو اپنے پر صرف ہنسنے کی دعوت دینا تھا اور جبکہ کل "بیلچہ گیروں" کی تعداد انگلیوں پر گنے جانیکے قابل تھی چند روز کے بعد تحریک کے اصولی نقائص اور علامہ صاحب کی غلط روی اور غلط کاری کا آپنے پورا پورا ادراک کر لیا، اور چونکہ صاحب "نظر" تھے نیز ماضی کے ان تمام ہلاکت خیز فتنوں کی تاریخ اور انکا خطرناک اور مہلک انجام آپکی نگاہ میں تھا جنکا آغاز بڑے بڑے دلکش اور جاذب نظر عنوانوں کیساتھ اسلام میں ہوا، اور انجام امت کی خونریزی و بدنصیبی کی شکل میں ظاہر ہوا تھا! اور پھر علامہ صاحب کی چال میں بھی آپکو وہی "قرمطی" اور "حسن بن صباحی" "انداز نظر آیا تو آپنے پورے اخلاص کیساتھ اصلاح کی کوشش شروع کی، عرصہ تک علامہ صاحب سے خط وکتابت کی جسمیں پہلے سب سے زیادہ زور اس پر دیا کہ "اختیار ناطق" اور "اطاعت مطلقہ" کا اصول جو خلاف کتاب وسنت ہے، بلکہ جو روح اسلام کے قطعاً خلاف ہے اسکو ختم کر دیا جائے، اور درحقیقت انکا منشا اس سے یہ تھا کہ اس اصول کے تبدیل ہو جانیکے بعد دوسری ضروری اصلاحات کیلئے دروازہ کھلجائے کیونکہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں جماعت میں اس اصول کے ہوتے ہوئے کسی اصلاحی کوشش کی کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہی اصول تحریک کے دوسرے مفاسد کی جڑ ہے۔ غرض موصوف نے شر وفساد کی اس بنیاد ہی کو اکھاڑنے اور اصلاح کا دروازہ کھولنے کیلئے پہلے صرف اس اصول کو بدلوانیکی کوشش کی مہینوں علامہ صاحب سے بڑی "خاکساری" بلکہ "نیازمندی" کے ساتھ خط وکتابت کی، لیکن علامہ صاحب جنکے "خاص عزائم" اس "اختیار ناطق" اور "مطلق اطاعت" ہی سے والبستہ ہیں وہ کسی طرح ان غلط اور قطعاً غیر اسلامی بلکہ سراپا فساد اصولوں کو بدلنے بلکہ انہیں کوئی نرم تبدیلی کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوئے (مولانا اکبر شاہ خاں مرحوم اور علامہ صاحب کی اس طویل خط وکتابت کا اکثر حصہ اسی زمانہ میں اخبار "مدینہ بجنور" میں شائع بھی ہو گیا تھا) پھر جب موصوف کی اصلاحی کوشش قطعاً ناکام رہی اور آپنے علامہ صاحب کے غلط اور اسلام کیلئے مہلک عزائم کو سمجھ لیا تو جسطرح اسلام کی خدمت کے لحاظ سے اسمیں شامل ہوئے تھے اسی طرح اس سے علیحدہ ہو جانیکو تقاضائے دین سمجھکر بے تامل اس سے علیحدگی

اختیار کرلی۔ (بیشک اللہ کے ایماندار اور دانشمند بندوں کا وطیرہ یہی ہے کہ انکا کسی کیساتھ جڑنا اور کسی سے کٹنا صرف اللہ کیلئے اور دینی تقاضے کے ماتحت ہوتا ہے۔) اس کے بعد اسی موضوع پر آپنے ایک مستقل کتاب "فصل الخطاب" لکھی جو ۱۲۰ صفحات پر ہے۔ اس میں مرحوم نے "تحریک خاکساران" کی اس بنیادی اصول "اختیار ناطق" اور "مطلق اطاعت" کا غلط باطل خلاف اسلام، اور نتائج کے لحاظ سے سخت مہلک ہونا، کتاب و سنت اور عقل و بصیرت کی رو سے ثابت کیا ہے۔ اور واقعات کی روشنی میں بتلایا ہے کہ خاکسار تحریک جس رُخ پر جارہی ہے۔ اور "جناب علامہ" اُس کو جن اصولوں پر چلا رہے ہیں اُس کا نتیجہ ملت کے حق میں سخت خطرناک نکلنے والا ہے۔ اور عہد ماضی میں اِن اصولوں پر جو تحریکیں اٹھی ہیں انھوں نے اسلام اور امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہونچایا ہے۔

[یہ کتاب "فصل الخطاب" اگرچہ عوام کیلئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی اور نہ وہ اس کے مطالعہ سے کوئی خاص فائدہ اٹھا سکیں گے لیکن تعلیم یافتہ طبقہ کے جو حضرات "خاکسار تحریک" پر ایک ماہر مصنف اور مبصر کی علمی اور سنجیدہ تنقید دیکھنا چاہیں اُن کے لیئے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اور وہ اس سے ضرور فائدہ حاصل کرسکیں گے۔]

اہل انصاف غور فرمائیں کہ اکبر شاہ خانصاحب کی اس کوشش سے زیادہ مخلصانہ اور موثر "اصلاحی کوشش" اور کیا ہوسکتی ہے؟

نیز ابھی حال ہی میں بعض ان ممتاز "علماء" کرام نے جو علامہ صاحب کی اصلاح سے بالکلیہ مایوس نہ تھے۔ اسی مقصد کیلئے محض اخلاص اور خیر خواہی ملت کے جذبہ کے ماتحت علامہ صاحب سے گفتگو کرنی چاہی لیکن جناب علامہ نے ان کو اس کا موقعہ نہیں دیا، اس کے بعد انھوں نے خط و کتابت کی لیکن "علامہ" نے ان کو چار حرف لکھنے بھی گوارا نہ کیئے اور "منیجر اصلاح" سے نہایت مہمل اور مایوس کن جواب دلوائے بالآخر اُن کو بھی مایوس ہوجانا پڑا اور مسلمانوں کو ان کے اور اسلام کو انکی تحریک کے شر سے بچانے کے لیئے مجبوراً اپنی شرعی رائے ظاہر کرنی پڑی، یہ وہی کوشش تھی جس کی طرف حضرت حکیم الامت مدظلہ نے رسالہ "مشرقی اور اسلام" کی تصدیق (مندرجہ کتاب ہذا ص ۱۲۳) میں اشارہ فرمایا ہے اس پوری کوشش کی تفصیل ناظرین کرام رسالہ مذکور "مشرقی اور اسلام"[1] میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں

آخری اتمام حجت اور "اصلاح" کیلئے پھر دعوت

اب اگرچہ ان تجربات مبینہ کے بعد علامہ صاحب سے اصلاح پذیری کی کوئی توقع نہیں رہی ہے لیکن تاہم مزید اتمام حجت اور سادہ لوحوں کے اس عذر کو بھی ختم کرنیکے لیئے پھر ایک دفعہ ہم بہت مختصر وہ اصلاحی مشورے پیش کرتے ہیں کہ اگر انکو قبول کرلیا جائے تو "خاکسار تحریک" عام مسلمانوں کیلئے قابل تعاون ہوسکتی ہے۔

(۱) علامہ صاحب کے عقائد و خیالات چونکہ سخت گمراہانہ ہیں اور وہ تحریک کے ذریعہ انکی ترویج و اشاعت کررہے ہیں نیز بعض دوسری قسم کی دماغی اور اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے کسی عظیم المقصد تحریک کی قیادت کیلئے ان کی شخصیت چونکہ موزوں نہیں ہے۔ (جیسا کہ ہم مفصلاً عرض کرچکے ہیں) اور پھر مزید براں ان کے متعلق بعض نہایت اہم اور ناقابل نظر انداز شکوک و شبہات ہیں جن کے لیئے قرائن و شواہد بھی موجود ہیں لہذا تحریک کی قیادت ان کے بجائے کوئی دوسرا شخص کرے جو اس قسم کی کمزوریوں سے

[1] "مشرقی اور اسلام" از مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی قیمت ۸ رعایتی ۲ ر (ملنے کا پتہ مکتبہ الفرقان بریلی)

پاک اور اس کام کا اہل بھی ہو، اور کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ معدوم نہیں ہیں جو ان گمراہیوں اور کمزوریوں سے خالی ہونے کے باوجود علامہ صاحب سے بہتر طور پر تحریک کو چلا سکتے ہیں۔ اگر علامہ صاحب اس پر غور کرنے کیلئے تیار ہوں تو ہم ایسے متعدد حضرات کے نام پیش کر سکتے ہیں۔

(۲) دوسری چیز یہ ہے کہ "اختیار ناطق" اور "مطلق و بلاشرط اطاعت" کا اصول ختم کر دیا جائے اور اس کے بجائے امیر کی حیثیت اور اس کے اختیارات وہی ہوں جو اسلام نے مقرر کئے ہیں وہ مجلس شوریٰ سے بے نیاز نہ ہو، قوم کے سامنے جوابدہ ہو، اور اُمت اگر کسی وقت اُس کو اس منصب جلیل کا اہل نہ سمجھے تو اپنی اجتماعی طاقت سے اس کو ہٹا کر کسی دوسرے اہل اور اصلح کو اس کی جگہ لا سکے، اس کی اطاعت صرف "معروف" کی حد تک ضروری سمجھی جائے، اور بصورت اختلاف مامور بہ کے معروف یا منکر ہونیکا فیصلہ کتاب و سنت سے ہو؛

سردست اگر صرف یہ دو تبدیلیاں کر لی جائیں تو پھر خاکسار تحریک کیساتھ عام مسلمان تعاون کر سکتے ہیں۔ پس اگر علامہ صاحب تحریک کے معاملہ میں مخلص ہیں اور فی الحقیقت تحریک کی وسعت اور ترقی کے خواہاں ہیں اور اس کی ترقی ان کو اپنے پرسٹیج سے زیادہ عزیز ہے تو ان کے لئے موقع ہے کہ وہ ان دو تبدیلیوں کو قبول کر کے (جن کا تعلق براہ راست انہی کی ذات سے ہے) تحریک کے بارہ میں اپنی بے غرضی اور صدق دلی کا ثبوت دیں اور پھر تحریک کی وسعت و ہمہ گیری کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ لیکن اگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ خود نہیں چاہتے کہ ہر قسم کے مسلمان اس تحریک میں شامل ہوں بلکہ وہ صرف انھیں کو جوڑنا چاہتے ہیں جو عقائد و خیالات میں ان کے ہمنوا یا اُن سے قریب تر ہوں اور جو مسلمانوں میں ایک "جدید" اور "نئی مذہب" کی تبلیغ و اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے دین و مذہب سے بغاوت کو ٹھنڈی آنکھ سے دیکھ سکیں بلکہ اس نامبارک مقصد میں ممد و معاون بن سکیں، یا اپنی سادہ لوحی اور بے بصیرتی کی وجہ سے ان کے مقاصد مشؤمہ اور انکی اغراض مذمومہ کا ادراک بھی نہ کر سکیں اور ان کی رفتار عمل کے مہلک نتائج کو سمجھ ہی نہ سکیں اور اس لئے ان کو "مختار ناطق امیر" اور پیغمبروں کی طرح "مطاع مطلق" "امام" تسلیم کر کے ان کی ہر بات پر "آمنا وصدقنا" کہیں اور ہر طرف سے گونگے بہرے بن کر ان کے ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کریں حتیٰ کہ جب وہ حکم دیں کہ اب سرکار انگریزی کی راہ میں جان قربان کرنے کیلئے جاؤ! تو یہ بلا تامل مارچ کرتے ہوئے چلدیں۔ پس ایسی صورتمیں ان اہل علم اور ارباب بصیرت کیلئے جو دیانتداری کیساتھ علامہ صاحب کے خیالات کو سخت گمراہانہ اور منافی اسلام، اور انکی تحریک کو انہی گمراہانہ خیالات کے پھیلانے کا ایک ذریعہ سمجھ رہے ہیں، اور پوری بصیرت کے ساتھ سمجھ رہے ہیں اور اس کے بد نتائج "گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بجز اس کے کیا چارہ رہجاتا ہے کہ مسلمانوں کو غلط روی اور گمراہی سے بچانے کے لئے علامہ صاحب کے "گمراہ" اور ان کی تحریک کے "گمراہ کن" اور "مضر اسلام" ہونے کا پوری قوت سے اعلان کریں کہ باطل کو باطل کہنا اور اللہ کی مخلوق کو اس سے بچانے کی امکانی کوشش کرنا "وراثت نبوت" اور فریضہ "خیر اُمت" ہے؛ اور اگر کچھ محرومان بصیرت

اس کو "ملائیت" اور "تنگ نظری" سمجھتے یا کسی فرضی "قومی مفاد" کے خلاف کہتے ہیں تو سمجھا کریں اور کہا کریں۔ ان بیچاروں کو کیا معلوم کہ اسلام "قومیت" اور "قومی مفاد" کو اس جاہلی تصور سے قطعاً بیزار ہے جسمیں حق و باطل کی تمیز نہ ہو بلکہ وہ اس کے خلاف جنگ کرنے کو مسلمان کا فریضہ بتلاتا ہے — بہرحال زہر کو زہر اور سانپ کو سانپ کہنا۔

خصوصاً دودھ میں ملے زہر اور آستین میں پلے سانپ کو زہر اور سانپ بتلانا اور اُن کے مہلک نتیجہ سے خدا کی غافل یا بھولی مخلوق کو آگاہ کرنا الٰہی فریضہ اور عقل کا تقاضا ہے۔

لیہلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ط

خاکسار تحریک کیمتعلق مولٰنا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے!

خاکسار تحریک کے متعلق جو کچھ مجھے لکھنا تھا وہ میں لکھ چکا اور کامل غور و فکر کے بعد انصاف و دیانتداری سے جسکو میں حق و صواب سمجھا ہوں اپنے نزدیک میں نے اس کے اظہار میں کوئی کمی نہیں کی اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ کے جن ایماندار بندوں کے نزدیک "حق و ناحق" کا امتیاز کوئی قابل اعتنا چیز ہے وہ انشاءاللہ میرے اس مقالہ کو دیکھکر میری رائے سے اتفاق کرینگے، اب میں اس مقالہ کو محترم مولٰنا سید ابوالاعلیٰ مودودی اڈیٹر "ترجمان القرآن" کے ایک مکتوب کے اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ یہ مکتوب موصوف نے مولٰنا ضیاءالنبی صاحب اڈیٹر رسالہ "الادب کانپور" کے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا جو ماہ شعبان کے "الادب" میں شائع ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیے!

نقل مکتوب مولٰنا سید ابوالاعلیٰ مودودی

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عنایت نامہ ملا۔ الحمدللہ کہ بخیر ہوں فتنۂ خاکسار بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بدقسمتی کا ایک نشان ہے اور کچھ نہیں۔ جو قوم اپنے دین سے جاہل ہو اور جس کا ذہن بالکل پراگندہ ہو چکا ہو اور جس میں حق و باطل کی کوئی تمیز باقی نہ رہی ہو حتیٰ کہ جس کا معیار آدمیت بھی حد سے زیادہ پست ہو چکا ہو صرف ایسی ہی قوم میں اس قسم کی تحریکیں فروغ پا سکتی ہیں۔ مشرقی صاحب کی پرائیویٹ زندگی سے بحث نہیں۔ پبلک زندگی میں وہ جھوٹے اور بزدل ثابت ہوئے ہیں سخت غیر مدبر آدمی ہیں ان کی زندگی کا کوئی اصول نہیں۔ کئی لاکھ مسلمانوں کا لیڈر ہونے کے باوجود جو شخص علی الاعلان جھوٹ بولے، جو خود اپنی تحریر سے انکار کر جائے جو معافی مانگ کر رہائی حاصل کرے اور پھر اپنی عزت برقرار رکھنے کے لئے اپنے عہد کو توڑ دے جو یو۔ پی گورنمنٹ کے دباؤ سے بچنے کے لیے ۵۰ ہزار مسلمانوں کی خدمات بے تکلف انگریزی فوج کے لئے پیش کر دے ایسے شخص کی قیادت اگر مسلمان تسلیم کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ نام نہاد مسلمان اب اخلاقی تنزل کی انتہا کو پہنچ گئے

ہیں۔ اور جس قوم کا میعار اخلاقی اتنا پست ہو جائے اس کے حق میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کبھی دنیا میں ایک با عزت
قوم کا مرتبہ حاصل کر سکے گی۔ مشرقی صاحب کے طرز تحریر کو دیکھئے تو اتنا پایہ شرافت سے گرا ہوا ہے کہ مسلمان تو درکنار ہر شریف
آدمی کی طبیعت اُس کو دیکھکر نفرت کر یگی۔ انھوں نے پبلک کو دھوکا دینے اور جھوٹا بول بول کر لوگوں کو مسحور کرنے کے جو
ڈہونگ اختیار کئے ہیں اور جن طریقوں سے گذشتہ چند برسوں میں اپنی تحریک کو فروغ دیا ہے وہ ایک صداقت پسند
آدمی کو انکی تحریک کی طرف کھینچنے کے بجائے اس سے نفرت دلاتے ہیں مگر میں یہ دیکھ کر انگشت بدندان رہ گیا ہوں
کہ مسلمانوں کے اندر انہی طریقوں سے مشرقی صاحب کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ
اس قسم کے واقعات دیکھ کر مسلمانوں سے میری مایوسی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ جس قوم میں ایسے
ذلیل طریقے فروغ پا سکتے ہیں اور جو اتنے پست اخلاق اور گھٹیا درجہ کے آدمیوں کے پیچھے چلنے پر آمادہ ہو جاتی ہے
اس کا اخلاقی وقار دنیا میں کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ دو چار یا ہزار دو ہزار آدمی ایسے ہوتے تب بھی کوئی بات نہ تھی۔
مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ لاکھوں مسلمان اس کے پیچھے ہیں۔ لاکھوں اس سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے بکثرت
اخبارات اس کی حمایت کر رہے ہیں۔ اور بعض بڑی ذمہ دار مسلمان انجمنیں اس کی تائید پر ہیں۔ یہ صورت حال اس
بات کا پتہ دے رہی ہے کہ اخلاقی پستی ایک وبائے عام کی طرح مسلمانوں میں پھیل چکی ہے اور ان کا میعار انسانیت و
شرافت بالکل گرتا جا رہا ہے۔

(لکھنؤ کی "جنگ" کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-)

حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کا اپنی قوم سے محبت کرنا وہ عصبیت جاہلیہ نہیں ہے جس کو دین منع کرتا ہے۔ البتہ
آدمی کا حق و باطل سے بے نیاز ہو کر ہر حال میں اپنی قوم والے کی حمایت کرنا خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر یہ عصبیت جاہلیہ
ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کو دین مٹانا چاہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں یہی عصبیت جاہلیہ پیدا ہوتی جا رہی
ہے۔ مشرقی صاحب نے جس طریقہ سے تصفیہ مدح صحابہ میں مداخلت فرمائی، کوئی انصاف پسند سچا اور معقول
آدمی اس کو جائز طریقہ نہیں کہہ سکتا۔ اُس زمانہ کے "الاصلاح" کے مضامین دیکھئے صریح طور پر فریقین کے لیڈروں کو
قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ فریقین کو خطرناک اقدام کا خوف دلایا گیا۔ اور علانیہ یہ کہا گیا کہ ہم بزور اس جھگڑے
کو دبائیں گے۔ فرمایئے کونسی حکومت اس طرز عمل کو گوارا کر سکتی تھی؟ یو۔پی کی حکومت ہندوؤں کی حکومت سہی
میں کہتا ہوں کہ کیا کوئی اسلامی حکومت بھی اس کو گوارا کر سکتی تھی کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ قانون کو خود اپنے ہاتھ میں لیکر
کسی نزاع کے فریقین کو قتل کی دھمکیاں دے اور کسی نزاع کو بزور دبانے کا ارادہ کرے۔ پس یو۔پی گورنمنٹ نے
مشرقی صاحب اور ان کے اعوان و انصار کے ساتھ جو کچھ کیا بالکل جائز کیا۔ اب اگر مسلمان ایک خطا کار کا ساتھ
صرف اس لئے دیتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کا آدمی ہے۔ اور یو۔پی گورنمنٹ کے مقابلہ میں صرف اس لئے اس کی حمایت

کرتے ہیں کہ وہ ہندو گورنمنٹ ہی تو یہ صریحاً عصبیت جاہلیہ ہے۔ اخلاق کے سوال سے قطع نظر کرکے اپنی قوم والے کا ساتھ دینا غیر مسلموں کا کام ہے مسلمان بھی اگر یہی کام کرنے لگے تو پھر ان میں اور غیر مسلموں میں فرق کیا رہا؟ کس لحاظ سے وہ غیر مسلم قوموں کے مقابلہ میں اپنی اخلاقی برتری کا دعوی کر سکتے ہیں؟ اور میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو تو دنیا بھر کی قوموں سے الگ ایک گروہ بنایا ہی اس لیئے گیا ہے کہ یہ عصبیت جاہلیہ سے پاک ہو کر مجرد حق کی حمایت کرے اور خالص اخلاقی اصولوں کا علمبردار بن کر اُٹھے۔ اگر اس نے اپنی خصوصیت کھودی، اور وہی پوزیشن اختیار کرلی جو غیر مسلموں کی ہے تو پھر اس نئی جماعت کے وجود کی حاجت ہی کیا باقی رہی؟ کیا اسلام بس اس لیئے آیا تھا کہ اپنے نام سے ایک قوم بناکر دنیا کی باطل پرست قوموں میں ایک اور قوم کا اضافہ کردے؟

خاکسار تحریک کی مذہبی حیثیت کے متعلق مجھے آپ سے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود صاحب علم ہیں مشرقی صاحب کی کتابوں کو دیکھ کر خود معلوم کر سکتے ہیں کہ ان حضرت نے اسلام کے اصولوں کو کس طرح مسخ کیا ہے۔ خیالات اور نظریات کے اعتبار سے اُن میں اور اُن دوسرے مادہ پرستوں میں کوئی فرق نہیں ہے جنھوں نے یورپ سے مادہ پرستی کا سبق حاصل کیا ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دوسرے لوگ اس مادہ پرستی کو ایک الگ مذہب جان کر اختیار کرتے ہیں اور اسے "اسلام" نہیں قرار دیتے، مگر مشرقی صاحب اسے عین اسلام قرار دیتے اور قرآن سے اس کا ثبوت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح مشرقی صاحب اُن سب کی بہ نسبت اسلام اور مسلمانوں کے لیئے زیادہ خطرناک ہیں۔ جو چیز عین اسلام کی ضد ہے، جسے مٹانے کے لیئے ہی اسلام آیا ہے، خود اسی کو اسلام قرار دینا اور مسلمانوں کو یقین دلانا کہ اسی کو لیکر محمد رسول اللہ تشریف لائے تھے، یہ وہ کارنامہ ہے جو مشرقی صاحب نے اس بیسویں صدی میں انجام دیا ہے افسوس کہ عام مسلمان اور انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان اپنے دین سے اس قدر ناواقف ہو چکے ہیں کہ وہ اس جعل کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے ان کے سامنے جب ایک شخص حرکت، عمل، جہاد، تنظیم، اطاعت امیر، اور غلبہ و تمکن فی الارض کے ظاہر فریب نام لیتا ہے تو یہ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس آگیا ہمارا نجات دہندہ مگر ان میں یہ سمجھنے کی تمیز نہیں کہ باطل کی حرکت و عمل اور حق کی حرکت و عمل میں کیا فرق ہے جہاد فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل الطاغوت میں کیا جوہری اور روحی امتیاز ہے۔

فرعونی تنظیم اور نمرودی اطاعت امیر کیا ہے اور اسلامی تنظیم و اطاعت امیر کن حقایق کی بنیاد پر اس سے ممتاز ہوتی ہے۔ خدا سے بغاوت کرنے والوں کا غلبہ و تمکن جو عاد اور ثمود اور فرعون و نمرود کو حاصل تھا اُس خلافت الٰہی سے کس بنیاد پر ممیز ہوتا ہے جسے محمد رسول اللہ نے قایم کیا تھا۔ یہ لوگ ان امور کو نہ تو خود سمجھنے کے اہل ہیں اور نہ طغیان جاہلیت ان کو اس کی اجازت دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص انھیں سمجھائے تو ٹھنڈے دل سے اس کے دلائل پر غور کریں۔ ایسی حالت میں سوا اس کے کیا چارہ ہے کہ آدمی صبر کرے۔ اور ان جاہلوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر خاموشی کے ساتھ حق کی

تبلیغ میں مشغول رہی ....

خاکسار تحریک سے آپ اگر کسی سیاسی فائدے کی توقع رکھتے ہیں تو اسے بھی دل سے نکال دیجئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ تحریک کسی پہلو سے بھی مسلمانوں کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔ کسی تحریک کے بانی اور لیڈر کے عقائد و نظریات کسی حال میں نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ درحقیقت یہی چیز ہر تحریک کی روح رواں ہوتی ہے۔ لہذا ہر صاحب فکر آدمی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ خاکسار تحریک انہی عقائد و نظریات پر مبنی ہے جو مشرقی صاحب نے "تذکرہ" میں پیش کئے ہیں۔ اور عملاً بھی یہ واقعہ ہے کہ خاکسار صاحبان ہر جگہ مشرقی صاحب اور ان کے "تذکرہ" کی مدافعت کرتے اور ان کے حق میں مناظرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جس تحریک کی بنیاد ان عقائد و نظریات پر ہو، اور جس کے پیروؤں میں عام طور پر یہ عقائد و نظریات پھیلے ہوئے ہوں اس سے وہ لوگ کبھی موافقت نہیں کر سکتے جو اسلام کا کچھ بھی علم رکھتے ہیں۔ لامحالہ وہ اس کی مخالفت ہی کریں گے۔ اور عام مسلمان جو ان کے زیر اثر ہیں یا ان پر اعتماد رکھتے ہیں، وہ بھی اس تحریک کی مخالفت کریں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ تحریک خود مسلمانوں میں باہم ایک زبردست تفرقہ کی بنیاد ڈال دیگی۔ گھر گھر اور محلہ محلہ اور مسجد مسجد خاکساروں اور ان کی مخالفت کرنے والے مسلمانوں میں جھگڑے برپا ہونگے، یہاں تک کہ ایک نیا فرقہ اور جنگجو فرقہ وجود میں آجائیگا۔ اس خانہ جنگی کے سوا یہ تحریک کوئی اور نتیجہ پیدا کرتی نظر نہیں آتی۔ لہذا اس سے کسی خیر کی توقع کرنا سخت غلطی ہے۔

علاوہ بریں مشرقی صاحب کی تحریر، تقریر اور ان کی حرکات، سب کی سب اس امر کا پتہ دیتی ہیں کہ وہ ایک غیر متوازن دماغ کے آدمی ہیں۔ ان کی قیادت میں جو تحریک چلے گی اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی جیسے کسی موٹر کو کوئی مخمور آدمی چلا رہا ہو۔ نہیں کہہ سکتے کہ شراب کے نشے میں وہ موٹر کو کس درخت سے ٹکرا دے گا یا کس گڑھے میں پھینک دے گا۔ سیاسی تحریکوں کو چلانے کے لئے نرے اشتعال اور جوش اور غضب سے کام نہیں چل سکتا۔ اس کے لئے ٹھنڈے دل و دماغ کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے نہایت سنجیدہ غور و فکر اور متوازن قوت فیصلہ کی ضرورت ہے اور یہ چیز مشرقی صاحب کو نصیب نہیں ہے۔ مذہبی عقائد سے قطع نظر بھی کر لیا جائے، تب بھی ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ سیاسی حیثیت ہی سے مسلمانوں کو کسی صحیح راستہ پر چلا کر بخیریت منزل کامیابی تک پہونچا دیں گے۔ وہ زیادہ سے زیادہ بس یہی کر سکتے ہیں کہ یونیفارم، قواعد پریڈ، نعروں اور جھنڈوں کی نمائش سے سطح بین عوام کو اپنی طرف کھینچیں اور بناوٹی الفاظ، جھوٹے پروپیگنڈا، اور اشتعال انگیز مضامین کی شراب پلا کر انھیں اس فریب میں مبتلا کر دیں کہ وہ ایک طاقت بن گئے ہیں۔ یہ فریب کچھ دن خوب چلے گا۔ اور بالآخر ایک عظیم صدمہ کے ساتھ اس بری طرح ٹوٹے گا کہ مدتوں کے لئے مسلمانوں پر یاس و ناامیدی اور بے اعتباری چھا جائے گی اور وہ مدتوں اس قابل نہ ہو سکیں گے کہ کسی تحریک اور کسی رہنما پر

اعتبار کرسکیں :-

احقر - ابوالاعلیٰ - لاہور - دفتر ترجمان القرآن - ۲۰ ؍ شعبان ۱۳۵۸ھ

جو حضرات مولانا مودودی کو جانتے ہوں گے وہ اس حقیقت سے ناواقف نہ ہوں گے کہ موصوف "خالص علماء" میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اُن بالغ النظر حضرات میں سے ہیں جو اللہ کی توفیق سے کتاب و سنت کا صحیح علم، اور اعلیٰ دینی بصیرت رکھتے ہیں، پس موصوف کا یہ مکتوب ان لوگوں کے لیئے خاص طور پر قابل لحاظ ہے جو اس غلط فہمی میں ہیں کہ خاکسار تحریک کے مخالف صرف "تنگ نظر" قسم کے مولوی صاحبان ہیں۔

علاوہ ازیں چونکہ مولانا ممدوح کانگرس کے بھی مشہور سخت ترین مخالف ہیں اس لیئے انکی یہ رائے ایسے لوگوں کے لیئے بھی قابل غور بلکہ قابل قبول ہونی چاہیئے جو صرف کانگرس یا ہندوؤں کی مخالفت کے غیر معتدل اور بے اصولے جوش ہی کی وجہ سے خاکسار تحریک کی تائید کر رہے ہیں اس سے ان کو معلوم ہوگا کہ یہ نقطۂ نظر قطعاً غیر اسلامی اور جاہلی ہے ہذا اٰخر الکلام ونجعل فاتحۃ ہذہ المقالۃ خاتمتہا فنقول فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھداھم اللّٰہ واولٰئک ھم اولوا الالباب ۔

وانا العبد الضعیف

محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ

مدیر "الفرقان" بریلی

شوال المکرم ۱۳۵۸ھ

عرض مؤلف

میرے اس مقالہ کو دیکھکر جن حق پرست حضرات کی رائے خاکسار تحریک کے بارہ میں بدلے وہ اگر ایک کارڈ کے ذریعہ مجھے اُس سے اطلاع دیدیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔

نعمانی عفا اللہ عنہ

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

یہ مرکز بدعت بریلی کے اس معرکہ خیز مناظرہ کی مکمل روئداد ہے جو محرم سنہ ۵۴ھ میں رضاخانیوں کے مدرسہ جامعہ رضویہ میں ہوا تھا، بانیِ مناظرہ نے جو بریلی ہی کے باشندہ تھے اہلسنت کے حق میں زبردست فیصلہ دیا ہے وہ بھی آخر میں درج ہے ضخامت مع ضمیمہ ۱۳۶ صفحات قیمت ۸ ر رعایتی ۶ ر

ہدایت ربانی برائے فرقہ رضاخانی

یعنی روئداد مناظرہ گیا" یہ اس عظیم الشان تحریری اور تقریری مناظرہ کی روئداد ہے جو "حسام الحرمین" کی تکفیری بحث پر اواخر ۵۳ھ میں مدیر الفرقان اور رضاخانیوں کے نقیب اعظم مولوی حشمت علی صاحب کے مابین صوبہ بہار کے مشہور شہر گیا میں تین دن متواتر ہوا تھا عجیب و غریب تحقیقات پر حاوی ہے ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ۸ ر رعایتی ۶ ر

رضاخانیت پر کاری ضرب

یعنی رسالہ "القامع الجدید" اس رسالہ میں تحریک رضاخانیت کی تاریخ اور اسکے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور رضاخانیوں کے ان تیس ۳۰ اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے جو اکابر علماء دیوبند پر کیے جاتے ہیں، نیز رضاخانی مذہب کا نہایت دلچسپ فوٹو رضاخانی لٹریچر سے پیش کیا گیا ہے یقین ہے کہ آپنے اس موضوع پر ایسی پرلطف کتاب ملاحظہ نہ فرمائی ہوگی ضخامت ۱۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قیمت ۶ ر رعایتی ۵ ر

کتب رد آریہ و عیسائی

مباحثہ سماج بریلی

یہ تناسخ اور الہام وید کے موضوع پر جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان اور آریہ سماج کے مشہور مایہ ناز مناظر پنڈت رامچندر جی دہلوی کے ایک معرکۃ الآرا مناظرہ کی روئداد ہے مولانا ممدوح کی طرف سے وید کے غیر الہامی ہونیکی لاجواب اور خالص عقلی دلیلیں اور تناسخ کے ابطال میں دس نہایت روشن براہین ہیں آپکو پسند آئینگی قیمت ۲ ر

حدوث روح و مادہ

یہ حضرت مدیر الفرقان دام فیضہ اور پنڈت گوپی چند دہلوی کے ایک دلچسپ مناظرہ کی روئداد ہے اسمیں مدیر ممدوح نے روح و مادہ کو حادث ہونے پر عقلی و نقلی دلائل پیش کیے تھے قیمت ۱۰ رعایتی ۱ ر

عدم انجیل

اس رسالہ میں نہایت زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جو انجیل خدا کی طرف سے حضرت مسیح پر نازل ہوئی تھی وہ دنیا میں کہیں موجود نہیں قیمت ۳ ر رعایتی ۲ ر

وسیلہ خداشناسی

از حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلامی حقانیت اور صداقت کا ثبوت قیمت ۳ ر رعایتی ۲ ر

جہنم کی بشارت

اقبلہ گان بریلی کی طرف سے ایک رسالہ بنام "موت کا پیغام" شائع ہوا تھا، یہ اسکا مسکت اور دندان شکن جواب ہے یہ بحث بھی نہایت تفصیل اور تحقیق سے آگئی ہے کہ جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے فتوے اور اپنے اصول سے خود کافر ٹھہرتے ہیں بالکل لاجواب ہے قیمت ۳ ر رعایتی ڈھائی آنہ (۲ ر ۰)

بریلوی کا نادان دوست

موضوع نام سے ظاہر ہے، قیمت آدھ آنہ (۲ ر)

الکوکب الیمانی

اسکا روشن ثبوت کہ خانصاحب بریلوی کے فتوے سے انکے کسی معتقد کا نکاح درست نہیں ہو سکتا قیمت ۲ ر رعایتی ۱ ر

نئے مجدد کا نیا ایمان

اس نے اعداء سنت کو انگاروں پر لٹا دیا ہے قیمت ۱۰ ر رعایتی ۱ ر

تذکار شہیدؒ

اسمیں قریباً ڈیڑھ سو صفحات پر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی سوانح حیات، آپکی دینی و ملی خدمات، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے آپکی جنگ حریت، آپکی تحریک احیاء توحید و سنت کا نہایت مفصل اور مکمل تذکرہ ہے اہل بدعت نے آپ کے خلاف جو الزامات تراشے ہیں، انکا نہایت زبردست اور بلیغ رد کیا گیا ہے قیمت کاغذ اعلیٰ ۱۰ ر معمولی کاغذ آٹھ آنے۔

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۲۹)

الفرقان کی حیات وبقا اور آپ کا فرض

دینی کساد بازاری کیوجہ سے الفرقان کے خریداروں کی تعداد کسی وقت اتنی نہیں ہوسکی کہ وہ اپنے تمام مصارف خود برداشت کرسکے ابتک ہر سال ناقابل برداشت خسارہ رہا، اس کمی کے پورا کرنیکے لئے آغاز ۱۳۵۵ھ سے الفرقان کا تجارتی کتبخانہ قایم کیا گیا ہے اگر آپکو الفرقان کی زندگی محبوب ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ جب کبھی کسی مذہبی، علمی، ادبی، درسی یا غیر درسی کتاب کی ضرورت آپ کو ہوگی تو سب سے پہلے آپ اپنے اس کتب خانہ کو یاد فرمائینگے ہم کوشش کرینگے کہ ارزاں [illegible] ت پر آپ کے لئے کتابیں مہیا کریں، اگر آپ کی توجہات سے کتب خانہ کا کام اچھی طرح چلا تو اسی تناسب سے الفرقان کے چندہ میں بھی کمی کردیجائیگی،

ضروری قواعد کتب خانہ الفرقان بریلی

(۱) پانچروپیہ کی فرمایش کیساتھ کم از کم ایکروپیہ پیشگی آنا چاہیئے،

(۲) اگر کتاب مجلد منگوانی ہو تو چوتھائی قیمت کا پیشگی آنا ضروری ہے ورنہ تعمیل نہ ہوسکیگی۔

(۳) اگر فرمایش کی کوئی کتاب بروقت موجود نہ ہوئی تو دوسری جگہ سے منگوا کر حتی الوسع آپکی فرمایش پوری روانہ کیجائیگی بصورت مجبوری ہم معذور ہونگے۔

(۴) اگر پارسل میں کوئی کتاب ناقص پہنچ جائے یا مطلوبہ کتاب کی بجائے غلطی سے کوئی دوسری کتاب چلی جائے تو پندرہ دن کے اندر اطلاع آنیپر اسکی تلافی کردیجائیگی۔

(۵) فرمایش کے ساتھ اپنا پورا پتہ صاف اور خوشخط لکھیئے اور اگر کتابیں ریلوے سے منگانی ہوں تو اس ریلوے اسٹیشن کا نام صاف اور خوشخط لکھیئے جس سے پارسل وصول کرنیمیں آپکو آسانی ہو،

(۶) محصولڈاک و صرفہ پیکنگ ہر حال میں بذمہ خریدار ہوگا الابصورت استثناء۔

ضروری قواعد رسالہ الفرقان بریلی

(۱) الفرقان کا سال محرم سے شروع ہوتا ہے لہذا جو صاحب پہلی ششماہی ختم ہونیسے پہلے خریداری منظور فرمائینگے انکو محرم ہی سے رسالہ جاری کیا جائیگا اور جو حضرات دوسری ششماہی میں خریدار ہونگے انکو رجب سے لیکن اگر پہلے پرچے دفتر میں ختم ہوجائینگے تو اسکی پابندی نہ کی جاسکیگی۔

(۲) الفرقان کی اشاعت کیلئے ہر قمری مہینہ کا دوسرا ہفتہ مقرر ہے مگر کبھی کسی خاص مجبوری سے تاخیر بھی ہوجاتی ہے پس اگر اختتام مہینہ تک پرچہ نہ پہنچے تو آئندہ مہینے کے شروع میں اطلاع دینی چاہیئے دوسرے مہینہ کی ۱۵ تاریخ کے بعد اگر اطلاع آئی تو پرچہ بقیمت روانہ ہوگا۔

(۳) مضامین صرف وہی شائع ہونگے جو الفرقان کے علمی اور لسانی معیار کے مطابق ہوں اور اسکے مقاصد کے خلاف نہوں

(۴) نمونہ کا پرچہ مفت روانہ ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ تازہ ہی ہو بلکہ پچھلے فاضل پرچے بھی بھیجدیئے جاتے ہیں۔

ناظم دفتر الفرقان بریلی (یوپی)

(مولوی) محمد منظور نعمانی پرنٹر و پبلشر نے بریلی الکٹرک پریس بریلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا۔